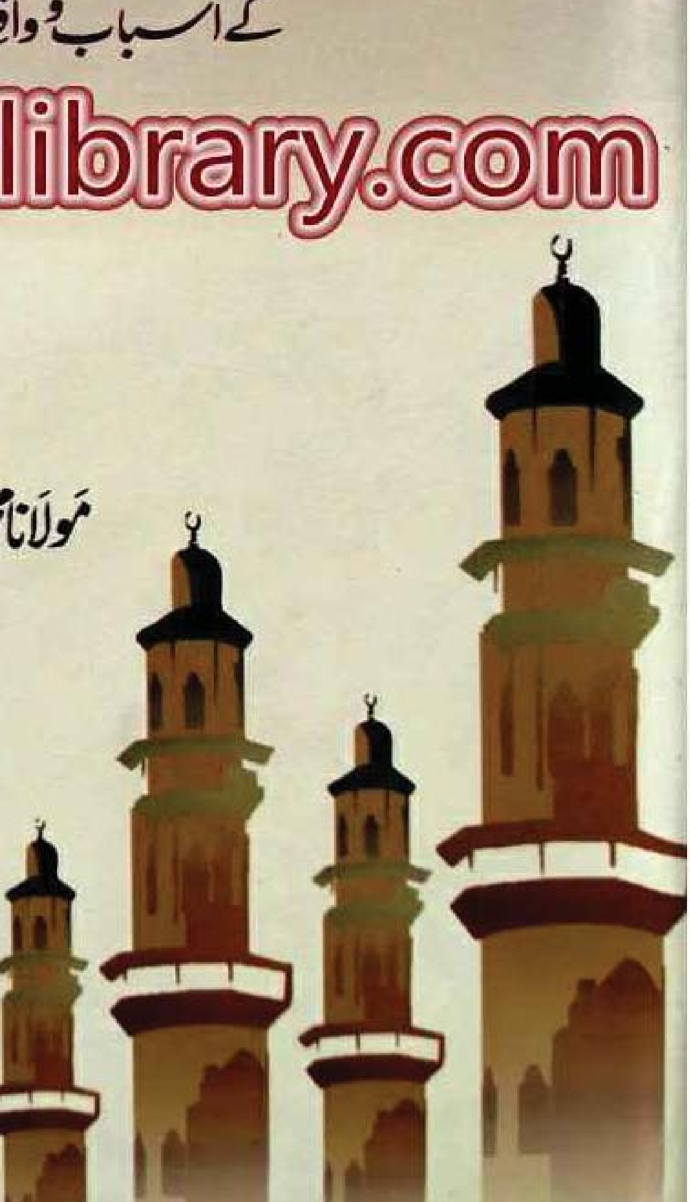
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قبولِ اسلام

چند جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے ایمان قبول کرنے
کے اسباب و واقعات اور پسِ منظر کا تذکرہ



مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون، ۳۵۲۲۴۸۳۔۷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا
قبولِ اسلام

ا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

قبولِ اسلام

چند جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے ایمان قبول کرنے
کے اسباب و واقعات اور پس منظر کا تذکرہ

مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور. فون ۷۳۵۲۲۸۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قبولِ اسلام

مؤلف

مولانا محمد اویس سرور

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

طباعت بار اول

فروری ۲۰۰۹

ناشر

بیت العلوم

ہیڈ آفس: ۲۰۔ نابھہ روڈ چوک پرانی انارکلی۔ لاہور فون [illegible]
برانچ: دکان نمبر ۱۵ المحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون [illegible]
www.baitululoom.com

فہرست

﴿پیش لفظ﴾

کائنات کے خالق و مالک کی طرف سے قیامت تک آنے والے انسانوں کی فلاح و بہبود اور کامیابی کے لئے جس راستہ کو معیار اور صراط مستقیم قرار دیا گیا ہے اس کا نام اسلام ہے۔ اسلام کامیابی کی ضمانت ہے، یہی رضائے الٰہی کے حصول کا پروانہ ہے، اسی کے مطابق انسان کی کامیابی و ناکامی کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے بعد اگر کسی انداز زندگی کو اللہ رب العزت کے نزدیک دین ہونے کی حیثیت حاصل ہے تو وہ اسلام ہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ نے حصر کے ساتھ اپنے اس فیصلہ کو ان الفاظ میں آشکارا فرمایا:

"إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلَامَ" (آل عمران:۱۹)

"اللہ کے نزدیک اگر کوئی دین ہے تو وہ اسلام ہی ہے"

اسلام کو دستور حیات بنانے کی ترغیب میں اگر یہی ارشاد خداوندی وارد ہوتا تو کافی تھا لیکن مزید وضاحت فرمائی اور اسلام کے علاوہ راہ نجات سمجھے جانے والوں تمام راستوں کی نفی فرمائی گئی اور اس سلسلہ میں مکمل صراحت کا پہلو مدنظر رکھا گیا تا کہ کسی قسم کی الجھن باقی نہ رہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ"

(آل عمران:۸۵)

"جو اسلام کے علاوہ کسی اور راستہ کو اپنا دین بنائے اس کی طرف سے اسے قبول نہ کیا جائے گا"

یہ مبارک مذہب چونکہ آخری مذہب تھا اس لئے اسے کمال اور جامعیت کا دلکش لباس پہنا کر اقوام عالم کے روبرو پیش کیا گیا، قرآن مجید میں اس کے اکمال اور اتمام کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا:

"اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا" (المائدة:۳)

"آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور میں تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہو گیا"

پھر دوسرے ادیان کے برعکس اسلام میں کشش ایسی رکھی گئی کہ اس عالمگیر مذہب کی طرف تھوڑی سی توجہ کرنے والا یا اس بارے میں تھوڑا سا سوچنے والا مخلص و صادق اس نعمت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ اس بات کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس زمانے میں اسلام کو مٹانے کی زیادہ کوششیں کی گئیں اس میں اسلام اتنا ہی پھیلا ہے۔ نیز جو جتنا بڑا مخالف اسلام سمجھا جاتا تھا راہ حق کی ہدایت کے بعد وہ اسلام کا اتنا ہی بڑا جانثار اور وفادار سپاہی ثابت ہوا۔ یہ حق ہی کی خصوصیت ہو سکتی ہے کہ جب حق سمجھ میں آ جائے تو اس کے لئے جان و مال کو قربان کرنا، جذبات کو پامال کرنا اور خواہشات کو دبانا نہ صرف آسان بلکہ بچوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قبولیت اسلام سے پہلے اور بعد کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میرے اوپر ایک حال ایسا بھی گزرا کہ مجھے رسول ﷺ سے زیادہ کوئی مبغوض نہ تھا، میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح میں ان پر غلبہ پا کر انہیں (نعوذ باللہ) دنیا سے رخصت کر دوں، اگر اس حال میں میرا انتقال ہوتا تو میں سیدھا جہنم میں جاتا، لیکن قبولیت اسلام کے بعد میرے اوپر ایسا دور بھی آیا کہ میری نگاہوں میں آپ ﷺ سے زیادہ محبوب ہستی کوئی نہ تھی، میرے اوپر آقا ﷺ کا ایسا رعب تھا کہ میں کبھی آپ کو نگاہ بھر کر دیکھ بھی نہیں سکا، اگر کوئی مجھ سے یہ کہے کہ میں آپ ﷺ کا حلیہ بیان کروں تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، اگر اس حال میں میرا انتقال ہوتا تو میں سیدھا جنت میں جاتا"

رواه مسلم (رقم الحديث:۱۲۱)

قافلوں کے لئے ذات ان کی چراغ منزل
تیرہ راہوں میں وہ چمکیں گے مثال خاور

حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ نے صرف اس لئے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ کہیں محمد ﷺ کی آواز کانوں میں نہ پڑ جائے، لیکن جب حق اپنی زبان بولتا ہے اس سے بھاگنے والے ایسے داعی حق بن جاتے ہیں کہ پورے پورے قبیلے ان کی دعوت پر مسلمان ہوتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے راوی حدیث کا تعلق بھی اسی قبیلہ دوس سے تھا جو حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوا۔ طبقات ابن سعد (۱۷۵/۴)

زندگی، زندگی بنی کیفی
اک نگاہ حضورؐ کے صدقے

عرب کے مشہور طبیب ضماد بن ثعلبہ جن کا خیال یہ تھا کہ ان کے دوست محمد (ﷺ) پر آسیب یا جادو کا اثر تھا، وہ علاج کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور حق نے ان کے دل کو ایسا متاثر کیا کہ بے اختیار زبان سے نکلا:

> ”میں نے کاہنوں کا سجع سنا ہے، ساحروں کی سحر بیانی سنی ہے، شعراء کا کلام سنا ہے، لیکن یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے، جو بات اس میں ہے وہ کسی میں نہیں پائی۔ اس کا عمق تو سمندر کی گہرائیوں کی تھاہ لاتا ہے، ہاتھ بڑھاؤ اور مجھے اسلام کی غلامی میں داخل کرو“

(رواہ مسلم فی کتاب الجمعة)

کسی کی بزم نے دنیائے دل ڈالی
خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

قریش کے سردار حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کہ حق شناسی سے پہلے عداوت اسلام میں سرگرمی کا یہ عالم تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ میں ”محمد رسول اللہ“ کے بجائے ”محمد بن عبداللہ“ کے الفاظ تحریر کروائے اور اسلامی ادب تحریر کے مطابق ” **بسم اللہ الرحمن الرحیم** “ کے بجائے زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق ”**باسمك اللھم** “ کے الفاظ

ثبت کروائے۔لیکن جب حق کی آغوش میں آگئے تو حق پرستی کا یہ عالم تھا کہ ابن حجر عسقلانیؒ کے بقول:

کان محمود الاسلام من حین اسلم۔

"اسلام لانے کے بعد وہ اسلام کے حوالہ سے ہمیشہ قابل تعریف رہے"

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے مؤلفۃ القلوب ڈگمگا گئے لیکن حضرت سہیل رضی اللہ عنہ (جو کہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے) ان کے ایمان میں ذرہ بھر بھی تذبذب نہ ہوا بلکہ ان کی دعوت وتقریر سے بہت سے لوگوں کو دوبارہ اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ سیر الصحابہ (۹۲/۷)

زیر نظر کتاب کچھ ایسی مقدس شخصیات کے پر تقدس تذکرہ پر مشتمل ہے جو اسلام کے اولین مخاطب اور قبول کرنے والے تھے۔ یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی قبول اسلام کے بعد صحابیت کا شرف حاصل ہوا اور دنیا میں ہی رضائے الٰہی کا پروانہ ان کے دامن نصیب میں آ گیا۔ اس مجموعہ میں یاران مصطفیٰ ﷺ کے قبول اسلام اور اس کے پس منظر کو تاریخ وسیر اور حدیث کی مستند کتابوں سے جمع کیا گیا ہے۔

اس کی کتاب کی ترتیب میں مندرجہ ذیل اسباب کو "علت غائیہ" ہونے کا درجہ حاصل ہے:

(۱) قارئین کو معلوم ہو سکے کہ وہ کون سے اسباب اور حقانیت اسلام کی وہ کون سی دلیلیں تھیں جن کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ آخر وہ کون سا محرک تھا جس نے ان کی دشمنی کو اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔

(۲) بعض کم علم افراد کی طرف سے انتہائی سطحی دلائل کی بنیاد پر یہ جملہ سننے کو ملتا ہے کہ "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے"۔اس کتاب کا مطالعہ اس الزام کو دور کرنے کے لئے کافی ہے۔اس سے معلوم ہوگا کہ کس چیز نے قرن اول کے لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا، آیا وہ اسلام کی حقانیت کے دلائل اور حضور ﷺ کی بے مثال حکمت عملی تھی یا تلوار کا زور......!

(۳) اسلام کے اول داعی ﷺ نے کس انداز محنت کو اختیار کیا جس کی برکت سے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اندر دین زندہ ہوا۔ لوگ جوق در جوق نہ صرف حلقہ اسلام میں داخل ہوئے بلکہ اسلام کو اپنی داخلی و خارجی زندگی کا رہبر وراہنما قرار دیا۔ اگر اسی انداز محنت کو آج کے ارباب دعوت بھی اختیار کرلیں تو ہمارا معاشرہ بھی ایک خالص اسلامی معاشرہ بن سکتا ہے۔

تری اک نگاہ ناز کیا کام کرگئی
دو جہاں سنور گئے زندگی نکھر گئی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو اپنے دربار عالی میں قبول فرمائے اور ہمیں بھی ان مبارک شخصیات کے ایمان وعمل کا ذرہ نصیب فرمائے جن کے مبارک تذکرے پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ ''بیت العلوم'' کی انتظامیہ اور بالخصوص مدیر محترم مولانا ناظم اشرف صاحب دامت برکاتہم کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جن کے حکم پر یہ کام شروع کیا گیا اور موصوف کی سرپرستی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہوجائے
یہ التجائے مسافر قبول ہوجائے

محمد اویس سرور عفی عنہٗ
مدرس جامعہ اشرفیہ، لاہور
۴ شوال ۱۴۲۸ھ
۱۷ اکتوبر ۲۰۰۷ء

﴿صحابہ کرام ﷺ کا قبولِ اسلام﴾

(پس منظر واسباب کی روشنی میں)

حضور ﷺ کی دعوت کئی اعتبار سے انبیاء سابقین علیہم السلام کی دعوت سے ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔اس دعوتی محنت کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جس قوم کی طرف آپ کو ایک انتہائی نا آشنا دعوت دے کر مبعوث کیا گیا وہ ایک سخت مزاج، متشدد، اپنے فیصلے پر ڈٹ جانے والی اور عزم بالجزم کی حامل قوم تھی۔اس کے سینوں سے کفر کی پلیدیوں کو نکال کر توحید کی شمع روشن کرنا آسان نہ تھا۔اسلام کا اقرار کرنا گویا کہ آباؤ اجداد کے دین کا انکار کرنا اور اپنے خاندان اور قبیلہ والوں کی ٹکر مول لینے کے مترادف تھا، خاص طور پر ایسے معاشرہ میں جہاں کا نظام خاندان و برادری کا پابند ہو اور خاندان سے جدائی کا مطلب معاشی موت ہو...... یہ ایک انتہائی مشکل فیصلہ تھا۔اس پر مستزاد یہ کہ اسلام قبول کرنے والے نہتے مسلمانوں پر ٹوٹنے والے مصائب کا کھلی آنکھوں دن رات مشاہدہ بھی ہو رہا تھا۔

اس سب کے باوجود آخر وہ کیا جذبہ اور کیا حقیقت تھی، جس کے سامنے یہ ساری مشکلات ریت کی دیوار اور پانی کے بلبلہ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھیں۔جس کے سامنے حقیقت کھلتی گئی وہ ہر طرف انجام سے بے نیاز ہو کر اسلام کی غلامی میں داخل ہوتا چلا گیا۔

حضور ﷺ کو چونکہ جہالت کی گھناؤنی صورت حال سے دوچار اس قوم میں دعوت توحید کا پرچار کرنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام صفات سے مالا مال کر دیا جو کسی بھی کامیاب داعی کے لئے انتہائی ضروری تھیں۔

جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسلام کی طرف متوجہ ہونے والے واقعات کا گہرائی

کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے کچھ حقائق واضح ہوتے ہیں اور ہم حضور ﷺ کی دعوتی زندگی میں مثالی حکمت عملی اور لاثانی صفات کا وہ نقشہ ملاحظہ کرتے ہیں جس کی بنا پر کفر کے لئے جان دینے والے اسلام کے محافظ بن گئے۔

ذیل میں اس کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) حضور ﷺ کی بہترین حکمت عملی:

ایک انتہائی اہم تدبیر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کا ذریعہ بنی وہ حضور ﷺ کی بہترین حکمت عملی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور سمجھ دار شخص کے اسلام میں نبی کریم ﷺ کا یہ انداز دعوت کارفرما تھا۔

جب حضرت خالد کے بھائی ولید بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تھا:

> ''خالد کہاں ہیں؟ خالد جیسا آدمی اب تک اسلام سے ناواقف ہے، اگر وہ اپنی ساری قوت اور محنت مسلمانوں کے ساتھ لگا دیتے تو ان کے لئے زیادہ بہتر تھا اور ہم ان کو دسروں سے آگے رکھتے''

حضور ﷺ جانتے تھے کہ ان کی یہ بات حضرت خالد بن ولید تک ضرور پہنچے گی اور اس کی وجہ سے اسلام کی طرف ان کا میلان پیدا ہوگا، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

> ''مجھے اس بات کی بہت خوشی ہوئی تھی کہ حضور ﷺ نے میرے بارے میں پوچھا، میرے دل میں مدینہ جانے کا شوق پیدا ہوا اور اسلام کی رغبت بڑھنے لگی''

کنز العمال (۷/۲۰)، البدایة والنهایة (۴/۲۳۹)، حیاة الصحابة (۱/۱۶۵)

(۲) حضور ﷺ کی نرمی و بردباری:

یہودیوں کی کتابوں میں نبی آخر الزماں کی جو علامات موجود تھیں ان میں ایک علامت یہ تھی کہ ان کا عفوان کے غصہ پر حاوی ہوگا اور ان کے ساتھ جتنا جہالت کا معاملہ کیا جائے ان کی نرمی اتنی ہی بڑھتی جائے گی۔ حضور ﷺ کی یہی بردباری یہودیوں کے بہت بڑے عالم

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا باعث بنی۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے چہرہ انور پر نگاہ پڑتے ہی میں نبوت کی تمام نشانیوں کو حضور ﷺ کے چہرہ میں پالیا تھا، لیکن دو نشانیاں ایسی ہیں جن کو میں نے آپ میں ابھی تک نہیں آزمایا ایک تو یہ کہ نبی کی بردباری اس کے غصہ پر آجانے پر غالب ہوتی ہے دوسرے یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا زیادہ نادانی کا معاملہ کیا جائے اس کی بردباری اتنی ہی بڑھتی جائے گی۔

چنانچہ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے ان نشانیوں کو جانچنے کے لئے حضور ﷺ کے ساتھ ایک معاملہ کیا اور اس کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

> ''اے عمر! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر دل سے راضی ہوں'' حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۶۷)، الاصابۃ (۱/۵۶۶)

(۳) دیدار رسول ﷺ کے اثرات:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسا دل فریب اور اثرات نبوت سے مزین چہرہ عطا فرمایا تھا کہ پہلی نگاہ میں فطرت سلیمہ رکھنے والا انسان اندازہ کر لیتا تھا کہ یہ چہرہ نبی ہی کا ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت بھی بہت سے صحابہ کے اسلام کی ذریعہ بنی۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے دل پر نبوت کا پر جلال چہرہ دیکھ کر اسلام کا نقش بیٹھ گیا، ان کے اسلام کے متعلق ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے قریش نے آنحضرت ﷺ کے پاس کسی کام سے بھیجا، آپ کو دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف راغب ہو گیا، میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! اب میں واپس نہ جاؤں گا'' آپ نے فرمایا ''میں قاصد کو نہیں روکتا اور عہد شکنی کرتا، اس وقت تم لوٹ جاؤ، اگر کچھ دنوں تک بدستور تمہارے دل میں اسلام کا جذبہ باقی رہا تو چلے آنا'' چنانچہ اس وقت تو یہ چلے گئے، بعد میں دوبارہ آکر مشرف باسلام ہوئے۔

رواہ ابو داؤد (۱/۱۳۲)، مستدرک الحاکم (۳/۵۹۸)

(۴) تلاوت قرآن کا اثر:

حضور ﷺ بعض اوقات لوگوں کو قرآن کی آیات سنا کر دعوت دیا کرتے تھے، قرآنی آیات کی سحر انگیز تلاوت کا نشہ بھی لوگوں کو اسلام کی لذت سے مخمور کرتا رہا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانے آئے، جس وقت وہ پہنچے نبی کریم ﷺ نماز میں مشغول تھے اور سورۂ طور کی تلاوت فرما رہے تھے، حضرت جبیر مسجد میں داخل ہوئے تو کلام اللہ کی سحر انگیز آیتیں کانوں میں پڑیں، انہیں سن کر حضرت جبیر اس درجہ متاثر ہوئے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ "معلوم ہوتا تھا کہ قلب پھٹ جائے گا"

رواہ احمد فی مسندہ (۴/۸۳)

امام بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت جبیر بن مطعم حاضر ہوئے تو حضور ﷺ اس وقت سورۂ طور کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾ (الطور: ۳۵-۳۷)

"کیا یہ لوگ خود بخود پیدا ہو گئے یا یہ لوگ خود پیدا کرنے والے ہیں، کیا آسمان و زمین کو انہی لوگوں نے پیدا کیا ہے؟ سچ تو یہ کہ ان کے دل میں ایمان نہیں، اے پیغمبر! کیا ان کے پاس تمہارے پرودگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ سربراہ کار ہیں"

(رواہ البخاری فی کتاب التفسیر، سورۃ الطور)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے جب قرآن مجید کی یہ آیت سنی:

" إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" (النحل: ۹۰)

"اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

دیتا ہے اور بدکاری، برائی اور ظلم سے روکتا ہے، وہ اس لئے یہ نصیحتیں
کرتا ہے تاکہ تم قبول کرلو"

یہ آیت سن کر ان کے دل پر جو اثر ہوا انہیں ان الفاظ میں بیان کرتے تھے:

"فذلك حين استقر الايمان في قلبي واحببت محمدا ﷺ"

"یہی وہ وقت ہے جب ایمان میرے دل میں جاگزیں ہوا اور میں
محمد ﷺ سے محبت کرنے لگا" مسند احمد بن حنبل (۱/۶۹)

(۵) غیب کی خبریں:

حضور ﷺ کی دعوت زندگی کی خصوصیات میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو غیب کی باتوں سے مطلع فرمادیتے تھے، جب آپ اس کی خبر لوگوں کو دیتے تو کفار کے دل آپ کی طرف متوجہ ہوتے اور وہ آپ کے نبی برحق ہونے کی تصدیق کیے بغیر رہ نہ سکتے۔

جب صفوان بن امیہ اور عمیر بن وہب نے خانہ کعبہ کے حطیم میں بیٹھ کر معاذ اللہ حضور ﷺ کو شہید کرنے کی سازش تیار کی تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس سازش سے مطلع کردیا، جب حضرت عمیر آپ کے پاس آئے اور آپ نے انہیں ان کی ساری مشاورت کی کارگزاری سنائی تو عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے اختیار نکلا:

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، یارسول اللہ! آپ جو آسمان کی خبریں اور اترنے والی وحی ہمیں بتاتے تھے ہم اسے جھٹلاتے تھے۔ اب یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا، اللہ کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات آپ کو اللہ ہی نے بتائی ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے اسلام کی ہدایت سے نوازا اور مجھے یہاں کھینچ کر لایا"

البداية والنهاية (۳/۳۱۳)

(۶) حضور ﷺ کا رحم وکرم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو رحم وکرم اور عفو ودر گزر کی کیفیت راسخہ عطا فرمائی تھی اس کی وجہ سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ فتح مکہ بعد کے بعد جب آپ ﷺ نے "لاتثریب علیکم الیوم" کا اعلان فرمایا تو غیر مسلم لوگوں کے دلوں میں یہ بات بس گئی کہ اتنے مظالم اور زیادتیاں برداشت کرنے کے بعد عام معافی کا اعلان نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا۔

عبداللہ بن امیہ جو کہ مسلمانوں سے عناد کی حد تک بغض رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے شدید مخالف تھے، فتح مکہ سے کچھ دن پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں باریابی حاصل کرنا چاہتے تھے، مکہ اور مدینہ کے درمیان ثنیۃ العقاب نامی جگہ پر حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی، حضرت عبداللہ چونکہ اپنی زیادتیوں سے واقف تھے اس لئے بلا وسیلہ جانے کی ہمت نہ ہوئی، اپنی بہن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو درمیان میں ڈال کر باریابی کی اجازت چاہی، ان فرد عصیاں کا ایک ایک جرم آنحضرت ﷺ کے سامنے تھا، اس لئے آپ نے ملنے سے انکار کردیا، حضرت ام سلمہ نے رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفارش کی کہ کچھ بھی ہو بہر حال وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی اور سسرالی عزیز بھی ہیں، فرمایا انہوں نے مکہ میں میرے ساتھ کیا کیا سلوک کیا ہے؟ اس مایوس کن جواب کے بعد عبداللہ نے عالم ناامیدی میں کہا کہ اگر عفو ودر گزر کا دروازہ قطعی طور پر بند ہوچکا ہے تو در بدر پھر کر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے دیں گے، آنحضرت ﷺ کو اس عزم کی خبر ہوئی تو رحم وکرم کی موجوں نے غیظ وغضب کی گرمی کو ٹھنڈا کردیا اور عبداللہ کو باریابی کی اجازت مل گئی اور خلعت اسلام سے سرفراز ہوگئے۔

اسد الغابۃ (۳/۱۶۰)

(۷) حضور ﷺ کی فتوحات:

لشکر اسلام کا بڑھتا ہوا غلبہ نہ صرف کفار کی قوت کو کمزور کررہا تھا بلکہ اس کی وجہ سے کفار کے دل بھی لرز اٹھے تھے، اسی کا نتیجہ تھا کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت سے متاثر ہوکر

بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت ذوالجوشن ضبابی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام کی فتوحات سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا "تمہیں اسلام سے کون سی چیز روک رہی ہے؟" انہوں نے عرض کیا "میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلا دیا ہے اور آپ کو آپ کے شہر سے نکال کر اب آپ سے جنگ کر رہے ہیں، اب میں اس انتظار میں ہوں کہ آپ کیا کرتے ہیں، اگر آپ ان پر غالب آگئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا اور اگر وہ آپ پر غالب آگئے تو میں آپ کا اتباع نہیں کروں گا"

حياة الصحابة (۱/۱۱۳)

جب مکہ فتح ہوا تو عام اہل عرب نے اپنی رضامندی کے ساتھ اسلام قبول کرلیا تھا، صحیح بخاری میں ہے:

(وكانت العرب تلوم باسلامهم الفتح فتقولون اتركوه وقومه فانه ان ظهر عليهم فهو نبى صادق فلما كانت وقعة اهل الفتح بادر كل قوم باسلامهم)

"تمام عرب اپنے اسلام کے لئے فتح مکہ کا منتظر تھا، وہ کہتے تھے محمد (ﷺ) کو اپنی قوم سے نمٹ لینے دو، اگر وہ ان پر غالب آگئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں، چنانچہ فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر قبیلہ کے لوگ نہایت سرعت کے ساتھ اسلام کی طرف دوڑے"

(رواه البخارى فى كتاب المغازى، ذكر فتح مكة)

(۸) کتب سابقہ کی پیشین گوئیاں:

سابقہ انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں نازل ہوئیں ان میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور آپ کی علامات کا ذکر موجود تھا، مدینہ کے لوگ چونکہ یہودی تھے اور اپنی کتابوں کا علم بھی رکھتے تھے، وہ اپنی کتابوں میں تحریر تمام علامات کو حضور ﷺ میں موجود پاتے تھے۔ اب جن کے مقدر شقاوت لکھی جاچکی تھی وہ ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اسلام سے محروم رہے لیکن بہت

سے سلیم الفطرۃ ایسے بھی تھے جنہیں کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق اسلام کی توفیق مل گئی۔ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ بھی انہی خوش نصیب بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے کتب سابقہ کی تعلیمات کی بنا نبی کریم ﷺ کی صداقت کی گواہی دی۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہودی علماء سے نبی آخرالزماں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ایک کتاب پڑھ کر سنائی جس میں لکھا تھا:

"آپ ان پڑھ اور عربی نبی ہیں اونٹ پر سوار ہوا کریں گے، معمولی چیز یا ٹکڑے پر گزارہ کرلیں گے، ان کا قد نہ زیادہ لمبا ہوگا اور نہ چھوٹا اور ان کے بال نہ بالکل گھنگھریالے ہوں گے نہ بالکل سیدھے، ان کی آنکھوں میں سرخ ڈورا ہوگا اور ان کا رنگ سفید سرخی مائل ہوگا"

اتنا پڑھنے کے بعد یہودیوں نے کہا جس آدمی نے تمہیں دعوت دی ہے اگر وہ ایسا ہی ہے تو اس کی دعوت قبول کرلو اور اس کے دین میں داخل ہو جاؤ کیونکہ ہم حسد کی وجہ سے ان کا اتباع نہیں کریں گے اور ہمارے ان سے زبردست معرکے ہوں گے۔ عرب کا رہنے والا ہر شخص یا تو ان کا اتباع کرلے گا یا آپ سے لڑے گا۔ لہٰذا تم ان کا اتباع کرلو۔ چنانچہ اگلے سال حج کے موقع پر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے اور اچھے مسلمان بن کر زندگی گزاری، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ تھا۔

دلائل النبوۃ، ص: ۵۳، البدایۃ والنہایۃ (۲/۳۰)

(۹) حضور ﷺ کے معجزات کا اثر:

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو بعض مرتبہ ایسی خارق عادت اور خلاف معمول چیزیں عطا فرماتے ہیں جن کے کرنے سے عام لوگ عاجز ہوتے ہیں، یہ خلاف عقل امور لوگوں کو نبی کی دعوت کی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کی زندگی ایسے معجزات سے بھری ہوئی ہے، ان معجزات کا باب اتنا وسیع ہے کہ ان پر مختلف کتب بھی تحریر کی گئی ہیں۔ یہ معجزات بھی بہت سے لوگوں کے قبول اسلام کا ذریعہ بنے۔

ایک سفر میں صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی، آپ نے

دو آدمیوں کو پانی کی تلاش میں بھیجا، یہ لوگ جستجو میں نکلے تو اونٹنی پر سوار ایک عورت ملی جس کے پاس پانی کی دو مشکیں تھیں۔ ان حضرات نے اس عورت کی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ایک برتن منگوایا اور اس میں دونوں مشکوں سے پانی ڈھال کر مشکوں کے دہانے بند کر دیئے۔ تمام صحابہ کو بلایا گیا اور سب نے اتنا پانی پیا کہ سیراب ہو گئے۔ ایک بہت بڑی تعداد کے پانی پینے کے باوجود مشکوں کے پانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ عورت نے یہ معجزہ دیکھا تو اپنے قبیلہ میں آکر بیان کی کہ خدا کی قسم! آسمان و زمین کے درمیان یہ شخص عجوبۂ روزگار اور خدا کا پیغمبر ہے۔ (رواہ الترمذی فی باب الزھد، ص: ۴۲)

(۱۰) حضور ﷺ کی دعا کے اثرات:

حضور ﷺ کی دعوتی زندگی میں ایسے مواقع بھی آئے کہ کچھ لوگوں کی ہدایت کے لئے حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرما کر انہیں اسلام کی نعمت سے مالا مال کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ میں ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے مجھے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں سنائیں۔ میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ''یارسول اللہ! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا، وہ انکار کر دیا کرتی تھیں، آج میں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے مجھے آپ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں کہیں، آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے'' حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے''

میں حضور ﷺ کی دعا کو لے کر خوشی خوشی گھر کو چلا، وہاں پہنچ کر میں نے دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ بند تھا، میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا ''ابو ہریرہ! ذرا ٹھہرو'' میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی (یعنی میری والدہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے نہا

رہی تھیں) میری والدہ نے کرتہ پہنا اور جلدی میں دوپٹہ نہ اوڑھ سکیں اور دروازہ کھول کر کہا ''اے ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں'' حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کو جاکر اس کی خبر دی، آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔ الاصابة (۳/۲۱۶)

(۱۱) حضور ﷺ کی روحانی توجہ:

بعض مرتبہ کسی بڑے کی نگاہ انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، باب تصوف کی یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ حضور ﷺ کی روحانی توجہ اور تعلق مع اللہ کا یہ اثر تھا کہ بعض اوقات آپ کی روحانی توجہ صحابہ کرام کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ بنی۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ چند مشرکین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک مقام پر منزل ہوئی، موذن نبوی نے نماز کے لئے اذان دی، ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اذان کی آواز سنی تو بطور مضحکہ اس کی نقل اتارنے لگے، ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے بھی نقل اتاری، ان کی آواز انتہائی دل کش تھی، اس لئے مضحکہ میں بھی دل کشی باقی رہی، آنحضرت ﷺ نے آواز سن کر اذان دینے والوں کو بلا بھیجا، یہ لوگ آئے۔ آپ نے پوچھا ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی، ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا۔ آپ نے سب کو واپس کر دیا اور انہیں روک لیا اور اذان دینے کی فرمائش کی۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمائش بہت گراں گزری، لیکن انکار کی جرأت نہ تھی، ان کو اذان سے پوری واقفیت نہ تھی، اس لئے آنحضرت ﷺ نے انہیں بتایا انہوں نے آپ کی زبان سے اسی کو دہرا دیا، زبان نبی کا یہ اعجاز تھا کہ اس مرتبہ اذان دینے کے ساتھ دل بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا اور ابو محذورہ رضی اللہ عنہ جو ابھی چند ساعت پہلے اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے، اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

تهذيب التهذيب (۱۲/۲۲۲)

باب ۱

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا قبول اسلام

(حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں مشرف با اسلام ہو کر صحابیت کا اعزاز پانے والے خوش نصیب افراد کا تذکرہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں حضرت محمد ﷺ کے گہرے دوست تھے، بعثت نبوی ﷺ کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے گھر سے نکلے، راستہ میں ملاقات ہوئی تو پوچھا "اے ابوقاسم! (حضور ﷺ کی کنیت ہے) آپ اپنی قوم کو مجالس میں دکھائی نہیں دیتے اور آپ کی قوم کے لوگ آپ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ ان کے باپ دادا کو برا بھلا کہتے ہیں؟"

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "میں اللہ کی طرف سے رسول بنایا گیا ہوں اور میں تجھے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں" جب حضور ﷺ اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔ حضور ﷺ اس حال میں وہاں سے رخصت ہوئے کہ مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان اس وقت آپ سے زیادہ خوش اور مسرور کوئی آدمی نہ تھا۔

حضور ﷺ سے ملاقات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے ملاقات کے لئے چلے گئے۔ اور حضرت عثمان بن عفان، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو اسلام کی دعوت دی اور وہ سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اگلے دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دعوت اسلام کی تبلیغ کے لئے حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد اور حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان سب نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ حیاۃ الصحابہ (۱/ ۷۷)، البدایۃ والنہایۃ (۲۹/۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ دونوں ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنے۔ اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے باہر نکلے، راستہ میں انہیں بنوزہرہ کے ایک شخص (نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) ملے۔ انہوں نے کہا" اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟"

"میرا ارادہ کہ (نعوذ باللہ من ذلک) میں محمد (ﷺ) کو قتل کر دوں"

"اگر تم محمدؐ (ﷺ) کو قتل کر دو گے تو بنو ہاشم اور بنوزہرہ سے کیسے بچو گے؟"

"میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اور جس دین پر پہلے تھا اس کو چھوڑ چکا ہے"

"میں تمہیں اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟"

"وہ کیا؟"

"تمہاری بہن (فاطمہ بنت خطاب) اور بہنوئی (سعید بن زید رضی اللہ عنہ) دونوں بے دین ہو چکے ہیں اور جس دین پر تم ہو اس دین کو چھوڑ چکے ہیں!!"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں بھر گئے اور اپنی بہن کے گھر چل دیئے، جب وہ ان کے گھر پہنچے تو وہاں مہاجرین میں سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا:

"یہ پست آواز کیسی تھی جو میں نے تمہارے پاس سے سنی؟"

وہ لوگ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے، ان دونوں نے کہا:

''ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے، اور کچھ نہیں تھا!!!''

''شاید تم دونوں بھی اس نبی کی طرف مائل ہو گئے ہو؛'' حضرت عمرؓ نے کہا۔

''اے عمر! اگر تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں حق ہو تو بھی تمہارا کیا خیال ہے؟'' حضرت سعید بن زیدؓ نے استفسار فرمایا یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ حضرت سعید بن زیدؓ پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بری طرح مارنا شروع کر دیا۔ ان کی بہن انہیں اپنے خاوند سے ہٹانے کے لئے آئیں تو اپنی بہن کو حضرت عمرؓ نے اس زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا، ان کی بہن کو بھی غصہ آ گیا، انہوں نے کہا:

''اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر؟''

اور انہوں نے بلند آواز سے کلمہ شہادت **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ** پڑھا۔

جب حضرت عمرؓ مایوس ہو گئے تو کہا مجھے بھی یہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تا کہ میں اسے پڑھوں، حضرت عمرؓ پڑھنا جانتے تھے، ان کی بہن نے کہا ''تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں، اس لیے جا کر غسل کر و یا وضو......'' پھر حضرت عمرؓ نے اس کتاب کو لے کر سورۂ طٰہٰ سے پڑھنا شروع کیا:

"طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِىَ يٰمُوْسٰى اِنِّىْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَا

سْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ" (سورۃ طٰہٰ: ۱ تا ۱۴)

"طٰہٰ (اے محمدؐ) ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لیے (نازل کیا ہے) جو خوف خدا رکھتا ہے یہ اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے۔ (یعنی خدائے) رحمٰن جس نے عرش پر قرار پکڑا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ (زمین کی) مٹی کے نیچے ہے سب اس کا ہے اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات کو جانتا ہے (وہ) معبود (برحق) ہے (کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے (سب) نام اچھے ہیں اور کیا تمہیں موسیٰ (کے حال) کی خبر ملی ہے جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا تم (یہاں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید اس میں سے میں تمہارے پاس انگاری لاؤں یا آگ (کے مقام) کا راستہ معلوم کرو، جب وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ موسیٰ! میں تو تمہارا پروردگار ہوں تو تم اپنی جوتیاں اتار دو تم (یہاں) پاک میدان (یعنی) طویٰ میں ہو اور میں نے تم کو انتخاب کرلیا ہے تو جو حکم دیا جائے اسے سنو بیشک میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کیا کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو"

یہاں پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "مجھے بتاؤ کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟" جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو وہ گھر کے اندر سے باہر آئے اور کہا "اے عمر! تمہیں بشارت ہو، حضور ﷺ نے جمعرات کی رات میں یہ دعا مانگی تھی کہ:

”اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) کے (مسلمان ہونے کے) ذریعہ سے عزت عطا فرما“

مجھے امید ہے کہ حضور ﷺ کی یہ دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے“

اس وقت حضور ﷺ اس گھر میں تھے جو صفا پہاڑ کے دامن میں تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں سے چل کر اس گھر (دارارقم) میں پہنچے، اس وقت گھر کے دروازہ پر حضرت حمزہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے سے خوف محسوس کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا ”ہاں یہ عمر ہے! اگر اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو یہ مسلمان ہو کر حضور ﷺ کا اتباع کر لیں گے اور اگر اللہ کا اس کے علاوہ کسی اور بات کا ارادہ ہے تو ان کو قتل کرنا ہمارے لئے آسان بات ہے“

اس وقت حضور ﷺ گھر کے اندر تھے اور آپ ؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی، چنانچہ (وحی کے نازل ہونے کے بعد) حضور ﷺ باہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان کے گریبان اور تلوار کے پرتلے کو پکڑ کر فرمایا ”کیا تم باز آنے والے نہیں ہو؟“ پھر فرمایا: ”اے عمر! کیا تم اسی کا انتظار کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر وہی ذلت اور سزا نازل کر دے جو اس نے ولید بن مغیرہ پر نازل کی ہے“

اس کے بعد حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

”اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں“ اور مسلمان ہو گئے، مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے کہا ”یا رسول اللہ! آپ باہر (مسجد حرام کو نماز پڑھنے کے لیے) تشریف لے چلیں“

طبقات ابن سعد (۱۹۱/۳) البدایۃ والنھایۃ (۸۱/۳)، حیاۃ الصحابۃ (۲۸۵/۱)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبولیت اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ اروی بنت عبدالمطلب کے پاس ان کے بیمار پرسی کے لیے گیا، ابھی میں ان کے پاس ہی موجود تھا کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے، ان دنوں حضور ﷺ کی نبوت کا تذکرہ تھوڑا بہت ہو چکا تھا، میں آپؐ کو غور سے دیکھنے لگا، آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''اے عثمان! کیا بات ہے؟'' (مجھے غور سے دیکھ رہے ہو) میں نے عرض کیا ''میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ کا ہمارے ہاں بڑا مرتبہ ہے اور پھر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جارہی ہیں'' اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ''لا الہ الا اللہ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اللہ گواہ ہے کہ میں یہ سن کر کانپ گیا تھا، پھر آپؐ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

''وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ''

(الذاریات: ۲۲،۲۳)

''اور تمہارا رزق اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم یہ (اسی طرح) قابل یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو''

پھر حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

حیاۃ الصحابہ (۱/ ۸۵) بحوالہ الاستیعاب (۲۲۵/۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ نو عمری کی حالت میں نبی کریم ﷺ کے گھر آئے تو دیکھا محمد ﷺ قیام کی حالت میں ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی کھڑی ہیں اور دونوں نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا ''اے محمد! یہ کیا بات ہے؟'' حضور ﷺ نے رخ انور پھیرا اور فرمایا ''یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور اسے دے کر اپنے رسولوں کو بھیجا ہے لہٰذا میں تجھے بھی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس ذات کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ تم لات و عزیٰ کی عبادت چھوڑ دو'' دعوت اسلام سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''میں نے یہ بات آج سے پہلے کبھی نہیں سنی، اس لئے میں ابو طالب سے بات کئے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا'' حضور ﷺ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اظہار اسلام سے پہلے ان کا راز افشاں ہو، لہٰذا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو پوشیدہ رکھنا''

حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی ساری رات اس حال میں گذری کہ اپنے سچے اور امانت دار چچا زاد کی باتیں قلب و دماغ پر چھائی رہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی، جب صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ دربار نبوی ﷺ میں جلدی سے حاضر ہوئے اور دریافت کیا ''اے محمد! آپ نے مجھے کیا دعوت دی تھی؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے دعوت پیش کی تھی کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، تم لات و عزیٰ کا انکار کرو اور شرک سے برات کا اظہار کرو'' یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا، کچھ دن تک ابو طالب سے ڈرتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے پھر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے انتہائی کم عمری اور اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھوں میں دے دیا اور پھر تا عمر مقصد رسول کی خاطر کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ البدایۃ والنہایۃ (۲۴/۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت میں ایسے بہت سے کارنامے ہیں جو اس توفیق کی طرف مشیر ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے انہیں بہت سی خصوصیات بخشیں اور ان فضائل کی طرف مشیر ہیں جو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت میں جمع ہیں، جن کی وجہ سے یہ نابغہ روزگار شخصیت بنے، رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں تربیت پائی، اور زندگی کے آخری لمحات تک مسلمانوں کی قیادت کی ذمہ داری سرانجام دی۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی تعریف میں بہت عمدہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کی امارت کی تعریف کرتے ہوئے کہا سب سے زیادہ قدرت والے، سب سے کم سستی و کاہلی والے، لوگوں کے لئے شفیق والدہ کی طرح، افشانی بابرکت شخصیت کے مالک، کامیابی جن کا مقدر، جنگ کے وقت سب سے زیادہ سخت، قرشیوں میں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام کا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ اسلام لانے سے تین روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک انتہائی تیرہ و تاریک مقام پر ہوں، جہاں کچھ نظر نہیں آتا اچانک چاند نمودار ہوا، میں اس کے پیچھے چل پڑا، کچھ لوگ مجھے دکھائی دیئے جو مجھ سے پہلے ہی چاند تک پہنچ گئے، ان میں زید بن حارثہ، علی بن ابی طالب اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کب یہاں پہنچے؟ انہوں نے کہا ابھی ابھی آئے ہیں۔ اس خواب کے بعد میں نے مسلمان ہونے کا ارادہ کرلیا اور حضور ﷺ کی تلاش میں لگ گیا۔

مجھے اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دے رہے ہیں میں آپؐ سے ''شعب اجیاد'' میں ملا۔ جب کہ آپؐ عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے، میں نے عرض کیا کہ آپؐ کس چیز کی طرف بلا رہے ہیں، آپؐ نے فرمایا تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں، میں نے کہہ دیا کہ میں گواہی دیتا

ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ مجھ سے اسلام لانے میں صرف یہی مذکورہ افراد سبقت لے گئے تھے۔

اگر نہ ان کی پناہ ملتی نجانے کیا کچھ تباہ ہوتے
جہاں میں ہم لوگ آ گئے تھے ظلوم بن کر جہول ہو کر

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے ایمان واسلام پر باسعادت وخوش ہو کر چلے گئے۔ ان کی والدہ حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد مناف کو ان کے اسلام کی اطلاع ہوئی تو بہت پریشان ہوئیں اور غصے میں بھر گئیں۔ اور سخت ترین قسم کھائی کہ جب تک سعد رضی اللہ عنہ ایمان سے نہیں پھرے گا اس وقت تک نہ وہ کھائے گی نہ پئے گی اور نہ سائے میں بیٹھے گی، مگر اس بہادر جرنیل کو جذبات مغلوب نہیں کر سکتے تھے اور ان لطیف جذبات میں وہ بہہ نہیں سکتے تھے، اللہ عز وجل کی ذات پر ایمان، جذبات کی تیز وتند ہواؤں سے زیادہ مضبوط ہے، جب تک کہ یہ اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود اپنی والدہ کے غصے ہونے اور اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کا بہت زیادہ فرماں بردار تھا، جب میں مسلمان ہوا تو میری والدہ نے کہا: اے سعد یہ کون سا نیا دین تو نے اختیار کرلیا ہے، تو اس دین کو چھوڑ دے ورنہ میں مرجاؤں گی، نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی، میری وجہ سے لوگ تمہیں عار دلائیں گے کہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اماں جان آپ ایسا مت کریں، میں اس دین کو کسی بھی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ ایک روز یوں ہی بغیر کھائے پئے رہی، اگلے روز کمزوری ان پر غالب تھی، ایک دن اور رات بھی اسی طرح گزار دیا، اور زیادہ کمزور ہوگئیں جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو کہا کہ: اماں جان! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کی قسم اگر آپ کی سو جانیں بن جائیں اور ایک جان نکلتی رہے اور آپ بار بار مرتی رہیں تب بھی میں اس دین کو کسی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا، دل چاہے کھاؤ، دل چاہے نہ کھاؤ، جب انہوں نے یہ پختگی دیکھی تو کھانا پینا شروع کر دیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

"وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ

تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ۔

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں۔ تو ان کا کہنا نہ ماننا، تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو تمہارے سب کام بتادوں گا''

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا موقف بہادری، کمال ایمان صدق عزیمت اور دین اور رسول ﷺ سے وفاداری پر دلالت کرتا ہے۔ جذبات کے سامنے ان کے تیز ے ٹیڑھے نہیں ہوئے اور قرابت داری کے سامنے ان کی شخصیت میں لچک نہیں آئی ان کا نصب العین تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا تھا۔

(فرسان حول الرسول: ص:۲۰۶۔۲۰۷)

قافلوں کے لئے ذات ان کی چراغ منزل
تیرہ راہوں میں وہ چمکیں گے مثال خاور

﴿حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت طلحہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں بصریٰ کے بازار اور میلہ میں موجود تھا، وہاں ایک پادری اپنے گرجا گھر کے بالا خانے میں رہتا تھا، اس نے ایک دن میرے سامنے لوگوں سے کہا ''اس بازار اور میلہ والوں سے پوچھو کہ کیا ان میں کوئی حرم کا رہنے والا ہے؟''

میں نے کہا ''ہاں میں ہوں!''

''کیا احمد (ﷺ) کا ظہور ہو گیا ہے؟'' پادری نے پوچھا۔

''احمد کون؟'' میں نے دریافت کیا۔

''عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ آخری نبی ہیں۔ حرم (مکہ) میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ ہجرت کر کے ایسی جگہ جائیں گے جہاں کھجوروں کے باغات ہوں گے، پتھریلی اور شوریلی زمین ہوگی، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو ان کا اتباع کرلیں اور تم ان سے پیچھے رہ جاؤ'' پادری نے مجھے تفصیل سے مطلع کیا۔ اس کی بات میرے دل کو لگی اور میں وہاں سے تیزی سے چلا اور مکہ پہنچ گیا اور میں نے پوچھا، کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ ہاں! محمد بن عبداللہ (ﷺ) جو امین کے لقب سے مشہور ہیں انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ان کا اتباع کیا ہے''

یہ سن کر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا:

''کیا آپ نے اس آدمی کا اتباع کرلیا ہے؟''

''ہاں! تم بھی ان کی خدمت میں جاؤ اور ان کا اتباع کرلو، کیونکہ وہ حق کی دعوت دیتے ہیں'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اس کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پادری کی بات

بتائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے، وہاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے حضور ﷺ کو بھی پادری کی بات بتائی جس سے حضور ﷺ کو بہت خوشی ہوئی۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں حضرات کو نوفل بن خویلد نے پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا اور بنو تیم نے ان دونوں کو نہ بچایا۔ نوفل بن خویلد کو شیر قریش کہا جاتا تھا۔

ایک رسی میں باندھے جانے کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قرینین (دوساتھی) کہا جاتا ہے۔

حیاۃ الصحابۃ (۳۷۰/۱) والبدایۃ والنہایۃ (۲۹/۳)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ان جرنیلوں میں سے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں جنہوں نے اسلام کے طلوع ہوتے ہی اس کی پکار پر لبیک کہا۔ چنانچہ سابقین اولین میں سے ہوئے اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ حاصل کیا۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پہلی جماعت کے ساتھ اس وقت اسلام لائے جب کہ ابھی آپؐ دار ارقم میں رونق افروز ہوئے تھے اور نہ ہی وہاں دعوت شروع ہوئی تھی۔

اسلام لانے کے بعد جو حالات اور ناگواریاں مسلمانوں کو پیش آتی تھیں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکے، چنانچہ قیس بن حازم سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی مسجد میں یہ کہتے ہوئے سنا:

"اللہ کی قسم! اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے باندھ دیا کرتے تھے تاکہ میں اسلام چھوڑ دوں" (فرسان حول الرسول، ص: ۳۲۵۔۳۲۶)

تیرے نثار مشق ستم میں کمی نہ کر
اتنے تو داغ ہوں کہ گلستاں کہیں جسے

﴿حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

ایک روز آنحضرت ﷺ اپنے مونس وہمدم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرف سے گذرے جہاں ننھے عبداللہ بن مسعود بکریاں چرا رہے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا "صاحبزادے! تمہارے پاس کچھ دودھ ہو تو ہماری پیاس بجھاؤ" بولے "میں آپ کو دودھ نہیں دے سکتا کیونکہ یہ دوسرے کی امانت ہے" آنحضرت ﷺ نے فرمایا "کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس نے بچے نہ دیئے ہوں" عرض کیا "ہاں" اور ایک بکری پیش کی۔ آپ نے تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی، یہاں تک کہ وہ دودھ سے لبریز ہو گیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو علیحدہ لے جا کر دوہا تو اس قدر دودھ نکلا کہ تینوں نے یکے بعد دیگرے خوب سیر ہو کر نوش فرمایا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تھن سے فرمایا خشک ہو جا اور وہ پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا۔

اس کرشمہ قدرت نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دل پر بے حد اثر کیا، حاضر ہو کر عرض کی "مجھے اس موثر کلام کی تعلیم دیجئے" آپ نے شفقت سے ان کے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا "تم تعلیم یافتہ بچے ہو" غرض اس روز سے وہ معلم ﷺ دین مبین کے حلقہ تلمذ میں داخل ہوئے، اور بلا واسطہ خود صاحب وحی والہام سے ستر سورتوں کی تعلیم حاصل کی جن میں کوئی ان کا شریک نہ تھا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ خدمت بابرکت میں حاضر رہنے لگے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنا خادم خاص بنالیا۔

اسد الغابۃ (۲/ تذکرۃ عبداللہ بن مسعود) سیر الصحابۃ (۲/۲۷۶)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

دعوت توحید کی صدا گوایک عرصہ سے مکہ کی گھاٹیوں میں گونج رہی تھی، تاہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے سپاہی صفت کوان باتوں سے کیا تعلق؟ انہیں صحرانوردی اور سیر وشکار سے کب فرصت تھی جوشرک وتوحید کی حقانیت پر غور کرتے لیکن خدا نے عجیب طرح سے ان کی رہنمائی کی۔ ایک روز حسب معمول شکار سے واپس آرہے تھے، کوہ صفا کے پاس پہنچے تو ایک لونڈی نے کہا ''ابوعمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم اپنے بھتیجے محمد ﷺ کا حال دیکھتے، وہ خانہ کعبہ میں اپنے مذہب کا وعظ کہہ رہے تھے کہ ابوجہل نے نہایت سخت گالیاں دیں اور بہت بری طرح ستایا، لیکن محمد ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا اور بے بسی کے ساتھ لوٹ گئے'' یہ سننا تھا کہ رگ حمیت میں جوش آ گیا، تیزی کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف بڑھے، ان کا قاعدہ تھا کہ شکار سے واپس آتے ہوئے کوئی راہ میں مل جاتا تو کھڑے ہو کر ضرور اس سے دودو باتیں کر لیتے تھے، لیکن اس وقت جوش انتقام نے مغضوب الغضب کر دیا تھا، کسی طرف متوجہ نہ ہوئے اور سیدھے خانہ کعبہ پہنچ کر ابوجہل کے سر پر زور سے اپنی کمان دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا، یہ دیکھ کر بنی مخزوم کے چند آدمی ابوجہل کی مدد کے لئے دوڑے اور بولے حمزہ شاید تم بھی بددین ہو گئے، فرمایا ''جب اس کی حقانیت مجھ پر ظاہر ہو گئی تو کیا چیز مجھے اس سے باز رکھ سکتی ہے؟ ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کے رسولؐ ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں سب حق ہے، خدا کی قسم اب میں اس سے پھر نہیں سکتا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو' ابوجہل نے کہا ابوعمارہ کو چھوڑ دو، خدا کی قسم! میں نے ابھی اس کے بھتیجے کو سخت گالیاں دی ہیں۔

یہ اسلام کا وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت ﷺ ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں پناہ گزین تھے، اور مومنین کا حلقہ صرف چند کمزور وناتواں ہستیوں پر محدود تھا، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اضافہ سے دفعتہً حالت بدل گئی اور کفار کی مطلق العنان دست درازیوں اور ایذا رسانیوں کا

سد باب ہو گیا، کیونکہ ان کی شجاعت و جانبازی کا تمام مکہ لوہا مانتا تھا۔
المستدرک للحاکم (۹۳/۳) سیر الصحابہ (۱۸۸/۲ـ۱۸۹)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا شمار تاریخ اسلام کے جانباز مجاہدین اور مایہ ناز سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔ آپ کی مظلومانہ اور اندوہناک شہادت اہل اسلام کو عزیمت و استقامت کا درس فراہم کرتی ہے۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ قحطانی النسل تھے، یمن ان کا اصلی وطن تھا، اپنے ایک گمشدہ بھائی کی تلاش میں دوسرے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ مکہ پہنچے، وہ دونوں واپس لوٹ گئے، لیکن انہوں نے یہیں طرح اقامت ڈال دی، اور بنومخزوم سے حلیفانہ تعلق پیدا کر کے ابوحذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی ایک لونڈی سمیہ سے شادی کرلی جس سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، ابوحذیفہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ان کے بچپن ہی میں آزاد کر کے تاحیات دونوں باپ بیٹے کو لطف ومحبت سے اپنے ساتھ رکھا۔

ابوحذیفہ کی وفات کے بعد ہی اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب ابن سنان رضی اللہ عنہ ایک ساتھ ایمان لائے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے صہیب کو ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر دیکھ کر پوچھا ''تم کس ارادہ سے آئے ہو'' بولے پہلے تم اپنا ارادہ بیان کرو'' میں نے کہا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر ان کی کچھ باتیں سننا چاہتا ہوں'' بولے ''میرا بھی مقصد یہی ہے'' غرض دونوں ایک ساتھ داخل ہوئے، اور ساقی اسلام کے ایک ہی جام نے دونوں کو نشہ توحید سے مخمور کر دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے ان کے والدین بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ طبقات ابن سعد (۱/۱۷۷)

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر جس وقت ایمان لائے، تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ صرف پانچ غلام اور دو عورتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا، یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا تھا، ورنہ صحیح روایت کی بنا پر اس وقت تک تیس اصحاب سے زیادہ اس دائرہ میں داخل ہو چکے تھے، جنہوں نے مشرکین کے خوف سے اعلان نہیں کیا تھا۔ فتح الباری (۱۷/۷) اسد الغابہ ۴/۴۴)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ گو ایک بے یارومددگار غریب الوطن تھے، دنیاوی وجاہت و طاقت بھی حاصل نہ تھی، اور سب سے زیادہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اس

وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں، تاہم جوش ایمان نے ایک دن سے زیادہ مخفی ہو کر رہنے نہ دیا، مشرکین نے ان کو اور ان کے خاندان کو لاچار و مجبور دیکھ کر سب سے زیادہ مشق ستم بنالیا، طرح طرح کی اذیتیں دیں، ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹایا دہکتے ہوئے انگاروں سے جلایا، اور گھنٹوں پانی میں غوطے دیئے لیکن جلوہ توحید نے کچھ ایسا وارفتہ کر دیا تھا کہ ان تمام سختیوں کے باوجود ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔

طبقات ابن سعد (۱/۱۷۷)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیزہ سے شہید کیا، چنانچہ تاریخ اسلام کی یہ پہلی عبرتناک شہادت تھی، ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اس گرداب اذیت میں جان بحق ہوئے۔

ایک دفعہ مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا، آنحضرت ﷺ اس طرف سے گذرے تو ان کے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا "اے آگ! تو ابراہیم علیہ السلام کی طرح عمار رضی اللہ عنہ پر ٹھنڈی ہو جا" اسی طرح جب ان کے گھر کی طرف سے گذرتے اور خاندان یاسر رضی اللہ عنہ کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو فرماتے "اے آل عمار رضی اللہ عنہ تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے۔" مستدرک الحاکم (۳/۳۸۸)

ایک دفعہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے گردش زمانہ کی شکایت کی، ارشاد ہوا، "صبر کرو! صبر کرو!" پھر دعا فرمائی "اے خدا! آل یاسر رضی اللہ عنہ کو بخش دے" ایک روز مشرکین نے ان کو پانی میں اس قدر غوطے دیئے کہ بالکل بدحواس ہو گئے، یہاں تک کہ اسی حالت میں ان جفا کاروں نے جو کچھ چاہا ان کی زبان سے اقرار کرالیا، اس کے بعد گو اس مصیبت سے گلو خلاصی ہو گئی، تاہم غیرت ملی نے عرق عرق کر دیا، دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا، آنحضرت ﷺ نے پوچھا، "عمار! کیا خبر ہے؟" عرض کی یا رسول اللہ! نہایت ہی بری خبر ہے۔ آج مجھے اس وقت تک مخلص نہ ملی جب تک میں نے آپ کی شان میں برے الفاظ اور ان کے معبودوں کے حق میں کلمات خیر استعمال نہ کیے" ارشاد ہوا "تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟" عرض کی "میرا دل ایمان سے مطمئن

ہے" سرور کائنات ﷺ نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے پونچھے، اور انہیں تسلی دی۔

اس کے بعد قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔ (النحل:۱۴)

"جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کرے مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے (اس سے کوئی مواخذہ نہیں)"

ایک مرتبہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ "کیا قریش مسلمانوں کو اس قدر اذیت پہنچاتے تھے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دینے پر مجبور ہو جائیں؟" بولے "خدا کی قسم ہاں! وہ ان کو مارتے تھے، بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے، یہاں تک کہ ضعف اور کمزوری سے وہ اٹھنے بیٹھنے سے مجبور ہو جاتے تھے، اسی حالت میں وہ جو کچھ چاہتے تھے ضمیر کے خلاف ان سے اقرار کرا لیتے تھے" غرض حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی انہیں گرفتاران مصائب میں تھے، جنہوں نے راہ خدا میں صبر و استقامت کے ساتھ گوناگوں مصائب اور مظالم برداشت کیے، لیکن آئینہ دل سے توحید کا عکس زائل نہ ہوا، ضعیفی کے عالم میں جن لوگوں نے ان کی پیٹھ ننگی دیکھی تھی، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت تک کثرت کے ساتھ سیاہ لکیریں، دہکتی ہوئی ریت اور دہکتے ہوئے انگاروں کے داغ ان کی پیٹھ پر موجود تھے۔ طبقات ابن سعد (۱/۱۷۷)

ان کے حبشہ کی ہجرت کے متعلق ارباب سیر میں اختلاف ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ وہ دوسری ہجرت میں شریک تھے، مدینہ کی ہجرت کا عام حکم ہوا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بھی اس سرزمین امن کی راہ لی، اور حضرت مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے، آنحضرت ﷺ نے یہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان انصاری سے بھائی چارہ کرا دیا اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعہ زمین مرحمت فرمایا۔

طبقات ابن سعد (۱/۱۷۹) تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے، سیر الصحابہ (۲/۳۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

بچپن میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا، اس لیے فقر و افلاس بچپن کے ساتھی بن گئے تھے، بسرہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی کپڑے پر ملازم تھے اور خدمت یہ سپرد تھی کہ جب وہ کہیں جانے لگے تو یہ پا پیادہ ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے اس کی سواری کے ساتھ چلیں اتفاق سے بعد میں یہی عورت ان کے نکاح میں آ گئی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہم قبیلہ طفیل بن عمر دوسی ہجرت عظمیٰ سے قبل مکہ ہی میں قرآن کے معجزان سحر سے مسحور ہو چکے تھے اور قبول اسلام کے بعد اس کی تبلیغ کے لیے یمن لوٹ آئے ان ہی کی کوششوں سے دوس میں اسلام پھیلا اور غزوہ خیبر کے زمانہ میں یہ یمن کے اسی (۸۰) خانوادوں کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں مدینہ حاضر ہوئے، لیکن آپ اس وقت خیبر میں تشریف رکھتے تھے، اس لیے یہ لوگ مدینہ سے خیبر پہنچے، اسی قبیلہ کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور راستہ میں بڑے شوق و ولولہ کے ساتھ شعر

یــالیـلة مــن طــولهــا و عــنــائهــا
عــلــی انهــا مــن دار الــكــفــر نــجــت

''اے رات! تیری مشقت اور طوالت کتنی سخت ہے جبکہ آج ہمیں
کفر سے نجات ملنے والی ہے (یعنی تو مختصر ہو جا تا کہ میں جلدی سے
ہدایت کو حاصل کر لوں)

پڑھتے جاتے تھے، اسی ذوق و شوق کے ساتھ خیبر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے ان کا ایک غلام راستہ میں گم تھا، اتفاق سے اسی وقت وہ دکھائی دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارا غلام آ گیا، عرض کیا خدا کی راہ میں آزاد ہے، بیعت اسلام کے بعد دامن نبوی سے ایسے وابستہ ہوئے کہ مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑا۔

سیر الصحابة (۵۰/۳)، (اسد الغابہ ۳۱۲/۵)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنوغفار رہزنی کیا کرتا تھا جاہلیت میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی پیشہ تھا اور وہ نہایت مشہور راہزن تھے، تن تنہا نہایت جرأت اور دلیری سے قبائل کو لوٹتے تھے لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کی زندگی میں دفعتہً انقلاب ہوا اور ایسا سخت ہوا کہ رہزنی یک لخت ترک کر کے ہمہ تن خدا پرستی کی طرف مائل ہو گئے، چنانچہ ظہور اسلام کے پہلے جب سارا عرب ضلالت میں مبتلا تھا وہ خدا کی پرستش کرتے تھے، ابو معشر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ جاہلیت ہی سے موحد تھے، خدا کے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے تھے اور بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے، ان کی خدا پرستی عام طور پر لوگوں میں مشہور تھی، چنانچہ جس شخص نے ان کو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے ظہور کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ تھے کہ "ابوذر رضی اللہ عنہ مکہ میں تمہاری طرح ایک شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے"۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدا پرستی صرف اعتراف توحید تک محدود نہ تھی بلکہ جس طرح بن پڑتا تھا نماز بھی پڑھتے تھے، وہ خود کہتے تھے کہ میں آنحضرت ﷺ سے ملنے کے تین سال قبل سے نماز پڑھتا تھا، لوگوں نے پوچھا کس کی نماز پڑھتے تھے کہا خدا کی، پوچھا "کس طرف رخ کرتے تھے؟" جواب دیا "جس طرف خدا پھیر دیتا"

اینما تولوا فثم وجه الله

"تم جس طرف بھی رخ کرو گے وہیں اللہ ہے"

ہر جا کنیم سجدہ بآں آستان رسید

"جہاں بھی سجدہ کرتا ہوں انہیں کا آستاں نظر آتا ہے"

چونکہ ابوذر رضی اللہ عنہ جاہلیت ہی سے راہ حق کے متلاشی تھے، اس لیے حق کی پکار سنتے ہی لبیک کہا اور اس وقت دعوت حق کا جواب دیا، جب چار آدمیوں کے سوا ساری دنیا کی زبانیں اس اعلان حق سے خاموش تھیں۔ اس اعتبار سے اسلام لانے والوں میں ان کا

پانچواں نمبر ہے، ان کے اسلام کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے یہ دلچسپ داستان خود ان کی زبان سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ جب میں قبیلہ غفار میں تھا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ مکہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، میں نے اپنے بھائی کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بھیجا، وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا کہو کیا خبر لائے؟ انہوں نے کہا ''خدا کی قسم! یہ شخص نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے'' اس قدر مجمل بیان سے میری تشفی نہیں ہوئی، اس لیے میں خود سفر کا مختصر سامان لے کر مکہ چل کھڑا ہوا وہاں پہنچا تو یہ دقت پیش آئی کہ میں رسول اکرم کو پہنچانتا نہ تھا اور کسی سے پوچھنا بھی مصلحت نہ تھی، اس لیے خانہ کعبہ میں جا کر ٹھہر گیا اور زمزم کے پانی پر بسر کرنے لگا، اتفاق سے ایک دن علی رضی اللہ عنہ گذرے، انہوں نے پوچھا تم مسافر معلوم ہوتے ہو، میں نے کہا ہاں، وہ مجھ کو اپنے گھر لے گئے لیکن مجھ سے ان کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی، صبح اٹھ کر میں پھر کعبہ گیا کہ لوگوں سے اپنے مقصود کا پتہ دریافت کروں کیوں کہ ابھی تک آنحضرت ﷺ کے حالات سے بے خبر تھا، اتفاق سے پھر علی رضی اللہ عنہ گذرے اور پوچھا کہ ''اب تک تم کو اپنا ٹھکانہ نہیں معلوم ہوا'' میں نے کہا نہیں، وہ پھر دوبارہ مجھ کو اپنے ساتھ لے چلے، اس مرتبہ انہوں نے پوچھا، کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا اگر آپ اس کو راز میں رکھیں تو عرض کروں، فرمایا مطمئن رہو، میں نے کہا میں نے سنا تھا کہ یہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، پہلے اس خبر کی تصدیق اور اس شخص کے حالات دریافت کرنے کے لیے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا مگر وہ کوئی تشفی بخش خبر نہ لایا، اس لیے اب میں خود اس سے ملنے آیا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے نیکی کا راستہ پالیا، سیدھے میرے ساتھ چلے آؤ جس مکان میں میں جاؤں تم بھی میرے ساتھ چلے آنا، راستہ میں اگر کوئی خطرہ پیش آئے گا تو میں جوتا درست کرنے کے بہانے سے دیوار کی طرف ہٹ جاؤں گا اور تم بڑھے چلے جانا، چنانچہ میں حسب ہدایت ان کے ساتھ ہولیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میرے سامنے اسلام پیش کیجئے، آپ نے اسلام پیش کیا اور میں اسلام کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا، قبول اسلام کے بعد آپ نے فرمایا، ابوذر ابھی تم اس کو پوشیدہ رکھو اور اپنے گھر لوٹ جاؤ، میرے ظہور کے بعد

واپس آنا، میں نے قسم کھا کر کہا میں اسلام کو چھپا نہیں سکتا، ابھی لوگوں کے سامنے پکار کر اعلان کروں گا، یہ کہہ کر مسجد میں آیا، یہاں قریش کا مجمع تھا، میں نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ قریشو! میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں، یہ سن کر ان لوگوں نے للکار کہا اس بے دین کو پکڑلو، اس آواز کے ساتھ ہی چاروں طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے دم کر دیا، اس دردناک منظر کو دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہوسکا، وہ مجھ کو بچانے کے لیے میرے اوپر گر پڑے اور ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ ایک غفاری کی جان لینا چاہتے ہو حالانکہ یہ قبیلہ تمہاری تجارت کا گذرگاہ ہے، یہ سن کر سب ہٹ گئے، لیکن اسلام کا وہ نشہ نہ تھا جس کا خمار قریش کے غیظ وغضب کی ترشی سے اتر جاتا، دوسرے دن پھر اس حق گو کی زبان پر یہ نعرہ مستانہ تھا۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے ہارے بھی تو بازی مات نہیں

اور پھر وہی مسجد تھی، وہی صنادید قریش کا مجمع تھا اور وہی ان کی ستم آرائی تھی۔

صحیح مسلم، فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ میں ان کے اسلام کے بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک یہی مذکورہ بالا روایت اس روایت کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسری روایت خود ان سے مروی ہے، لیکن دونوں روایتوں کے واقعات باہم مختلف ہیں، ان کی زبانی جو روایت منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اپنے وطن سے اپنے بھائی انیس اور اماں کو لے کر اپنے ماموں کے یہاں گئے، کچھ دنوں کے بعد ان سے خفا ہو کر چلے گئے، اتفاق سے ایک مرتبہ انہیں کی ضرورت سے مکہ گئے وہاں سے لوٹ کر ابوذر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کے واقعات بیان کیے۔ آپ کے اوصاف سن کر وہ خود تحقیقات کے لیے مکہ پہنچے اور ایک شخص سے آپ کا پتہ پوچھا، پوچھتے ہی ہر طرف سے مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے دم کر دیا، لیکن یہ نہ ہٹے، تیسرے دن آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی، وہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور یہ مشرف باسلام ہوئے، ہم نے جو صورت واقعہ نقل کی ہے وہ چونکہ بخاری و مسلم اور مستدرک تینوں میں ہے اس لیے اس کو ترجیح دی۔

کچھ دن مکہ میں قیام کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو ان کے گھر واپس کر دیا، اور فرمایا کہ میں عنقریب یثرب ہجرت کرنے والا ہوں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرو، شاید خدا ان کو فائدہ بخشے اور اس صلہ میں تمہیں بھی اجر ملے، انہوں نے آپ کے حسب ارشاد روانگی کی تیاری شروع کر دی اور وطن کا سفر کرنے سے پہلے اپنے بھائی انیس سے ملے، انہوں نے پوچھا کیا کر کے آئے، جواب دیا اعتراف صداقت کر کے اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا، یہ سن کر وہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، یہاں سے دونوں تیسرے بھائی امنا کے پاس پہنچے، وہ بھی مشرف باسلام ہوئے، اس کے بعد تینوں وطن پہنچے اور دعوت حق میں اپنا وقت صرف کرنے لگے، آدھا قبیلہ تو اسی وقت مسلمان ہو گیا اور آدھا ہجرت کے بعد مسلمان ہوا۔

رواہ مسلم فی فضائل ابی ذرؓ واحمد (۵/۱۷۴) .

تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے، سیر الصحابہ (۶۶_۸۶)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

مجاہدین اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا فرمادیا اور ہدایت کا راستہ میرے سامنے کھل گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ محمد (ﷺ) کے خلاف تمام لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں لیکن ہر لڑائی سے واپسی پر مجھے یہ خیال آتا تھا کہ میں یہ ساری بھاگ دوڑ بے فائدہ کررہا ہوں اور یقیناً محمد (ﷺ) غالب ہو کر رہیں گے۔ جب حضور ﷺ حدیبیہ کے لئے روانہ ہوئے تو میں مشرکوں کے سواروں کا ایک دستہ لے کر نکلا اور عسفان میں میرا حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے سامنا ہو گیا اور میں آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا میں نے آپ سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرنی چاہی۔ آپ ہمارے سامنے اپنے صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھانے لگے۔ ہم نے سوچا کہ ہم نماز کے دوران ہی آپ پر حملہ کردیں لیکن ہم کسی فیصلہ تک نہ پہنچ سکے اس لئے ہم نے حملہ نہ کیا اور اسی میں خیر تھی۔ آپ کو ہمارے اس ارادہ کا پتہ چل گیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا) چنانچہ آپ نے اپنے صحابہ کو عصر کی نماز صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر پڑھائی۔ اس بات کا ہمارے دلوں پر بہت اثر پڑا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس آدمی کی حفاظت کا مستقل (غیبی) انتظام ہے۔ آپ ہم سے ایک طرف ہو گئے اور ہمارے گھوڑوں کا راستہ چھوڑ کر دائیں طرف چلے گئے، جب آپ نے حدیبیہ میں قریش سے صلح کرلی اور قریش نے آپ کو زبانی جمع خرچ سے واپس کر کے اپنی جان بچائی تو میں نے اپنے دل میں کہا اب کونسی چیز باقی رہ گئی ہے؟ اب میں کہاں جاؤں نجاشی کے پاس؟ نجاشی نے تو محمد (ﷺ) کا اتباع کرلیا ہے اور ان کے صحابہ اس کے پاس امن سے رہ رہے ہیں کیا میں ہرقل کے پاس چلا جاؤں؟ تو مجھے اپنا دین چھوڑ کر نصرانیت یا یہودیت کو اختیار کرنا پڑے گا اور عجم میں رہنا پڑے گا یا اپنے وطن میں باقی لوگوں کے ساتھ رہتا رہوں۔ میں اسی سوچ بچار میں تھا کہ اچانک حضور عمرہ کی قضا کرنے کے لئے مکہ میں تشریف لے آئے میں مکہ سے غائب ہو گیا اور آپ کی آمد پر میں حاضر

نہیں ہوا اور میرے بھائی ولید بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ اس عمرہ میں مکہ آئے۔ انہوں نے مجھے بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ پایا تو انہوں نے مجھے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد! ابھی تک اسلام لانے کی تمہاری رائے نہیں بنی۔ اس سے زیادہ عجیب بات میں نے کوئی نہیں دیکھی۔ حالانکہ تم بہت عقلمند ہو۔ اسلام جیسے مذہب سے بھی کوئی ناواقف رہ سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا کہ خالد کہاں ہیں؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ان کو ضرور لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا خالد جیسا آدمی بھی اب تک اسلام سے ناواقف ہے۔ اگر وہ اپنی ساری قوت اور محنت مسلمانوں کے ساتھ لگا دیتے تو ان کے لئے زیادہ بہتر تھا اور ہم ان کو دوسروں سے آگے رکھتے اے میرے بھائی! خیر کے بہت سے مواقع تم سے رہ گئے اب تو ان کی تلافی کرلو"

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ جب مجھے اپنے بھائی کا خط ملا تو میرے دل میں مدینہ جانے کا ایک شوق پیدا ہوا اور اسلام کی رغبت بڑھنے لگی۔ اور مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ حضور نے میرے بارے میں پوچھا اور اس زمانے میں، میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک قحط زدہ اور تنگ علاقہ میں ہوں۔ پھر میں وہاں سے نکل کر ایک سرسبز اور وسیع علاقے میں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے کہا یہ سچا خواب معلوم ہوتا ہے۔ جب میں مدینہ آیا تو میں نے کہا اس خواب کا حضرت ابوبکر سے ضرور تذکرہ کروں گا۔ (چنانچہ میں نے ان سے اس خواب کا ذکر کیا تو) انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ علاقے کی تنگی سے مراد وہ شرک ہے جس میں تم مبتلا تھے اور اس تنگ علاقہ سے نکلنے سے مراد اللہ کی طرف سے اسلام کی ہدایت کا مل جانا ہے جب میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کا پختہ ارادہ کرلیا تو میں نے سوچا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے کس کو اپنے ساتھ لوں (اس سلسلے میں) میں صفوان بن امیہ کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا اے ابووہب! کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم کس حال

میں ہیں؟ ہماری تعداد داڑھوں کی طرح سے کم ہوتی جارہی ہے اور محمد عرب اور عجم پر غالب آتے جارہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی اتباع کر لینا چاہئے کیونکہ محمد کی عزت ہماری عزت ہے لیکن صفوان نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے علاوہ اور کوئی بھی نہ بچا تو بھی میں ان کا اتباع ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اسے چھوڑ کر چل دیا اور میں نے دل میں کہا اس آدمی کے بھائی اور والد کو بدر میں قتل کیا گیا تھا (اس لئے یہ نہیں مان رہے ہیں) پھر میری عکرمہ بن ابی جہل سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے وہی بات کی جو صفوان بن امیہ سے کی تھی۔ انہوں نے صفوان بن امیہ جیسا جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا میری اس بات کو چھپائے رکھنا۔ انہوں نے کہا اچھا کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ پھر میں اپنے گھر گیا اور اپنی سواری کو تیار کروایا میں اس کو لے کر چل پڑا تو راستہ میں میری عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا یہ میرا دوست ہے اس سے بھی اپنی بات کر کے دیکھوں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اس کے آباؤ اجداد بھی (مسلمانوں کے ہاتھوں) قتل ہو چکے ہیں تو ان سے ذکر کرنے کو مناسب نہ سمجھا پھر میں نے کہا ان سے ذکر کرنے میں کیا حرج ہے؟ میں تو اب جا ہی رہا ہوں چنانچہ (اسلام کے خلاف) ہماری محنت کا جو نتیجہ نکل رہا ہے وہ میں نے ان کو بتایا اور میں نے یہ بھی کہا ہماری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو کسی سوراخ میں گھس گئی ہو تو اگر اس سوراخ میں ایک ڈول بھی پانی ڈال دیا جائے تو لومڑی کو نکلنا پڑے گا۔ پہلے دونوں ساتھیوں سے میں نے جو بات کی ایسی ہی ان سے بھی کی۔ وہ فوراً مان گئے۔ میں نے ان سے کہا میں تو آج ہی جانا چاہتا ہوں اور میری سواری فج مقام پر تیار بیٹھی ہے۔ ہم دونوں نے آپس میں (مکہ سے باہر) مقام یاجج پر اکٹھا ہونا طے کیا کہ اگر وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو وہ میرا وہاں انتظار کریں گے اور اگر میں ان سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو میں ان کا انتظار کروں گا۔

چنانچہ صبح سحری کے وقت ہم لوگ گھروں سے نکلے اور طلوع فجر سے پہلے ہی ہم لوگ مقام یاجج پر جمع ہو گئے۔ پھر وہاں سے ہم دونوں روانہ ہوئے۔ جب ہم ہدہ مقام پر پہنچے تو وہاں ہمیں حضرت عمرو بن العاص ملے۔ انہوں نے کہا تم لوگوں کو خوش آمدید ہو۔ ہم نے کہا تمہیں بھی خوش آمدید ہو۔ انہوں نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟ ہم نے کہا تم گھر سے کس

ارادے سے چلے ہو؟ ہم نے کہا ہمارا ارادہ تو اسلام میں داخل ہونے کا اور محمد کے اتباع کرنے کا ہے۔ انہوں نے کہا میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں اب ہم تینوں ساتھ ہو لئے اور مدینہ جا پہنچے اور حرہ میں اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ حضور ﷺ کو ہمارے آنے کی خبر ملی جس سے آپ بہت خوش ہوئے۔ میں نے اپنے صاف ستھرے کپڑے پہنے اور حضور ﷺ کی جانب چل پڑا۔ راستہ میں میرے بھائی مجھے ملے۔ انہوں نے کہا جلدی کرو۔ حضور ﷺ کو تمہاری خبر مل چکی ہے اور وہ تمہارے آنے سے خوش ہیں اور تم لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم تیز چلنے لگے۔ جب میں نے آپ کو دور سے دیکھا تو آپ مجھے دیکھ کر مسکراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے قریب آ کر یا نبی اللہ کہہ کر سلام کیا۔ آپ نے کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ میں نے کلمۂ شہادت پڑھا:

اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں"

آپ نے فرمایا آگے آؤ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تم کو ہدایت دی۔ تمہاری عقل و سمجھ کو دیکھ کر مجھے یہی امید تھی کہ تمہیں خیر ہی کی توفیق ملے گی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں جن لڑائیوں میں آپ کے مقابلہ میں حق کے خلاف لڑا ہوں مجھے ان کا بہت خیال آ رہا ہے۔ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف کر دے۔ آپ نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ میں نے کہا آپ اس کے باوجود میرے لئے دعا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جتنی بھی کوشش اور محنت کی ہے اسے معاف فرما دے۔

پھر حضرت عثمان اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہما آگے بڑھ کر حضور ﷺ سے بیعت ہوئے۔ ہم لوگ صفر ۸ ہجری کو مدینہ آئے تھے۔ اللہ کی قسم! ضروری اور مشکل امور میں حضور ﷺ اپنے صحابہ میں سے کسی کو میرے برابر قرار نہ دیتے تھے۔ کنز العمال (۷/۳۰)، البدایۃ والنھایۃ (۴/۲۳۸)
حیاۃ الصحابۃ (۱/۲۱۵-۲۱۸)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عمرو ابتداء ہی سے سلیم الفطرت تھے، چنانچہ زمانہ جاہلیت میں جب کہ سارا عرب بت پرستی میں مبتلا تھا، ان کو اس سے نفرت تھی اور بت پرستوں کو گمراہ سمجھتے تھے، بعثت نبوی ﷺ کی خبر پا کر مکہ آئے، اس وقت آنحضرت ﷺ مشرکین کی معاندانہ روش کے باعث علی الاعلان دعوت اسلام نہیں کرتے تھے، اس لیے عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خفیہ طور پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شداد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ نے حضرت عمرو بن عبسہ سے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہے کہ اسلام لانے میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ انہوں نے فرمایا میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو سراسر گمراہی پر سمجھتا تھا اور بت میرے خیال میں کوئی چیز ہی نہ تھے۔ پھر میں نے ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ وہ مکہ میں (غیب کی) خبریں بتلاتا ہے اور نئی نئی باتیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں اونٹنی پر سوار ہو کر فوراً مکہ پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ چھپ کر رہتے ہیں اور آپ کی قوم آپ کو تکلیف دینے کے درپے ہے اور بہت بے باک ہے میں بڑی حیلہ جوئی کے بعد آپ تک پہنچا میں نے عرض کیا ''آپ کون ہیں؟''

آپ نے فرمایا ''میں اللہ کا نبی ہوں''

میں نے عرض کیا ''اللہ کا نبی کسے کہتے ہیں؟''

آپ نے فرمایا ''اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے کو''

میں نے عرض کیا ''کیا واقعی اللہ نے آپ کو پیغام دے کر بھیجا ہے؟''

آپ نے فرمایا ''ہاں!''

میں نے عرض کیا ''اللہ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟''

آپ نے فرمایا ''اللہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا جائے اور بتوں کو توڑ دیا جائے اور صلہ رحمی کی جائے یعنی

رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا جائے''۔

میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا''اس دین کے معاملے میں آپ کے ساتھ کون ہے؟''

آپ نے فرمایا''ایک آزاد اور ایک غلام''

میں نے دیکھا تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے عرض کیا''میں آپ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں یعنی اسلام کو ظاہر کر کے یہاں مکہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں''۔

آپ نے فرمایا''فی الحال تمہارا میرے ساتھ رہنا تمہاری طاقت سے باہر ہے اس لیے اب تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ مجھے غلبہ ہوگیا ہے تو میرے پاس چلے آنا''

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صاحب ایمان ہو کر میں اپنے گھر واپس آ گیا اور حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ میں آپ کی خبریں اور آپ کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ مکی آدمی جو مکہ سے تمہارے ہاں آیا ہے۔ اس کا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا لیکن وہ قتل نہ کر سکے اور نصرت الٰہی ان کے اور قوم کے درمیان رکاوٹ بن گئی اور ہم لوگوں کو اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ سب آپ کی طرف لپک رہے ہیں۔

حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور حاضر ہو کر عرض کیا''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہیں؟''

آپ نے فرمایا''ہاں کیا تم وہی نہیں ہو جو مکہ میں میرے پاس آئے تھے؟''

میں نے عرض کیا''جی ہاں میں وہی ہوں''

اس کے بعد میں نے عرض کیا''یارسول اللہ ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں، اس میں سے کچھ آپ مجھے سکھا دیں''

اس کے بعد حدیث کا کافی حصہ باقی ہے۔

مسند احمد (۱۱۲/۴)، طبقات ابن سعد (۱۵۸/۴)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث اور بھی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے عرض کیا''اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟''

آپ نے فرمایا ''یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ صلہ رحمی کی جائے اور انسانی جانوں کی حفاظت کی جائے اور راستوں کو پر امن رکھا جائے اور بتوں کو توڑا جائے اور ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے''

میں نے عرض کیا ''جو احکامات اللہ نے آپ کو دے کر بھیجا ہے بہت اچھے ہیں اور میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لا چکا ہوں اور میں آپ کو سچا مانتا ہوں۔ کیا میں آپ کے ساتھ ٹھہر جاؤں یا آپ جو مناسب سمجھیں''

آپ نے فرمایا ''تم خود دیکھ رہے ہو کہ جس دین کو لے کر میں آیا ہوں لوگ اسے کتنا برا سمجھ رہے ہیں۔ لہٰذا اب تم اپنے گھر جا کر رہو اور جب تم میرے متعلق یہ سن لو کہ میں اپنی ہجرت والی جگہ پر پہنچ گیا ہوں تو اس وقت میرے پاس آ جانا''

مسند احمد (۱۱۱/۴)، الاصابۃ (۶/۳)، الاستیعاب لابن عبدالبر (۵۰۰/۲)

﴿حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی بن حرب کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے آدمی بھیجا۔ حضرت وحشی نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ مجھے کیسے اسلام کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ آپ خود یہ کہتے ہیں کہ قاتل، مشرک اور زانی دوزخ میں جائیں گے اور قیامت کے دن ان پر عذاب دگنا ہوگا۔ ہمیشہ ذلیل ہو کر جہنم میں پڑے رہیں گے اور میں نے یہ سب کام کئے ہیں تو کیا میرے لئے آپ کے خیال میں ان برے کاموں کی سزا سے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟ اللہ عزوجل نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی:

"إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً" (الفرقان ۷۰)

"مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور کئے کچھ کام نیک، سو ان کو بدل دے گا اللہ، برائیوں کی جگہ بھلائیوں سے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان"

اس آیت کو سن کر حضرت وحشی نے کہا توبہ اور ایمان اور عمل صالح کی شرط بہت کڑی ہے شاید میں اسے پورا نہ کر سکوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَادُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" (النساء: ۴۸)

"بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرلے اور بخشتا ہے اس کے نیچے کے گناہ جس کے چاہے"

اس پر حضرت وحشی نے کہا مغفرت تو اللہ کے چاہنے پر موقوف ہوگئی پتہ نہیں اللہ مجھے بخشے گا یا نہیں۔ کیا اس کے علاوہ کچھ اور گنجائش ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن

رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
الرَّحِيْمُ" (الزمر:۵۳)

"اے بندو میرے! جنہوں نے زیادتی کی ہے اپنی جان پر، آس
مت توڑو اللہ کی مہربانی سے، بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ، وہ جو
ہے وہی گناہ معاف کرنے والا مہربان۔"

اس پر حضرت وحشیؓ نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے اور مسلمان ہو گئے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم نے بھی وہی گناہ کئے ہیں جو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کئے تھے تو یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے"

عجب کیا شان رحمت ڈھانپ لے میرے گناہوں کو
خطا کی ہے مگر ان کی عطا کو دیکھ کر کی ہے

ذکره الکاندھلوی فی حیاة الصحابة (۱/۲۰) وقال اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (۶/۳۰) وفیه ابین بن سفیان ضعفه الذهبی

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

قریش حضرت حصین رضی اللہ عنہ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ایک دفعہ قریش ان کے پاس آئے اوران سے کہا آپ ہماری طرف سے جا کراس آدمی سے بات کریں کیونکہ وہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے۔چنانچہ قریش حضرت حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے اور حضور ﷺ کے دروازے کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔حضور ﷺ نے فرمایا بڑے میاں (یعنی حضرت حصین) کے لئے جگہ خالی کر دو۔حضرت حصین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عمران رضی اللہ عنہ اوران کے بہت سے ساتھی حضور ﷺ کی خدمت میں پہلے سے جمع تھے حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے کہا" یہ کیا ہو رہا ہے کہ ہمیں آپ کی طرف سے یہ باتیں پہنچ رہی ہیں کہ آپ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہیں حالانکہ آپ کے والد تو بہت محتاط اور بھلے آدمی تھے؟" اس پر حضور ﷺ نے فرمایا" اے حصین! میرے والد اور تمہارے والد دونوں جہنم میں ہیں"[1]

پھر حضور ﷺ نے استفسار فرمایا" اے حصینؓ! اچھا یہ تو بتاؤ تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟"

حضرت حصینؓ نے کہا" میرے سات خدا زمین پر ہیں اور ایک خدا آسمان میں ہے"۔

حضور ﷺ نے فرمایا" جب تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچتا ہے تو کس خدا کو پکارتے ہو؟"

حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے کہا" آسمان والے خدا کو"۔

آپ نے فرمایا" جب مال ہلاک ہو جائے تو کس کو پکارتے ہو؟"

حضرت حصینؓ نے کہا" آسمان والے کو"

---

[1] اس روایت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے والد جہنم میں ہیں۔لیکن دیگر روایات کی بناء پر راجح مسلک یہ ہے کہ حضورؐ کے والدین دونوں جنتی ہیں۔کیونکہ دونوں نے زمانہ جاہلیت میں شرک کا گناہ بالکل نہیں کیا تھا اور ملت ابراہیمی پر عمل کرنے والے تھے اور حافظ سیوطی نے اپنے رسائل میں یہ تحقیق کی ہے کہ حضورؐ کے والدین شریفین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے اس لئے یہ روایت اس سے پہلے کی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا "یہ عجیب بات ہے کہ تمہاری پکار پر وہ اکیلا تمہاری فریاد رسی کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ اور خداؤں کو شریک کرتے ہو۔ کیا تم آسمان والے خدا کی رضا واجازت سے ان دیوتاؤں کو شریک کرتے ہو یا ان دیوتاؤں سے ڈرتے ہو کہ اگر تم ان کو شریک نہیں کرو گے تو وہ تم پر غالب آ جائیں گے؟"۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے کہا "اس وقت مجھے پتہ چلا کہ آج تک ان جیسی بڑی ہستی سے میں نے بات نہیں کی"

حضور ﷺ فرمایا "اے حصینؓ! مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے"۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے کہا "میری قوم ہے اور میرا خاندان ہے۔ (اگر اسلام لاؤں گا تو ان سے مجھے خطرہ ہے) اس لئے اب میں کیا کہوں"۔

آپ نے فرمایا "یہ دعا پڑھو:

"اللهم استهديك لا رشد امرى وزدنى علما ينفعنى"

"اے اللہ میں اپنے معاملہ میں زیادہ رشد وہدایت والے راستے کی
آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اور مجھے علم نافع اور زیادہ عطا فرما"

چنانچہ حضرت حصینؓ نے یہ دعا پڑھی اور اس مجلس میں اٹھنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے والد حضرت حصین رضی اللہ عنہ کے سر، ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ لیا۔ جب حضور ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا عمران کے رویہ کی وجہ سے مجھے رونا آ گیا کہ ان کے والد حصینؓ جب اندر آئے تو وہ کافر تھے۔ اس وقت عمران رضی اللہ عنہ نہ ان کے لئے کھڑے ہوئے اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوئے لیکن جب وہ مسلمان ہو گئے تو فوراً ان کا حق ادا کر دیا۔ اس کی وجہ سے مجھ پر رقت طاری ہوئی جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ باہر جانے لگے تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا "اٹھو اور انہیں ان کے گھر تک پہنچا آؤ" حضرت حصین رضی اللہ عنہ جونہی دروازے سے باہر آئے تو قریش نے دیکھتے ہی کہا یہ تو بے دین ہو گیا اور سارے قریش انہیں چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ (الاصابہ (۱/۳۳۷)

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اب تک اس لئے نہیں آیا تھا کہ میں نے ہاتھوں کے پوروں کی تعداد سے بھی زیادہ مرتبہ قسم کھائی تھی کہ نہ میں کبھی آپ کے پاس آؤں گا اور نہ آپ کے دین کو اختیار کروں گا اور حضرت معاویہ نے یہ فرماتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر رکھتے ہوئے پوروں کی تعداد کی طرف اشارہ فرمایا۔ (لیکن اب اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے پاس لے ہی آیا ہے) تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میری حالت یہ ہے کہ میرے پاس تھوڑا سا علم ہے۔ میں آپ کو اللہ کی عظیم ذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ ہمارے رب نے آپ کو کیا دے کر ہمارے پاس بھیجا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ''دین اسلام دے کر بھیجا ہے''

حضرت معاویہؓ نے پوچھا ''دین اسلام کیا ہے؟''

حضور ﷺ نے انہیں دین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرتے ہوئے فرمایا:

> ''دین اسلام یہ ہے کہ تم یہ کہو میں نے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنادیا اور اللہ کے علاوہ باقی سب سے میں الگ ہوگیا اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے قابل احترام ہے۔ دونوں مسلمان آپس میں بھائی اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور مشرک آدمی جب مسلمان ہوگیا تو اب اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اس وقت قبول فرمائیں گے جب وہ مشرکوں سے جدا ہو جائے (یعنی ہجرت کر لے) مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر تم لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤں۔ مگر سنو بات یہ ہے کہ میرا رب مجھے بلائے گا اور مجھ سے پوچھے گا کہ کیا میرا دین تو نے میرے بندوں تک پہنچا دیا تھا تو میں عرض کرسکوں گا۔ اے

میرے رب ہاں میں نے پہنچا دیا تھا۔غور سے سنو!تم میں سے جو یہاں حاضر ہیں وہ غائبین تک میرا دین پہنچائیں ۔غور سے سنو !تمہیں قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حالت میں بلایا جائے گا کہ تمہارے منہ بند کئے ہوئے ہوں گے (یعنی تم بات نہیں کر سکو گے)اور سب سے پہلے ہر آدمی کی ران اور ہتھیلی اس کے اعمال کی خبر دے گی''۔

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں میں نے کہا''یارسول اللہ ﷺ یہی ہمارا دین ہے؟'' آپ نے فرمایا''ہاں یہی تمہارا دین ہے۔جہاں بھی رہ کر تم اس پر اچھی طرح چلو گے یہ دین تمہارے لئے کافی ہو جائے گا''۔ (حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۰۲)

امام طبرانی کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے آیا۔جب مجھے آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا:

''غور سے سنو!میں نے اللہ تعالی سے سوال کیا ہے کہ دو چیزوں سے میری مدد کرے ایک تو تم لوگوں پر ایسی قحط سالی ڈالے جو تمہیں جڑ سے اکھیڑ دے اور دوسرے تمہارے دلوں میں ہمارا رعب ڈال دے''

میں نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا آپ بھی غور سے سن لیں میں اتنی اور اتنی مرتبہ (یعنی انگلیوں کی تعداد کے مطابق دس مرتبہ)قسم کھائی تھی کہ نہ آپ پر ایمان لاؤں گا اور نہ آپ کا اتباع کروں گا لیکن آپ کی اس بددعا کی وجہ سے قحط سالی میری جڑیں اکھیڑتی رہی اور میرے دل میں آپ کا رعب بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں آج آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔

(ذکرہ الکاندھلوی فی حیاۃ الصحابۃ (۳/۵۹۷)وقال اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (۶/۶۶)اسنادہ حسن)

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ ۸ ھ میں مشرف باسلام ہوئے، ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ابو محذورہ چند مشرکین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، ٹھیک اسی وقت آنحضرت ﷺ غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک مقام پر منزل ہوئی موذن نبوی نے نماز کے لئے اذان دی، ابو محذورہ کے ساتھیوں نے اذان کی آواز سنی تو بطور مضحکہ اس کی نقل اتارنے لگے، ابو محذورہ نے بھی نقل اتاری، ان کی آواز نہایت دل کش تھی، اس لیے مضحکہ میں بھی دلکشی باقی رہی، آنحضرت ﷺ نے آواز سن کر اذان دینے والوں کو بلا بھیجا، یہ لوگ آئے، آپ نے پوچھا ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی، ابو محذورہ کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا آپ نے سب کو واپس کر دیا اور انہیں روک لیا اور اذان دینے کی فرمائش کی، ابو محذورہ کو یہ فرمائش بہت گراں گذری لیکن انکار کی جرأت نہ تھی، ان کو اذان سے پوری واقفیت نہ تھی اس لیے آنحضرت ﷺ نے انہیں بتایا انہوں نے آپ کی زبان سے سن کر اسی کو دہرا دیا، زبان نبی کا یہ اعجاز تھا کہ اس مرتبہ اذان دینے کے ساتھ دل بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا اور ابو محذورہ جو ابھی چند ساعت پہلے اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے، اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔

آنحضرت ﷺ نے انہیں ایک تھیلی میں تھوڑی سی چاندی مرحمت فرمائی، اور ان کی پیشانی سے لیکر ناف تک دست مبارک پھیر کر برکت کی دعا دی، یا ابو محذورہ اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے، یا دفعتہً یہ قلب ماہیت ہوئی کہ آنحضرت ﷺ سے درخواست کی یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے مکہ میں اذان دینے کی اجازت مرحمت ہو، آپ نے منظور فرمایا اور ابو محذورہ اجازت لے کر مکہ چلے گئے اس وقت ان کا دل محبت نبوی سے معمور ہو چکا تھا مکہ جا کر آنحضرت ﷺ کے عامل عتاب بن اسید کے یہاں قیام کیا اور مستقل اذان دینے کی خدمت انجام دینے لگے، فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے انہیں مکہ کا مستقل موذن بنا دیا۔

تہذیب التہذیب (۱۲/۲۲۳)

ان کی اذان اور خوش الحالی کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ شعراء اس کی قسم کھاتے تھے، ایک قریشی شاعر کہتا ہے:

اما ورب الکعبة المستورة   وما تلا محمد من سوره

''پردہ پوش کعبہ کے رب اور محمد (ﷺ) کی تلاوت کردہ سورتوں''

والنغمات من ابی محذوره   لا فعلن فعله مذکوره

''اور ابی محذورہ مکہ کے کے نغموں کی قسم! کہ میں یہ کام ضرور کر کے رہوں گا''

اس لیے ہمیشہ یہیں رہے اور یہیں امیر معاویہ کے عہد خلافت ۵۹ھ میں وفات پائی، بعض روایتوں میں ۷۹ھ میں وفات کا ذکر ہے، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے، وفات کے بعد ایک لڑکا عبد الملک یادگار چھوڑا۔

الاصابہ (تذکرۃ ابی محذورۃ)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بنو عبدالاشہل اور بنوظفر کے محلوں میں لے گئے۔ حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت اسعد حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو بنوظفر کے باغ میں مرق نامی کنویں پر لے گئے۔ یہ دونوں حضرات باغ میں جا کر بیٹھ گئے۔ سارے مسلمان مردان کے پاس جمع ہو گئے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر دونوں اس وقت اپنی قوم بنوعبدالاشہل کے سردار تھے اور دونوں مشرک تھے اور اپنی قوم کے مذہب پر قائم تھے۔ ان دونوں نے جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے باغ میں مجلس لگانے کی خبر سنی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے کہا تیرا باپ نہ رہے۔ تم ان دونوں آدمیوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہمارے محلوں میں آ کر ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانا شروع کر دیا ہے۔ انہیں ڈانٹو اور انہیں ہمارے محلوں میں آنے سے روک دو۔ اگر اسعد بن زرارہ کا مجھ سے قریبی رشتہ نہ ہوتا جیسے کہ تمہیں معلوم ہے تو یہ کام میں خود ہی کر لیتا تمہیں نہ بھیجتا وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے۔ ان کے پاس جانے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت اسید بن حضیر اپنا نیزہ لے کر ان دونوں کے پاس گئے۔ جب حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اسید بن حضیر کو آتے دیکھا تو انہوں نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اور تمہارے پاس آ رہا ہے۔ تم ان کے ساتھ اخلاص سے بات کرو اور جتنا زور لگا سکتے ہو لگا دو۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ بیٹھ گئے تو میں ان سے بات کروں گا۔ چنانچہ حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہو کر ان دونوں کو گالیاں دینے لگ گئے۔ اور یوں کہا تم ہمارے پاس کس لئے آئے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہو۔ اگر تم دونوں کو جان پیاری ہے تو ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔ ان سے حضرت

مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا بیٹھ جاؤ کچھ ہماری بھی سن لو۔ اگر ہماری بات تمہیں پسند آجائے تو مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات سے رک جائیں گے۔ حضرت اسید نے کہا تم نے انصاف کی بات کہی ہے۔ چنانچہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے قرآن سنتے ہی ان کے چہرے کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ دین اسلام کتنا اچھا اور کتنا خوبصورت ہے۔ جب تم اس دین میں شامل ہونا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ ان دونوں نے ان سے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو پھر کلمہ شہادت پڑھو اور پھر نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑے پاک کئے اور کلمہ شہادت پڑھا اور پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر ان دونوں سے کہا کہ میرے پیچھے ایک اور آدمی ہے اگر اس نے تم دونوں کی بات مان لی تو ان کی قوم کا کوئی آدمی پیچھے نہیں رہے گا اور میں اسے ابھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور وہ سعد بن معاذ ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنا نیزہ لے کر حضرت سعد اور ان کی قوم کے پاس واپس گئے وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے تھے۔ جب حضرت سعد بن معاذ نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت اسید کے چہرے کو پہلے کی نسبت بدلا ہوا پاتا ہوں۔ (کیونکہ اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے)۔ جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ مجلس میں جا کھڑے ہوئے تو ان سے حضرت سعد نے پوچھا کیا کر کے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے ان دونوں سے بات کی ہے خدا کی قسم! مجھے ان دونوں سے کوئی خطرہ پیش نہیں آیا اور میں نے ان دونوں کو روک دیا ہے۔ انہوں نے کہا جیسا آپ کہیں گے ہم ویسا ہی کریں گے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے گئے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔ اس طرح وہ تمہاری

توہین کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر سعد بن معاذ آگ بگولہ ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی سے چلے انہیں ڈر تھا کہ بنوحارث کہیں کچھ کر نہ گزریں اور نیزہ ہاتھ میں لے کر چل پڑے اور یوں کہا ارے تم نے کچھ بھی نہ کیا۔

حضرت اسعد نے جب وہاں جا کر دیکھا کہ دونوں حضرات اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں تو سمجھ گئے کہ حضرت اسید نے یہ بات اس لئے کہی کہ میں بھی ان دونوں کی باتیں سن لوں۔ انہوں نے بھی ان دونوں کو کھڑے ہو کر گالیاں دینا شروع کر دیں اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو کہا ''اللہ کی قسم! اے ابوامامہ! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اس طرح کرنے کا سوچ بھی نہ سکتے۔ تم ہمارے محلہ میں وہ چیز لانا چاہتے ہو جسے ہم برا سمجھتے ہیں''۔ ان کو آتا دیکھ کر حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تھا کہ آپ کے پاس ایک ایسا بڑا آدمی آرہا ہے جس کے پیچھے ایسی ماننے والی قوم ہے کہ اگر انہوں نے آپ کا کہا مان لیا تو ان کی قوم میں سے دو آدمی بھی آپ کا کہا ماننے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا ذرا بیٹھ جاؤ کچھ ہماری بھی تو سن لو۔ اگر ہماری بات پسند آجائے اور دل چاہے تو مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات کو چھوڑ دیں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے انصاف کی بات کہی ہے۔ پھر نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان پر اسلام پیش کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ انہوں نے سورۃ زخرف کی شروع کی آیتیں سنائی تھیں۔ یہ دونوں حضرات بیان فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے ہی قرآن سنتے ہی ان کے چہرہ کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں حضرات سے پوچھا کہ جب تم مسلمان ہو کر اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے دونوں کپڑے پاک کر لو اور کلمہ شہادت پڑھو پھر دو رکعت نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے کپڑوں کو پاک کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا نیزہ لے کر اپنی

قوم کی مجلس کی طرف واپس گئے۔ اوران کے ساتھ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ان کوان کی قوم نے آتے دیکھا تو انہوں نے کہا ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ واپسی میں حضرت سعد کا چہرہ بدلہ ہوا ہے (اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے) انہوں نے اپنی قوم کے پاس کھڑے ہوکر کہا اے بنو عبدالاشہل! تم مجھے اپنے میں کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سے سب سے اچھی طبیعت کے مالک ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ شام تک بنو عبدالاشہل کے تمام مرد وعورت مسلمان ہو چکے تھے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر آگئے اور ان کے ہاں ٹھہر کر اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انصار کے ہر محلہ میں کچھ نہ کچھ مرد اور عورتیں ضرور مسلمان ہو گئے لیکن بنوامیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف کے محلوں میں کوئی مسلمان نہ ہوا۔ یہ اوس قبیلہ کے مختلف خاندان ہیں۔

البدایۃ والنھایۃ (۳/۱۵۲)

ان حضرات کے اسلام اور اس کا یہ اثر ہوا کہ انصار کے تمام خاندان میں اسلام نہایت سرعت سے پھیلنے لگا، ابن سعد لکھتے ہیں:

كان مصعب ياتى الانصارفى دور هم و قبائلهم فيدعوهم الى الاسلام و يقرئ عليهم القرآن فيسلم الرجل و الرجلان حتى ظهر الاسلام و فشافى دور انصار كلهاو العوالى۔

''مصعب انصار کے گھروں اور خاندانوں میں جا کر ان کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن سناتے تھے، چنانچہ ان میں ایک دو آدمی مسلمان ہو جایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اسلام بالکل ظاہر ہو گیا اور انصار کے تمام گھروں اور بالائی حصوں میں پھیل گیا''

طبقات ابن سعد (۳/۸۳)

قبیلہ خزرج میں تو پہلے ہی سے اسلام اشاعت پا چکا تھا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سردارِ خزرج کے ایمان نے اور بھی لوگوں کو متوجہ کر دیا، اور ان کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی، البتہ امیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف (اوس اللہ) ابو قیس بن اسلت کی وجہ سے بدر اور احد تک رکے رہے۔ سیرۃ ابن ہشام (۲۳۹/۱)

حضرت حوشب اور حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام

حضرت حوشب ذی ظلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو غلبہ دے دیا تو میں نے عبدشر کے ساتھ آپ کی خدمت میں چالیس سواروں کی ایک جماعت بھیجی وہ میرا خط لے کر مدینہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے۔ وہاں جا کر عبدشر نے پوچھا آپ لوگوں میں محمد کون ہے؟ صحابہؓ نے کہا "یہ (محمد ﷺ) ہیں"۔ عبدشر نے (حضور ﷺ سے) عرض کیا کہ آپ ہمارے پاس کیا لے کر آئے ہیں؟ اگر وہ حق ہوا تو ہم آپ کی اتباع کرلیں گے۔ آپ نے فرمایا:

"تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور انسانوں کے خون کی حفاظت کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو"

عبدشر نے کہا آپ کی یہ تمام باتیں بہت اچھی ہیں آپ ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں (اسلام لانے کے لئے) آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہاں میرا نام عبدشر ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم عبد خیر ہو اور حضور ﷺ نے ان کو اسلام پر بیعت فرمایا حوشب ذی ظلیم رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب لکھ کر ان کے ہاتھ حوشب رضی اللہ عنہ کو بھیجا جس پر حضرت حوشب رضی اللہ عنہ بھی ایمان لے آئے۔

(کنز العمال (۳۲۵/۵)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بنو سلمہ کے رئیس تھے۔ اس کے علاوہ مذہبی عزت بھی حاصل تھی، یعنی بت خانے کے متولی تھے۔

لکڑی کا ایک بت بنا کر گھر میں رکھ لیا تھا، جس کا نام مناف تھا، وہ اس کی بے حد تعظیم کرتے تھے، اسی زمانہ میں سرزمین مکہ سے اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو مدینہ کے کچھ لوگ اس کو لبیک کہنے کے لئے مکہ پہنچے اور عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہو کر واپس آئے، اس جماعت میں عمرو رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے معاذ بھی شامل تھے۔

یہ لوگ مکہ سے واپس آئے تو شہر یثرب کا ہر ہر گوشہ تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا بنو سلمہ کے چند نوجوانوں نے جو مسلمان ہو چکے تھے، باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ کسی صورت سے عمرو کو بھی مسلمان بنایا جائے، ان کے بیٹے نے اس میں نمایاں کوشش کی، چنانچہ کچھ دنوں تک ان کا یہ مشغلہ رہا کہ شب کو معاذ بن جبل وغیرہ کو ہمراہ لے کر مکان آتے اور گھر والوں کو سوتا پا کر بت کو اٹھا کر لاتے اور باہر کسی گڑھے میں پھینک دیتے تھے، صبح کو اٹھ کر عمرو سخت برہم ہوتے اور اپنے خدا کو اٹھا کر اندر لے جاتے، نہلاتے اور خوشبو مل کر پھر وہیں رکھ دیتے، آخر عاجز آ کر ایک دن بت کی گردن میں تلوار لٹکائی اور کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں، ورنہ ان لوگوں کی خود خبر لیتا اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو کرو، یہ تلوار موجود ہے؟ ان لڑکوں کو اب ایک اور چال سوجھی، رات کو آ کر بت کو اٹھایا گردن سے تلوار علیحدہ کی اور اس میں ایک مرے ہوئے کتے کو باندھ کر کنویں پر لٹکا دیا، عمرو نے یہ کیفیت دیکھی تو بجائے اس کے کہ اپنے معبود کی توہین پر غصہ ہوتے راہ راست پر آ گئے، چشم ہدایت روشن ہوگئی اور اسی وقت مذہب اسلام قبول کر لیا۔ سیر الصحابۃ (۱۰۰/۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

معاذ نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت، امام الفقہا اور عالم ربانی القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان ادی بن سعد سے تھے۔

سعد بن علی کے دو بیٹے تھے، سلمہ اور ادی، سلمہ کی نسل سے بنوسلمہ ہیں، جن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن حرام مشہور صحابہ گذرے ہیں ان لوگوں کے ماسوا اور بھی بہت سے بزرگوں کو اس خاندان سے انتساب تھا، لیکن سلمہ کے دوسرے بھائی ادی کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت صرف ایک فرزند تھا، جس کی وفات پر خاندان ادی کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا، بنوادی کے مکانات ان کے بنواعمام (بنوسلمہ) کے پڑوس میں واقع تھے، مسجد قبلتین جہاں تحویل قبلہ ہوا تھا، یہیں واقع تھی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا گھر بھی یہیں تھا۔

طبیعت فطرۃً اثر پذیر واقع ہوئی تھی، چنانچہ نبوت کے بارہویں سال جب مدینہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول کرنے میں ذرا بھی پس وپیش نہ کیا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ داعی اسلام ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے توحید کا اقرار کیا، اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔

حج کا موسم قریب آیا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مکہ روانہ ہوئے، اہل مدینہ کی ایک جماعت جس میں مسلم اور مشرک دونوں شامل تھے، ان کے ہمراہ ہوئی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، مکہ پہنچ کر عقبہ میں وہ نورانی منظر سامنے آیا، جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا، یعنی رسول ﷺ رات کے وقت تشریف لائے اور اس جماعت سے بیعت لی۔

یہ جماعت مکہ سے مدینہ واپس ہوئی تو آفتاب اسلام کی روشنی گھر گھر پھیل گئی:

یثرب تمام مطلع انوار ہوگیا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کمسن تھے، مگر جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ بنوسلمہ کے بت

توڑے جانے لگے تو بت شکنوں کی جماعت میں وہ سب کے پیش پیش تھے، بت کا کسی کے گھر میں موجود ہونا اب ان کے لئے سخت تکلیف دہ تھا، بنوسلمہ کے اکثر گھر ایمان کی روشنی سے منور ہو چکے تھے، لیکن ابھی کچھ لوگ ایسے باقی تھے جن کا نفس آبائی مذہب چھوڑنے سے انکار کرتا تھا، عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں تھے، جو اپنے قبیلہ کے سردار اور نہایت معزز شخص تھے، انہوں نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا جس کا نام مناف تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے نوجوان رات کو ان کے گھر پہنچے وہ بے خبر سو رہے تھے ان لوگوں نے بت کو اٹھا کر محلّہ کے ایک گڑھے میں پھینک دیا کہ آنے جانے والے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں، صبح کو بت کی تلاش کے لئے نکلے تو اپنے معبود کو ایک گڑھے میں اوندھا پڑا دیکھ کر عمرو کا غیظ وغضب اختیار سے باہر ہو گیا، بہر حال اس کو اٹھا کر گھر لائے، نہلایا، خوشبو لگائی اور اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا اور نہایت طیش میں کہا کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہے اگر مجھے اس کا نام معلوم ہو جائے تو بری طرح خبر لوں، لیکن جب پھر یہی واقعہ کئی مرتبہ لگاتار پیش آیا تو کفر سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابتداہی سے ہونہار تھے۔

آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور چند ہی دنوں میں فیض نبوت کے اثر سے اسلام کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ بن گئے اور ان کا شمار صحابہ کے برگزیدہ افراد میں ہونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ بسا اوقات ان کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھاتے اور اسرار وحکم کی تلقین کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ آنحضرت ﷺ کے ردیف تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، یا معاذ بن جبل! انہوں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ وسعدیک آپ نے پھر ان کا نام پکارا، انہوں نے پھر انہی ادب اور محبت بھرے الفاظ سے جواب دیا، اسی طرح تین مرتبہ آپ نے انکا نام لیا اور وہ اسی طرح برابر لبیک کہتے رہے، پھر ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص صدق دل سے کلمہ توحید پڑھ لے اس پر دوزخ حرام ہو جاتی ہے'' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو بشارت سنا دوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''نہیں ورنہ لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔'' سیر الصحابۃ (۱۳۹/۵-۱۴۱)

﴿حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کا شمار جید یہودی علما میں ہوتا تھا۔ آپ کا قبول اسلام، اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل ہے۔ آپ کے قبول اسلام کا واقعہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت زید بن سعنہ کو ہدایت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت زید بن سعنہ نے اپنے دل میں کہا کہ حضور ﷺ کے چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیوں کو حضور ﷺ کے چہرے میں پالیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی ہیں جن کو میں نے آپ میں ابھی تک آزمایا نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ نبی کی بردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب ہوتی ہے دوسرے یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا زیادہ نادانی کا معاملہ کیا جائے گا اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی۔ چنانچہ ایک دن آپ حجروں سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کے پاس ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا جو بظاہر بدو معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! فلاں قبیلہ کی بستی میں میرے چند ساتھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں گے تو ان پر رزق کی بڑی وسعت ہو جائے گی لیکن اب وہاں قحط سالی آگئی اور بارش بالکل نہیں ہو رہی ہے۔ یا رسول اللہ! مجھے اس بات کا خطرہ ہے جیسے وہ لالچ میں آکر اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی طرح لالچ میں آکر کہیں وہ اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی مدد کے لئے کچھ بھیج دیں۔ آپ کے پہلو میں جو آدمی تھا آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اس مال میں سے تو کچھ نہیں بچا حضرت زید بن سعنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے قریب جا کر کہا اے محمد! اگر آپ چاہیں تو میں پیسے آپ کو ابھی دے دیتا ہوں اور اس کے بدلہ میں آپ فلاں قبیلہ کے باغ کی اتنی کھجوریں مجھے فلاں

وقت تک دے دیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن کسی کے باغ کو معین مت کرو۔ میں نے کہا چلو ٹھیک ہے چنانچہ آپ نے مجھ سے یہ سودا کر لیا۔ میں نے اپنی کمر سے ہمیانی کھولی اور ان کھجوروں کے بدلہ میں آپ کو اسی مثقال سونا دے دیا۔ آپ نے وہ سارا سونا اس آدمی کو دے دیا اور اس سے فرمایا لو یہ ان کی امداد کے لئے لے جاؤ اور ان میں برابر تقسیم کر دینا۔

حضرت زید بن سعنہ فرماتے ہیں کہ مقررہ میعاد میں ابھی دو تین دن باقی تھے کہ حضور ﷺ (کسی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے) باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور چند صحابہ بھی تھے۔ جب آپ نماز جنازہ پڑھا چکے اور ایک دیوار کے قریب بیٹھنے کے لئے تشریف لے گئے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کا گریبان پکڑ لیا اور غصہ والے چہرے سے میں نے آپ کی طرف دیکھا اور میں نے آپ سے کہا او محمد! آپ میرا حق کیوں ادا نہیں کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! تم اولاد عبدالمطلب نے تو ٹال مٹول کرنا ہی سیکھا ہے اور اب ساتھ رہ کر بھی یہی نظر آیا ہے۔ اتنے میں میری نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پڑی تو غصہ کے مارے ان کی دونوں آنکھیں گول آسمان کی طرح گھوم رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا اے اللہ کے دشمن تو اللہ کے رسول ﷺ کو وہ باتیں کہہ رہا ہے جو میں سن رہا ہوں اور ان کے ساتھ وہ سلوک کر رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر آپ کی مجلس کے ادب کا لحاظ نہ ہوتا تو ابھی اپنی تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا اور حضور ﷺ مجھے بڑے سکون اور اطمینان سے دیکھ رہے تھے آپ نے فرمایا اے عمر! مجھے اور اسے کسی اور چیز کی ضرورت تھی۔ مجھے تم اچھی طرح اور جلدی ادا کرنے کو کہتے اور اس ذرا سلیقہ سے مطالبہ کرنے کو کہتے۔ اے عمر انہیں لے جاؤ اور جتنا ان کا حق بنتا ہے وہ بھی ان کو دو اور جو تم نے ان کو دھمکایا ہے اس بدلے میں ان کو بیس صاع کھجور اور دو۔

حضرت زید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے لے گئے اور جتنی میری کھجوریں تھیں وہ بھی مجھے دیں اور بیس صاع کھجوریں مزید بھی دیں۔ میں نے کہا یہ زیادہ کھجوریں کیوں دے رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے جو تم کو دھمکایا ہے اس کے بدلے میں تم کو مزید کھجوریں بھی دوں۔ میں نے کہا اے عمر! کیا تم

مجھ کو جانتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (اتنے بڑے عالم ہو کر) تم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ اور ان کو ایسی باتیں کیوں کہیں؟ میں نے کہا اے عمر! حضور ﷺ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیوں کو حضور ﷺ کے چہرہ میں پالیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی تھیں جن کو میں نے آپ میں ابھی تک آزمایا نہیں تھا۔ ایک یہ کہ نبی ﷺ کی بردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب ہوتی ہے دوسری یہ کہ نبی ﷺ کے ساتھ جتنا نادانی کا معاملہ کیا جائے گا اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی اور اب میں نے ان دونوں باتوں کو بھی آزمالیا ہے اے عمر رضی اللہ عنہ میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر دل سے راضی ہوں اور اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال محمد ﷺ کی ساری امت کے لیے وقف ہے اور میں مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ساری امت کے بجائے بعض امت کہو کیونکہ تم ساری امت کو دینے کی گنجائش نہیں رکھتے ہو میں نے کہا اچھا بعض امت کے لئے وقف ہے وہاں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید حضور ﷺ کی خدمت میں واپس گئے اور حضرت زید نے پہنچتے ہی کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اور حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضور ﷺ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک رہے اور غزوۂ تبوک میں واپس آتے ہوئے نہیں بلکہ آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت زید رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۹۷-۱۹۹)، الاصابۃ (۱/۵۶۶)

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں شکست کھانے کی پریشانی کے چند دنوں کے بعد عمیر بن وہب، صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھا تھا۔ عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں میں سے بڑا شیطان تھا۔ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا۔ اور مکہ میں مسلمانوں نے اس کی طرف سے بڑی تکلیفیں برداشت کیں اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے والوں میں تھا۔ عمیر بن وہب نے قلیب بدر کا ذکر کیا جس میں کنویں میں ستر کافروں کو قتل کر کے ڈالا گیا تھا اور دیگر مصیبتوں کا تذکرہ بھی کیا تو صفوان نے کہا اللہ کی قسم! ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہا۔ عمیر نے کہا تم سچ کہتے ہو اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا فی الحال میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہے اور اپنے بال بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ابھی سوار ہو کر محمد کے پاس جاتا اور (نعوذ باللہ) ان کو قتل کر دیتا کیونکہ میرے لئے ان کے پاس جانے کا ایک بہانہ ہے اور وہ یہ کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔ صفوان بن امیہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا تمہارا قرض میرے ذمہ ہے۔ میں اسے تمہاری طرف سے ادا کروں گا۔ تمہارے بال بچے میرے بال بچوں کے ساتھ رہیں گے اور جب تک وہ زندہ رہے میں اپنی وسعت کے مطابق ان کا پورا خیال رکھوں گا۔ عمیر نے کہا میری اور اپنی یہ باتیں راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا ایسا ہی کروں گا۔ عمیر کے کہنے پر تلوار تیز کر کے زہر میں بجھا دی گئی۔ پھر وہاں سے چل کر وہ مدینہ پہنچے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے جنگ بدر کے حالات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اتنے میں ان کی نگاہ عمیر بن وہب پڑی جو گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے مسجد کے دروازے اپنی سواری بٹھا چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کتا، اللہ کا دشمن عمیر بن وہب بری نیت سے ہی آیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً حضور اکرم ﷺ

کی خدمت میں گئے اورعرض کیا یا نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار لٹکائے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور عمیر کی تلوار کے پرتلے کو اس کے گریبان سمیت پکڑ کر کھینچا اور اپنے ساتھ والے انصار سے کہا تم سب جا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ جاؤ اور اس خبیث سے ہوشیار رہنا اس کا کوئی اعتبار نہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پرتلے اور گریبان سے پکڑ رکھا ہے تو فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو اور عمیر! قریب آ جاؤ۔ عمیر نے قریب آ کر کہا انعم صباحا (صبح بخیر) کہا، جاہلیت والے آپس میں یوں سلام کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے اس سلام سے بہتر سلام سے نوازا ہے السلام علیکم جو کہ جنتیوں کا آپس میں سلام ہوگا''۔

عمیر نے کہا ''اللہ کی قسم اے محمدؐ! میرے لئے تو یہ نئی بات ہے''۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اے عمیر! تم کیوں آئے ہو؟''

انہوں نے کہا'' میں اس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو آپ کے ہاتھوں میں قید ہے۔ آپ اس پر احسان کریں''

آپ نے فرمایا ''تو پھر گلے میں تلوار لٹکانے کا کیا مقصد؟''

عمیر نے کہا ''اللہ ان تلواروں کا برا کرے کیا یہ ہمارے کچھ کام آئیں؟''

آپ نے فرمایا '' مجھے سچ بتاؤ کیوں آئے ہو؟''

عمیر نے کہا ''میں تو صرف اسی لئے آیا ہوں''

آپ نے فرمایا ''نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے تھے۔ تم نے قریش کے ان لوگوں کا تذکرہ کیا تھا جن کو مار کر بدر کے کنویں میں پھینکا گیا تھا پھر تم نے کہا تھا کہ اگر مجھ پر قرضہ اور بال بچوں کی ذمہ داری کا بوجھ نہ ہوتا تو میں جا کر (نعوذ باللہ) محمد کو قتل کر آتا۔ پھر صفوان بن امیہ نے تمہارے قرضے اور بال بچوں کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھائی کہ تم مجھے قتل کرو گے۔ حالانکہ اللہ تمہارے اور تمہارے اس ارادے کے درمیان حائل ہے''

حضرت عمیر نے (یہ سنتے ہی فورا) کہا ”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، یارسول اللہ! آپ جو آسمان کی خبریں اور اترنے والی وحی ہمیں بتاتے تھے۔ ہم اسے جھٹلاتے تھے اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا اللہ کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات آپ کو اللہ ہی نے بتائی ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے اسلام کی ہدایت سے نوازا اور مجھے یہاں کھینچ کر لایا“

پھر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اپنے بھائی (عمیر) کو دین کی باتیں سکھاؤ اور اسے قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اللہ کے نور کو مٹانے کے لئے بہت کوشش کیا کرتا تھا اور اللہ کے دین والوں کو بہت زیادہ تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں مکہ جا کے مکہ والوں کو اللہ اور رسول کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دوں۔ امید ہے کہ اللہ انہیں ہدایت دے دیں گے ورنہ میں ان کو ان کے دین کی وجہ سے ایسے ہی تکلیفیں دوں گا جیسے میں آپ کے صحابہ کو دین کی وجہ سے دیا کرتا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ مکہ چلے گئے۔ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کے مکہ سے روانہ ہونے کے بعد صفوان یہ کہا کرتا تھا ”اے لوگو! چند دنوں کے بعد ایک ایسی خوشخبری ملے گی جو تمہیں بدر کی ساری مصیبتیں بھلا دے گی“۔ صفوان حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنے والے سواروں سے پوچھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک سوار نے آ کر انہیں بتایا کہ عمیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے ہیں (یہ سن کر) صفوان نے اس بات کی قسم کھائی کہ نہ تو وہ کبھی عمیر سے بات کرے گا اور نہ ہی اس کے کسی کام آئے گا۔ البدایۃ والنھایۃ (۳/۳۱۳)

حضرت عبداللہ بن سلام ﷜ کا قبول اسلام

عبداللہ نام، ابو یوسف کنیت، حبر لقب، یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے جس کا سلسلہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے، مختصراً آپ کا شجرہ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن حارث، قبیلہ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے. اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے حضرت عبداللہ ﷜ اسی قواقل کے حلیف تھے۔ آپ اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودیوں کے مذہبی پیشوا تھے اور آپ کا شمار یہودیوں کے ممتاز علماء میں ہوتا تھا۔ یہودی کتابوں میں نبی آخرالزماں کے تذکرے اور علامات سے خوف واقف تھے۔

اسی بنا پر جب حضور ﷺ سے پہلی ملاقات ہوئی تو اس موقع کو ان الفاظ میں بیان کرتے تھے:

"عرفت ان وجهه ليس بوجه كذاب"

"میں نے پہچان لیا تھا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا"

ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا، لیکن آنحضرت ﷺ نے عبداللہ رکھا، عبداللہ بن سلام ﷜ اپنے بچوں کے لئے باغ میں پھل چننے گئے تھے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے اور مالک بن نجار کے محلہ میں فروکش ہوئے، اس کی خبر عبداللہ بن سلام کو ہوئی، تو پھل لے کر دوڑے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زیارت سے شرف اندوز ہو کر واپس گئے، آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ ہمارے اعزہ (انصار) میں سب سے قریب تر کس کا مکان ہے، حضرت ابوایوب انصاری ﷜ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں سب سے قریب رہتا ہوں، یہ میرا گھر ہے، اور یہ دروازہ ہے، آنحضرت ﷺ نے ان کے مکان کو اپنا مسکن بنایا، جب آپ کا مستقر متعین ہو گیا تو عبداللہ بن سلام ﷜ دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم نہیں، آنحضرت ﷺ نے ان کا جواب دیا تو فوراً پکار اٹھے:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك رسول الله (ﷺ)

اس کے بعد کہا کہ یہود ایک افترا پرداز قوم ہے اور میں عالم ابن عالم اور رئیس ابن الرئیس ہوں آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجئے لیکن میرے مسلمان ہو جانے کی خبر نہ دیجئے گا، آنحضرت ﷺ نے یہود کو طلب فرما کر اسلام کی دعوت دی اور کہا عبداللہ بن سلام کون شخص ہیں؟ بولے ہمارے سردار کے بیٹے ہیں فرمایا وہ مسلمان ہو سکتے ہیں، جواب ملا کبھی نہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مکان کے ایک گوشے میں چھپے ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ نے آواز دی تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے۔ اور یہودیوں سے کہا خدا سے ڈرو، تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ رسول ہیں اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے، لیکن تمہارے دل ان پر یمان لانے پر آمادہ نہیں ہوتے، یہود خلاف توقع جو خفت نصیب ہوئی اس نے ان کو مشتعل کر دیا انہوں نے غصہ میں کہا کہ تم جھوٹے ہو ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو، اور تمہارا باپ بھی بدتر تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے دیکھا مجھ کو اسی کا خوف تھا۔ رواہ البخاری (۱/۵۵۶)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوۂ خندق سے واپس آئے تو میں نے قریش کے ان لوگوں کو جمع کیا جو میری رائے سے اتفاق کیا کرتے تھے، اور میری بات سنا کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا اللہ کی قسم! تم لوگ جانتے ہو کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد (ﷺ) کا دین تمام دینوں پر بری طرح غالب آتا جا رہا ہے۔ مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے تم لوگوں کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا وہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائیں اور وہیں رہا کریں پھر اگر محمد (ﷺ) ہماری قوم پر غالب آ گئے تو اس وقت ہم نجاشی کے پاس ہوں گے۔ کیونکہ نجاشی کے ماتحت ہو کر رہنا ہمیں محمد (ﷺ) کے ماتحت ہو کر رہنے سے زیادہ پسند ہے اور اگر ہماری قوم غالب آ گئی تو ہم جانے پہچانے لوگ ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ بھلائی کا ہی معاملہ کریں گے۔ سب نے کہا یہ تو بہت اچھی رائے ہے۔ میں نے کہا اس کو دینے کے لئے کچھ ہدیئے جمع کر لو۔ نجاشی کو ہمارے ہاں کے چمڑے کا ہدیہ سب سے زیادہ پسند تھا چنانچہ ہم لوگوں نے یہاں تیار شدہ چمڑا کثیر تعداد میں جمع کیا۔ پھر ہم مکہ سے چلے اور اس کے پاس پہنچ گئے۔ اللہ کی قسم! ہم وہاں ہی تھے کہ اتنے عمرو بن امیہ ضمری وہاں آئے اور حضور ﷺ نے ان کو نجاشی کے پاس حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بھیجا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نجاشی کے پاس ملنے گئے اور پھر وہاں سے باہر آئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہ ہیں۔ اگر میں نجاشی کے پاس جا کر ان سے ان کو مانگ لوں اور وہ مجھے یہ دے دیں اور میں ان کی گردن اڑا دوں تو قریش یہ سمجھیں گے کہ میں نے محمد (ﷺ) کے قاصد کو قتل کر کے ان کا بدلہ لے لیا ہے۔ چنانچہ میں نے نجاشی کے دربار میں جا کر نجاشی کو سجدہ کیا جیسے میں پہلے کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا خوش آمدید ہو میرے دوست کو۔ اپنے علاقہ سے میرے لئے کچھ ہدیہ لائے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اے بادشاہ! میں آپ کے لئے ہدیہ میں بہت سے چمڑے لایا ہوں۔ چنانچہ

میں نے وہ چمڑے اس کے سامنے پیش کئے۔ وہ اسے بہت پسند آئے کیونکہ وہ اس کی مرضی کے مطابق تھے۔ پھر میں نے اس سے کہا اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی کو آپ کے پاس سے نکلتا ہوا دیکھا ہے وہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے آپ اسے میرے حوالے کر دیں تا کہ میں اسے قتل کر دوں۔ کیونکہ اس نے ہمارے سرداروں اور معزز لوگوں کو قتل کیا ہے (یہ سنتے ہی) نجاشی کو ایک دم غصہ آ گیا اور اس نے غصہ کے مارے اپنا ہاتھ اپنی ناک پر اس زور سے مارا کہ میں سمجھا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی ہے اور ڈر کے مارے میرا یہ حال تھا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں اس میں گھس جاتا۔ پھر میں نے کہا اے بادشاہ! اللہ کی قسم، اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ یہ بات آپ کو ناگوار گزرے گی تو میں آپ سے اسے بالکل نہ مانگتا۔ نجاشی نے کہا تم مجھ سے اس آدمی کے قاصد کو مانگ کر قتل کرنا چاہتے ہو جس کے پاس وہی ناموس اکبر (جبرائیل علیہ السلام) آتے ہیں جو موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا کرتے تھے۔ میں نے کہا اے بادشاہ! کیا وہ ایسے ہی ہیں؟ اس نے کہا تیرا ناس ہو۔ اے عمرو! میری بات مان لے اور ان کا اتباع کر لے کیونکہ وہ حق پر ہیں اور وہ اپنے مخالفوں پر ایسے غالب آئیں گے جیسے حضرت موسیٰ بن عمران فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے۔ میں نے کہا کیا تم مجھے ان کی طرف سے اسلام پر بیعت کرو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا دیا اور میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس باہر آیا تو میری رائے بدل چکی تھی۔

اپنے ساتھیوں سے میں نے اپنا اسلام چھپائے رکھا پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لانے کے ارادے سے میں وہاں سے چل پڑا۔ راستے میں مجھے حضرت خالد بن ولید ملے۔ وہ مکہ سے آ رہے تھے۔ یہ واقعہ فتح مکہ سے کچھ پہلے کا ہے۔ میں نے کہا اے ابوسلیمان! کہاں (جا رہے ہو) انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بات واضح ہو گئی ہے اور یہ آدمی یقیناً نبی ہیں اللہ کی قسم! میں (ان کے پاس) مسلمان ہونے جا رہا ہوں۔ کب تک (ہم ادھر ادھر بھاگتے رہیں گے) میں نے کہا اللہ کی قسم، میں بھی مسلمان ہونے جا رہا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں مدینہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت خالد بن ولید آگے

بڑھ کر مسلمان ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی۔ پھر میں نے قریب ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں۔ آئندہ کے گناہوں کے متعلق مجھے خیال نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! بیعت ہو جاؤ کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے بیعت ہو گیا پھر واپس آ گیا۔ (البدایۃ والنہایۃ (۱۴۲/۴)

اس روایت کو بیہقی نے واقدی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے زیادہ مفصل اور زیادہ بہتر طریقہ سے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے۔ پھر میں (حبشہ سے) چل دیا۔ یہاں تک کہ جب میں ہدہ مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دو آدمی ذرا کچھ آگے جا کر پڑاؤ ڈال رہے ہیں ایک خیمہ کے اندر ہے اور دوسرا دونوں سواریوں کو تھامے ہوئے ہے۔ غور سے دیکھنے سے پتہ چلا کہ یہ تو خالد بن ولید ہیں۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا محمد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے کیونکہ سارے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ کوئی ڈھنگ کا آدمی باقی نہیں رہا۔ اگر ہم یوں ہی ٹھہرے رہے تو ہماری گردن کو ایسے پکڑ لیا جائے گا جیسے کہ بھٹ میں بجو کی گردن پکڑ لیا جاتی ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میرا بھی محمد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے اور میں بھی مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان بن طلحہ نے خیمہ سے باہر آ کر مجھے خوش آمدید کہا پھر ہم سب وہیں ٹھہر گئے۔ پھر ایک ساتھ ہی مدینہ آئے۔ مجھے اس آدمی کی بات نہیں بھولتی ہے جو ہمیں بیر ابوعتبہ کے پاس ملا۔ وہ یا رباح یا رباح یا رباح! کہہ کر اپنے غلام کو پکار رہا تھا (رباح اس کے غلام کا نام تھا لیکن اس کا لفظی ترجمہ نفع ہے) ہم نے اس کے ان الفاظ سے نیک فال لی۔ اور ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ پھر اس نے ہمیں دیکھ کر کہا ان دو (سرداروں) کے بعد مکہ نے اپنی قیادت ہمیں دے دی ہے۔ وہ یہ کہہ کر میری اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور وہ آدمی دوڑتا ہوا مسجد گیا مجھے خیال ہوا کہ یہ حضور ﷺ کو ہمارے آنے کی خوشخبری سنانے گیا ہے چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ ہم نے اپنے اونٹ مقام حرہ میں بٹھائے اور اپنے صاف ستھرے کپڑے

پہنے۔ پھر عصر کی اذان ہوگئی۔ ہم چل کر آپ کی خدمت میں آپہنچے آپ کا چہرہ مبارک (خوشی سے) چمک رہا تھا اور آپ کے چاروں طرف مسلمان بیٹھے ہوئے تھے جو ہمارے مسلمان ہونے سے بڑے خوش ہو رہے تھے۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید آگے بڑھ کر حضور ﷺ سے بیعت ہوئے۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہ آگے بڑھ کر بیعت ہوئے۔ پھر میں آگے بڑھا۔ اللہ کی قسم! جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں شرم کی وجہ سے اپنی نگاہ نہ اٹھا سکا اور میں نے آپ سے اس شرط پر بیعت کی کہ میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں اور بعد میں ہونے والے گناہوں کا مجھے خیال نہ آیا۔ آپ نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے والے تمام گناہ مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے والے تمام گناہ مٹا دیتی ہے۔ اللہ کی قسم! جب سے ہم دونوں، میں اور خالد رضی اللہ عنہ بن ولید مسلمان ہوئے اس وقت سے حضور ﷺ نے کسی بھی پریشان کن امر میں اپنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو ہمارے برابر کا نہیں سمجھا۔

البدایۃ النہایۃ (۴/۲۳۷)

حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت اقرع رضی اللہ عنہ باضابطہ اسلام قبول کرنے سے بہت پہلے اسلام سے متاثر تھے، چنانچہ فتح مکہ، حنین اور طائف میں کفر کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔

اسد الغابۃ (۱/۱۱۹)

فتح مکہ کے بعد جب روسائے تمیم مدینہ آئے تو اقرع بھی تھے، روسائے عرب کی طرح بنی تمیم کے عمائد میں بھی اعلیٰ نسبی کا بڑا غرور اور دولت کا بڑا نشہ تھا، فخر وعصبیت کی مجلسیں ہوتی تھیں، جن میں روساء عمائد اپنے اپنے فخریہ کارنامے سناتے تھے، مدینہ آئے تو یہ تمام لوازم ساتھ تھے، کاشانہ نبوی ﷺ پر پہنچ کر ارکان وفد نے آواز دی ''محمدؐ باہر نکلو''! آپ کو ناگوار ہوا تاہم حجرہ اقدس سے باہر تشریف لائے، روسائے تمیم نے کہا ہم لوگ تفاخر کے لیے آئے ہیں، اجازت دو کہ ہمارے شعراء بلغاء اپنی سحر بیانی کے جوہر دکھائیں ابن ہشام کی روایت ہے کہ آپ نے ان کی درخواست قبول کر لی، لیکن صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں شعر بازی اور تفاخر کے لیے نہیں مبعوث ہوا ہوں، لیکن اگر تم اسی کے لیے آئے ہو تو ہم بھی اس سے باہر نہیں ہیں، اجازت ملنے کے بعد عطارد بن حاجب کھڑے ہوئے اور نہایت فخر ومباہات کے ساتھ بنی تمیم کے تمول، ثروت، اثر و اقتدار، عالی نسبی، شجاعت و بہادری اور مہمان نوازی کی جاہلانہ داستان سنائی۔ ان کی تقریر ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کی جانب سے جواب کے لیے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، لیکن یہ جواب کیا تھا، تمول وثروت کی افتخاری نہ تھی، عالی نسبی کا غرور نہ تھا، شجاعت اور بہادری کی داستان سرائی نہ تھی، بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت، قرآن کا نزول، اسلام کی تبلیغ، انصار کی حمایت اور اعلاء کلمۃ اللہ کی تاریخ اور اسلام کی دعوت تھی، ثابت کے بعد بنی تمیم کے معزز رکن رسالت کے ملک الشعراء اور طوطی اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جواب کا حکم ہوا، انہوں نے جواب دیا۔

روسائے بنی تمیم کی فخاری اور مسلمانوں کے تبلیغی جواب کا یہ اثر ہوا کہ بنی تمیم کے معزز رکن اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اپنے ارکان سے کہا ''محمدؐ کے خطیب ہمارے خطیبوں اور ان کے شاعر ہمارے شعراء سے زیادہ بہتر ہیں۔ ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ شیریں اور دل آویز ہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں، آپ خدا کے رسول ہیں، اس سے قبل جو کچھ ہو چکا وہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا''

اسد الغابۃ (۱/۱۲۰)

قبول اسلام کے بعد انہیں کسی غزوہ میں شرکت کا موقع نہیں ملا مگر آنحضرت ﷺ نے بعض سرایا کے مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگایا چنانچہ حجۃ الوداع کے قبل جو سریہ بھیجا تھا، اس کے مال غنیمت میں تھوڑا سا سونا انہیں عطا فرمایا۔

(رواہ البخاری فی کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالب وخالد بن الولید الی الیمن)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت جعفر بن ابی طالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد تھے۔آپ کا شمار سابقین اولین الی الاسلام میں ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشغول عبادت تھے، خاندان ہاشم کے سردار ابو طالب نے اپنے دو عزیزوں کو بارگاہ صمدیت میں سربسجود دیکھا تو دل پر خاص اثر ہوا، اپنے صاجبزاد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر کہا ''جعفر! تم بھی اپنے ابن عم کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی، ان کو خدائے لایزال کی عبادت و پرستش میں ایسا مزہ ملا کہ وہ بہت جلد یعنی آنحضرت ﷺ کے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ گزین ہونے سے قبل ہمیشہ کے لیے اس کے پرستاروں میں داخل ہو گئے اس وقت تک اکتیس بتیس (۳۱،۳۲) آدمی اس سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ اسد الغابۃ (۲۸۷/۱)، سیر الصحابۃ (۲۱۶/۲)

تھا کون مغنی چھیڑ گیا جو پردہ ساز ہستی کو
اک نغمہ دلکش اب کیفی ہر سانس میں شامل ملتا ہے

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا اصلی وطن ایک قریہ تھا جو باختلاف روایات موصل کے قریب لب دجلہ یا الجزیرہ میں واقع تھا، ان کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے ''اُبلہ'' کے عامل تھے، انہوں نے ابھی دنیا کی صرف چند بہاریں دیکھی تھیں کہ رومی فوجوں نے ابلہ پر چڑھائی کی اور دوسرے مال واسباب کے ساتھ اس نونہال کو بھی ساتھ لے گئے، بیٹے کی جدائی پر سنان کے چمن زار پر اس گل سرسبد کے فقدان سے خزاں آ گئی، ان کی بہن امیمہ اور چچا لبید نے ان کی تلاش وجستجو میں دنیا کی خاک چھان ڈالی، تمام مجامع، میلوں اور موسمی بازاروں کا جائزہ لیا لیکن اس یوسف گم گشتہ کا کہیں سراغ نہ لگا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ تذکرہ صہیبؓ)

وہ رومیوں ہی میں پرورش پا کر جوان ہوئے، بنی کلب نے ان کو خرید کر مکہ پہنچایا اور ان سے عبداللہ بن الجدعان نے لے کر آزاد کر دیا، لیکن ایک دوسری روایت ہے کہ وہ خود بھاگ کر آئے تھے، اور عبداللہ سے صرف حلیفانہ تعلق تھا، غرض وہ مکہ میں اس کی زندگی تک اس کے ساتھ رہے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۱)

مکہ میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو تفتیش وتحقیق کے خیال سے آستانہ نبوت ﷺ پر حاضر ہوئے، اتفاق سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی اسی خیال سے آ رہے تھے، انہوں نے ان کو دیکھ کر پوچھا ''تم کس ارادہ سے آئے ہو؟'' بولے ''پہلے تم اپنا مقصد ظاہر کرو'' انہوں نے کہا ''میں محمد سے مل کر ان کی گفتگو سننا چاہتا ہوں'' بولے ''میرا بھی یہی مقصد ہے'' غرض دونوں ایک ساتھ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ پہلے رومی تھے جنہوں نے صدائے توحید کو لبیک کہا، رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ صہیب رضی اللہ عنہ روم کا پہلا پھل ہے، آپ اس وقت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین تھے، اور تیس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس دائرہ میں داخل ہو چکے تھے، جن میں اکثروں نے مشرکین کے خوف سے اس کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ طبقات ابن سعد (۱/۱۶۲)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ کے ایک نہایت حسین وخوش رو نوجوان تھے، ان کے والدین ان سے نہایت شاہد محبت رکھتے تھے، خصوصاً ان کی والدہ مناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لخت جگر کو نہایت ناز ونعمت سے پالا تھا، چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانہ میں میسر آ سکتی تھی استعمال فرماتے 2
€ تھے، آنحضرت ﷺ کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے مکہ میں مصعب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حسین وخوش پوشاک اور پروردہ نعمت نہیں ہے" طبقات ابن سعد (۸۲/۱)

خدائے پاک نے حسن ظاہری، سلامت ذوق اور طبع لطیف کے ساتھ آئینہ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا، صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ توحید کے دلربا خط وخال نے شرک سے متنفر کر دیا اور آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر اس کے شیدائیوں میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت ﷺ ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین تھے اور مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی، اس بنا پر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور چھپ چھپ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، لیکن ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی ماں اور خاندان والوں کو خبر دی، انہوں نے سنا تو محبت نفرت سے متبدل ہو گئی اور مجرم توحید کے لیے شرک کی عدالت نے قید تنہائی کا فیصلہ سنایا۔ (اسد الغابہ تذکرہ مصعب بن عمیرؓ)

حضرت خالد بن سعید ﷜ کا قبول اسلام

حضرت خالد ﷜ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جو اس وقت مشرف باسلام ہوئے جب چند بندگان خدا کے سوا ساری دنیا توحید کی آواز سے نا آشنا تھی، ان ہی کے اسلام سے ان کے گھر میں اسلام کی روشنی پھیلی، ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں انہوں نے خواب دیکھا کہ یہ ایک آتشیں غار کے کنارے کھڑے ہیں اوران کے والدان کو اس میں دھکیل رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ گلا پکڑے ہوئے ء €œرہے ہیں، اس خواب پریشان نے آنکھ کھول دی، گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ ''خدا کی قسم یہ خواب حقیقت ہے'' اور اس کو حضرت ابوبکر ﷜ سے بیان کیا، انہوں نے کہا تم ایک نہ ایک دن ضرور مشرف باسلام ہوگے اس لیے میں تم کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم فوراً حلقہ بگوش اسلام ہوجاؤ اور تمہارے والد اس آتشیں غار میں گریں گے، لیکن تم کو اسلام اس میں گرنے سے بچالے گا، چنانچہ خالد ﷜ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں، آپؐ نے فرمایا بلاشرکت غیر خدائے واحد کی پرستش کرو، مجھ کو اس کا بندہ اور رسول مانو اور ان پتھروں کی پوجا چھوڑ دو جو تمہارے نفع اور نقصان کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے، حتی کہ اس سے بھی لاعلم ہیں کہ ان کی پرستش کے دعویداروں میں کون ان کی پرستش کرتا ہے اور کون نہیں کرتا، یہ تعلیمات سن کر دل کے ساتھ زبان نے بھی خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی تصدیق کردی۔

اسدالغابہ (۹۰/۲)

اسلام لانے کے بعد گھر والوں سے چھپ کر آنحضرت ﷺ کے ساتھ دعوت اسلام میں مصروف ہوگئے، والد کو خبر ہوئی تو انہوں نے ان کے بھائیوں کو پکڑنے کے لیے بھیجا، وہ ان کو گرفتار کرکے لے گئے، پہلے اسلام چھوڑنے کا مطالبہ ہوا، یہاں جواب صاف تھا کہ جان جائے لیکن محمد (ﷺ) کا مذہب نہیں چھوٹ سکتا، اس جواب پر پہلے زجر و توبیخ شروع

ہوئی، جب یہ بے اثر ثابت ہوئی تو مار پیٹ کی نوبت آئی اور اس بے دردی سے مارے گئے کہ سر پر پڑتے پڑتے لکڑی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، جب مارتے مارتے تھک گئے تو پھر باز پرس شروع ہوئی کہ تم نے محمد (ﷺ) کی حرکتوں کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ کیوں دیا؟ تم آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ وہ پوری قوم کی مخالفت کرتے ہیں ان کے معبودوں اور ان کے آباو اجداد کو برا بھلا کہتے ہیں اور اس میں تم بھی ان کی ہم نوائی کرتے ہو، مگر اس مار کے بعد بھی اس بادہ حق کے سرشار کی زبان سے نکلا کہ ''خدا کی قسم! وہ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور میں بھی اس میں ان کے ساتھ ہوں'' جب سنگ دل باپ ہر طرح سے تھک چکا تو عاجز ہو کر قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا اور لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی شخص ان سے گفتگو نہ کرے، چنانچہ یہ کئی دن تک بے آب و دانہ تنہائی کی قید جھیلتے رہے، چوتھے دن موقع پا کر بھاگ نکلے اور اطراف مکہ میں روپوش ہوگئے۔ الاستیعاب (۱۵۵/۱)

جب مسلمانوں کا دوسرا قافلہ حبشہ جانے لگا تو یہ بھی اپنی بیوی امیمہ یا ہمنیہ اور بھائی عمرو کو ساتھ لے کر حبشہ چلے گئے، یہیں ان کے صاحبزادہ سعید اور صاحبزادی ام خالد پیدا ہوئیں۔ اسد الغابۃ (۹۱/۲)

غزوہ خیبر کے زمانہ میں حبشہ سے مدینہ آئے، گو یہ اس میں شریک نہیں ہوئے تھے، لیکن آنحضرت ﷺ نے مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگایا، اس کے بعد عمرۃ القضا، فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ سب میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب رہے۔

الاستیعاب (۵۴/۱)

ابتدائی غزوات بدر واحد وغیرہ میں شریک نہیں ہوسکے تھے، اس محرومی پر ہمیشہ متاسف رہے، آنحضرت ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ! ہم لوگ بدر کے شرف سے محروم رہے، آپ نے جواب دیا کہ کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ لوگوں کو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہو اور تم کو دو کا۔ طبقات ابن سعد (۷۲/۴)

حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قوم کی طرف سے سخت رویہ دیکھنے کے باوجود ان کے لئے خیر خواہی کی پوری کوشش کرتے رہتے اور دنیا اور آخرت کی جس مصیبت میں وہ گرفتار ہوتے تھے اس سے نجات پانے کی ان کو دعوت دیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے قریش سے حضور ﷺ کی پوری طرح حفاظت فرمادی تو انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا کہ لوگوں کو اور باہر سے آنے والے عربوں کو ڈرا کر حضور ﷺ سے ملنے سے روکتے تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مکہ میں گئے اور حضور ﷺ وہاں ہی تھے۔ حضرت طفیل بہت معزز اور بڑے سمجھدار تھے۔ قریش کے چند آدمی ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے طفیل! آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں یہ آدمی جو ہمارے درمیان رہتا ہے اس نے ہمیں بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ اس کی بات تو جادو کی طرح اثر رکھتی ہے۔ یہ باپ بیٹے میں بھائی بھائی میں اور میاں بیوی جدائی پیدا کر دیتا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جو پریشانیاں ہم پر آگئی ہیں کہیں وہ آپ پر اور آپ کی قوم پر نہ آجائیں، لہٰذا آپ نہ تو اس سے بات کریں اور نہ اس کی کوئی بات سنیں۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ پر اتنا اصرار کیا اور اتنا پیچھے پڑے کہ میں نے بھی طے کر لیا کہ میں نہ تو حضور اکرم ﷺ سے کوئی بات سنوں گا اور نہ ہی ان سے کوئی بات کروں گا یہاں تک کہ صبح کو جب میں مسجد جانے لگا تو کانوں میں روئی اس ڈر سے بھر دی کہ کہیں بلا ارادہ آپ کی کوئی بات میرے کانوں میں نہ پڑ جائے چنانچہ میں مسجد میں گیا تو حضور ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس ساری احتیاط کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور ﷺ کے بعض الفاظ سنا ہی دیئے۔ حضور ﷺ کا کلام مجھے بہت اچھا محسوس ہوا میں نے اپنے دل میں کہا میری ماں مجھے روئے میں ایک سمجھدار اور شاعر آدمی ہوں۔ اچھے اور برے کلام میں تمیز کر لیتا ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میں ان کی بات سنوں اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لوں گا اور اگر

بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔ پھر میں وہاں انتظار میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔ میں نے آپ کی خدمت حاضر ہو کر کہا اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے مجھے ایسے ایسے کہا اور اللہ کی قسم! مجھے آپ سے اتنا ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی اچھی طرح بھر لی تا کہ آپ کی بات نہ سن سکوں لیکن اللہ نے مجھے آپ کی بات سنا ہی دی۔ آپ کا کلام مجھے بہت اچھا محسوس ہوا۔ آپ اپنی بات میرے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے میرے سامنے اسلام پیش کیا اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے اس سے عمدہ بات اور زیادہ انصاف والی بات نہیں سنی تھی۔ چنانچہ میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے۔ میں ان کے پاس واپس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ اللہ سے میرے لئے دعا کریں کہ اللہ مجھے ایسی کوئی نشانی دے جس سے مجھے انہیں دعوت دینے میں مدد ملے۔ آپ نے دعا فرمائی

"اے اللہ! اس کو کوئی نشانی عطا فرما"

چنانچہ میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا۔ جب میں اس گھاٹی میں پہنچا جہاں سے میں اپنی آبادی والوں کو نظر آنے لگا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح ایک چمکتا ہوا نور ظاہر ہوا، میں نے دعا مانگی

"اے اللہ! اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر کر دے"

کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ میری قوم والے (آنکھوں کے درمیان نور دیکھ کر) یہ سمجھیں گے کہ ان کے دین چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ چنانچہ وہ نور میرے کوڑے کے سر پر آ گیا۔ جب میں گھاٹی سے آبادی کی طرف اتر رہا تھا تو آبادی والوں کو میرے کوڑے کا یہ نور لٹکتے ہوئے قندیل کی طرح نظر آ رہا تھا جسے وہ ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں سواری سے اترا تو میرے والد آئے جو بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا "اے ابا جان! مجھ سے دور رہیں۔ آپ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ میرا آپ سے"

انہوں نے کہا "اے میرے بیٹے کیوں؟"

میں نے کہا ''میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد ﷺ کا دین اختیار کر چکا ہوں''

میرے والد نے کہا ''میرا دین بھی وہی ہے جو تیرا دین ہے''۔

پھر انہوں نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کئے، پھر میرے پاس آئے۔ میں نے ان پر اسلام پیش کیا۔ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی، میں نے اس سے کہا ''مجھ سے دور رہو، میرا تم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ تمہارا مجھ سے''

اس نے کہا ''کیوں؟ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں''

میں نے کہا ''اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جدائی ہو گئی ہے''

چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ پھر میں اپنے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دیتا رہا (لیکن وہ انکار کرتے رہے) اور انہوں بہت دیر کر دی۔ آخر میں حضور ﷺ کی خدمت میں مکہ حاضر ہو کر عرض کیا ''یا نبی ﷺ قبیلہ دوس نے مجھے ہرا دیا (میں نے بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہ لائے) آپ ان کے لئے بددعا کریں''۔ آپ نے (بجائے بددعا کرنے کے) ان کے لئے دعا فرمائی ''اے اللہ! دوس کو ہدایت دے دے''۔ (اور مجھ سے فرمایا) اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان کو دعوت دیتے رہو۔ لیکن ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ چنانچہ میں واپس آیا اور قبیلہ دوس میں ٹھہر کر ان کو دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور بدر احد اور خندق کے غزوات بھی ہو گئے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس وقت حضور ﷺ خیبر گئے ہوئے تھے۔ میں دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کو لے کر مدینہ پہنچا۔

الاصابۃ (۲/۲۲۵)، طبقات ابن سعد (۴/۲۳۷)، البدایۃ والنھایۃ (۳/۱۰۰)، حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۷۴)

دائرہ اسلام کی وسعت کے ساتھ ساتھ مشرکین مکہ کا جور و ستم بھی بڑھتا جاتا تھا، اور ذات نبوی ﷺ کے ساتھ بھی گستاخیاں کرنے میں ان کو باک نہ تھا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کو اپنا مستقل شعار بنا لیا تھا، دوس میں ایک نہایت مضبوط قلعہ تھا، طفیل نے آنحضرت ﷺ کو اپنے اس قلعہ میں منتقل ہو جانے کی دعوت دی اور آپ کی حفاظت کی ذمہ داری لی، لیکن یہ فخر انصار کے لیے مقدر ہو چکا تھا، اس لیے آپؐ نے ان کی دعوت قبول نہ فرمائی۔ (مسلم (۱/۵۸) باب الدلیل علی قاتل نفسہ لا یکفر)

کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن زہیر اور حضرت بجیر بن زہیر دونوں سفر میں روانہ ہوئے۔ ابرق العزاف چشمہ پر پہنچ کر حضرت بجیر نے حضرت کعب سے کہا تم اسی جگہ ان جانوروں کے ساتھ رہو۔ میں ذرا اس آدمی یعنی حضور ﷺ کے پاس جا کر سنتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ حضرت کعب وہیں ٹھہر گئے اور حضرت بجیر حضور ﷺ کی خدمت حاضر ہو گئے آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گئے۔ جب یہ خبر کعب کو پہنچی تو انہوں (مخالفت میں) اشعار کہے:

الا ابلغا عني بجيرا رسالة
على اي شي ويب غيرك دلكا
على خلق لم تلف اما ولا ابا
عليه ولم تدرك عليه اخا لكا
سقاك ابو بكر بكاس روية
وانهلك الـ مامور منها وعلكا

"خبردار! اے میرے دونوں ساتھیو! میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ تیرے غیر کا ناس ہو اس نے تجھے کس راستہ پر ڈال دیا (غیر سے مراد حضرت ابوبکر مراد ہیں)۔ ایسے اخلاق پر تمہیں ڈال دیا جس پر نہ تمہارے ماں باپ ہیں اور نہ تمہارے بھائی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک خراب پیالہ پلا دیا ہے اور اس غلام نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا ہے۔"

جب یہ اشعار حضور ﷺ تک پہنچی تو حضور ﷺ نے کعب کے خون کو مباح کر دیا اور فرمایا جسے کعب جہاں ملے وہ کعب کو قتل کر دے۔ حضرت بجیر رضی اللہ عنہ نے یہ بات خط

میں اپنے بھائی کو لکھی کہ حضور ﷺ نے اس کا خون مباح کر دیا ہے اور اس میں یہ بھی لکھا کہ تم اپنی جان بچاؤ اور میرا خیال یہ ہے کہ تم بچ نہیں سکتے۔ اس کے بعد ان کو یہ لکھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جو بھی حضور ﷺ کی خدمت میں آکر کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھ لیتا ہے حضور ﷺ اس کے کلمہ کو قبول کر لیتے ہیں۔ (یعنی اسے مسلمان مان لیتے ہیں) لہٰذا جونہی تمہیں میرا یہ خط ملے مسلمان ہو کر آجاؤ۔ چنانچہ حضرت کعب خط پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر دوسرا قصیدہ حضور ﷺ کی تعریف میں کہا۔ پھر (مدینہ) آئے اور حضور ﷺ کی مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی، مسجد میں داخل ہوئے اس وقت حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیچ میں ایسے بیٹھے تھے جیسے درمیان میں دستر خوان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے اردگرد حلقہ پر حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے کبھی آپ ایک طرف متوجہ ہو کر بات کرتے اور کبھی دوسری طرف۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بیٹھائی اور میں نے حلیہ مبارک سے ہی حضور ﷺ کو پہچان لیا۔ میں لوگوں کو پھلانگ کر آپ کی خدمت جا کر بیٹھ گیا۔ اور اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہوئے میں نے کہا:

اشھدان لاالہ الااللہ واشھدان محمدارسول اللہ

یارسول اللہ ﷺ میں اپنے لیے امن چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں کعب رضی اللہ عنہ بن زہیر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ہی نے وہ اشعار کہے تھے؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر! اس نے کیسے کہا تھا؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا:

سقاك ابوبكر بكاس روية
وانهلك المامور منها وعلكا

''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمہیں ایک خراب پیالہ پلایا ہے اور اس غلام نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا ہے''۔

میں نے کہا یارسول اللہ میں نے یہ شعر ایسے نہیں کہا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے کیسے

کہا تھا؟ میں نے کہا تو یہ شعر کہا تھا (الفاظ میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے تعریف کا شعر بنا دیا)

سقاك ابوبكر بكاس روية

وانهلك المامون منها وعلكا

''ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہیں ایک لبریز پیالہ پلایا ہے اور اس معتبر شخص نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا ہے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) واقعی معتبر شخص ہیں''۔

(سیر الصحابۃ (۶/۷) المستدرک للحاکم (۳/۵۷۹)

﴿ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ جب انس بن رافع (مدینہ سے) مکہ آیا اور اس کے ساتھ بنوعبدالاشہل کے کچھ نوجوان بھی تھے جن میں ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہ لوگ اپنی قوم قبیلہ خزرج کی طرف سے قریش کے ساتھ دوستی اور مدد کا معاہدہ کرنا چاہتے تھے، حضور ﷺ نے ان کے آنے کی خبر سنی۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس بیٹھ کر فرمایا تم جس کام کے لئے آئے ہو اس سے بہتر بات تم کو نہ بتاؤں انہوں نے کہا وہ کونسی بات ہے؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں مجھے اللہ نے بندوں کی طرف بھیجا ہے میں ان کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی۔ پھر آپ نے اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ جو نوعمر لڑکے تھے۔ انہوں نے کہا اے میری قوم، اللہ کی قسم! تم جس کام کے لئے آئے ہو واقعی یہ اس سے بہتر ہے، انس بن رافع نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر حضرت ایاس رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ماری اور کہا اس بات کو چھوڑو۔ میری جان کی قسم! ہم تو کسی اور کام کے لئے آئے ہیں۔ حضرت ایاس رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور حضور ﷺ وہاں سے کھڑے ہو کر تشریف لے گئے اور یہ لوگ مدینہ واپس چلے گئے۔ پھر اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث کا واقعہ پیش آیا جس کے کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت ایاس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

محمود بن لبید کہتے ہیں کہ میری قوم کے جو لوگ حضرت ایاسؓ کے انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ ان سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور سبحان اللہ مرتے دم تک سنتے رہے اور اس بات میں انہیں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا حالت اسلام پر انتقال ہوا ہے۔ جس مجلس میں انہوں نے حضور ﷺ سے اسلام کی دعوت کو سنا تھا اسی مجلس میں اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ (کنز العمال (۱۱/۷)، الاصابۃ (۹۱/۱))

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جب کہ حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے تو عقبہ رضی اللہ عنہ بکریاں چرارہے تھے آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر بکریاں چھوڑ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ سے بیعت لیجئے، آنحضرت ﷺ نے پوچھا بیعت عربیہ کرنا چاہتے ہو یا بیعت ہجرت؟ عرض کیا یارسول اللہ میں بیعت ہجرت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ بیعت کرکے مدینہ میں مقیم ہوگئے۔

الاصابۃ، تذکرۃ ابن عامر، سیر الصحابۃ (۲۱۴/۳)، طبقات ابن سعد (۶۶/۴)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ابتداء میں ابورافع رضی اللہ عنہ حضرت عباس کے غلام تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دے دیا تھا، آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام کی مسرت پر آزاد کر دیا۔

(سیر الصحابۃ (۲۲۴/۳)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں ہیں جن کے دل پر نبوت کا پر جلال چہرہ ہی دیکھ کر اسلام کا نقش بیٹھ گیا، ان کے اسلام کے متعلق ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے قریش نے آنحضرت ﷺ کے پاس کسی کام سے بھیجا، آپ کو دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف راغب ہو گیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اب میں واپس نہ جاؤں گا، آپ نے فرمایا میں قاصد کو نہیں روکتا اور عہد شکنی نہیں کرتا، اس وقت تم لوٹ جاؤ، اگر کچھ دنوں تک بدستور تمہارے دل میں اسلام کا جذبہ باقی رہا تو پھر چلے آنا، چنانچہ اس وقت تو یہ واپس چلے گئے اور پھر دوبارہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ ابوداؤد (۲۷۳/۱)، مستدرک الحاکم (۵۹۸/۳)

ان کی اک نظر سے قبل، ان کی اک نظر کے بعد
ہر طرف اندھیرا تھا، ہر طرف اجالا ہے

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

جبیر کے والد قریش کے نرم دل اور خدا ترس بزرگوں میں تھے، ان کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو مکہ کی ابتدائی زندگی میں جبکہ آپ کے پیش نظر ہر چاروں طرف سے مصائب و آلام کا ہجوم تھا، بڑی امداد ملی، غالباً ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مکہ میں جب آنحضرت ﷺ کی تبلیغی کوششیں بارآور ہونے لگیں اور قریش کو آنحضرت ﷺ کو فریضہ تبلیغ سے روکنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو آپس میں معاہدہ کر کے بنو ہاشم کا مقاطعہ کردیا جس کی رو سے بنی ہاشم میں شادی بیاہ اور خرید و فروخت جملہ معاشرتی تعلقات ناجائز قرار پائے اور یہ عہد نامہ خانہ کعبہ میں آویزاں کردیا گیا، اس معاہدہ کی رو سے چونکہ قریش کی دوسری شاخوں کا میل جول بنی ہاشم کے ساتھ ممنوع ہوگیا تھا، اس لیے بنی ہاشم شعب ابی طالب میں چلے گئے، اور تین سال تک اس قید میں زندگی بسر کرتے رہے، اس طویل مدت میں شعب ابی طالب پر برابر قریش کا پہرا قائم رہا اور از قسم خورد و نوش کوئی چیز شعب ابی طالب میں نہ جانے پائی تھی، لیکن اس گروہ اشقیا میں کچھ نرم دل بھی تھے، جو کھانے پینے کی چیزیں چرا چھپا کر پہنچا دیا کرتے تھے، آخر میں بعض منصف مزاجوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف صدا بلند کی اور کوشش کر کے اسے چاک کردیا، ان اجتماع کرنے والوں میں ایک جبیر بن مطعم بھی تھے۔ سیرۃ ابن ہشام (۲۰۴/۱)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کے بعد جب مکہ میں آنحضرت ﷺ کا کوئی ظاہری سہارا باقی نہ رہا اور تبلیغ کے لئے آپ طائف تشریف لے گئے اور وہاں سے خاطر خواہ ردعمل کے بغیر واپس لوٹے تو اس وقت مکہ کا ذرہ ذرہ آپ کا دشمن ہو رہا تھا، بظاہر کوئی جائے پناہ باقی نہ تھی، مطعم کی نرم دلی سے آپ واقف تھے، اس لیے مکہ کے پاس پہنچ کر ان سے پناہ طلب کی، مطعم گو اس وقت کافر تھے، لیکن آنحضرت ﷺ کی درخواست پر آپ کو اپنی حمایت میں لے لیا، مطعم کو معلوم تھا کہ رسول اللہ کو اپنی حمایت میں لینا تمام مشرکین مکہ کو

مقابلہ کی دعوت دینا ہے، اسی لیے حمایت میں لینے کے بعد ہی اپنے لڑکوں کو حکم دیا کہ ہتھیار لگا کر حرم میں آئیں، پھر خود حرم میں جا کر ببانگ دہل اعلان کیا کہ میں نے محمد ﷺ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے، جبیر اسی منصف مزاج اور نرم دل باپ کے فرزند تھے، لیکن قومی عصبیت قبول حق سے مانع آتی تھی، مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان سب سے پہلا معرکہ بدر ہوا، اس میں جبیر شریک نہ ہوسکے تھے، لیکن اپنے قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑانے آئے تھے، جس وقت وہ پہنچے نبی کریم ﷺ نماز میں مصروف تھے اور سورۂ طور کی آیات تلاوت فرما رہے تھے، جبیر مسجد میں داخل ہوئے تو کلام اللہ کی سحر انگیز آیتیں کانوں میں پڑیں، انہیں سن کر جبیر اس درجہ متاثر ہوئے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا قلب پھٹ جائے گا۔

مسند احمد بن حنبل (۸۸/۴)

آنحضرت ﷺ کے نماز قائم کرنے کے بعد انہوں نے آپ سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی آپ نے ان کے باپ کے احسانات کو یاد کر کے فرمایا کہ اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے اور وہ سفارش کرتے تو میں چھوڑ دیتا۔ الاستیعاب (۹۰/۱)

بدر کے مقتولین کا انتقام احد کی صورت میں ظاہر ہوا، اس میں تمام مشرکین نے بقدر استطاعت حصہ لیا، جبیر نے اپنے غلام وحشی کو بھیجا اور کہا اگر تم حمزہ کو قتل کر دو گے تو تم کو آزاد کر دیا جائے گا، چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے جبیر میں اثر پزیری کا مادہ پہلے سے موجود تھا، حالت کفر میں آیات قرآنی سے تاثر اس کا بین ثبوت ہے، لیکن قومی عصبیت مانع آتی تھی، لیکن بالآخر قبول حق کا مادہ جذبۂ عصبیت پر غالب آ گیا، اور بروایت صحیح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانہ میں وہ مسلمان ہوگئے۔ الاصابۃ (۲۳۶/۱)

قبول اسلام کے بعد صرف حنین میں شرکت کا پتہ چلتا ہے، حنین کی واپسی کے وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے، جبیر آنحضرت ﷺ کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہے، لیکن کہیں نظر نہیں آتے، ۵۷ھ میں مدینہ میں وفات پائی، دولڑکے محمد اور نافع یادگار چھوڑے۔

الاستیعاب (۹۰/۱)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جریر بن عبداللہ وفات نبوی کے کل چالیس روز قبل مشرف باسلام ہوئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بروایت صحیح وہ حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب تھے، اس لئے وفات سے کم از کم چار پانچ ماہ پیشتر ان کا اسلام ماننا پڑے گا، واقدی کے بیان کے مطابق رمضان ۱۰ھ میں اسلام لائے، اس روایت کی رو سے آنحضرت ﷺ کی وفات کے سات مہینہ پیشتر ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، بہر حال اس قدر یقینی ہے کہ وہ وفات نبوی سے کئی مہینے پہلے اسلام لا چکے تھے۔

جب یہ قبول اسلام کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا، عرض کیا اسلام قبول کرنے کے لیے، آپ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھادی اور مسلمانوں سے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔ اس کے بعد حضرت جریر نے اسلام کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کہا میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا، پھر فرمایا جو شخص انسان پر رحم نہیں کرتا اس پر خدا رحم نہیں کرتا اور اس کے بعد بلا شرکت غیرے خدائے واحد کی پرستش، فرض نمازوں کی پابندی، مفروضہ زکوٰۃ کی ادائیگی، مسلمانوں کی نصیحت اور خیر خواہی اور کافروں سے برأت پر بیعت لی۔ رواہ احمد فی مسندہ (۳۵۸/۴)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم بنت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہا مسلمان ہوگئیں۔ پھر حضرت ام حکیم نے کہا یارسول اللہ! عکرمہ آپ سے ڈر کر یمن بھاگ گئے ہیں انہیں ڈر تھا کہ آپ انہیں قتل کر دیں گے۔ آپ ان کو امن دے دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں امن ہے۔ اپنے ساتھ اپنا رومی غلام لے کر وہ عکرمہ کی تلاش میں نکلیں۔ اس غلام نے حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کو پھسلانا چاہا۔ وہ اسے امید دلاتی رہیں یہاں تک کہ قبیلہ عک میں پہنچ گئیں تو انہوں نے اس قبیلہ والوں سے اس غلام کے خلاف مدد طلب کی۔ انہوں نے اس غلام کو رسیوں میں جکڑ دیا۔ حضرت ام حکیم عکرمہ کے پاس جب پہنچیں تو وہ تہامہ کے ایک ساحل پر پہنچ کر کشتی پر سوار ہو چکے تھے اور کشتی بان ان سے کہہ رہا تھا کہ کلمہ اخلاص پڑھ لو۔ عکرمہ نے پوچھا میں کیا کہوں؟ اس نے کہا لا الہ الا اللہ کہو۔ عکرمہ نے کہا میں تو صرف اسی کلمہ سے ہی بھاگ رہا ہوں۔ اتنے میں حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا وہاں پہنچ گئیں اور (کپڑے ہلا کر) ان کی طرف اشارہ کرنے لگیں۔ (یا ان پر اصرار کرنے لگیں) اور وہ ان سے کہہ رہی تھیں اے میرے چچا زاد بھائی! میں تمہارے پاس ایسی ذات کے پاس سے آ رہی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ جوڑ لینے والے اور سب سے زیادہ نیکی کرنے والے اور سب سے زیادہ بہترین انسان ہیں اپنے آپ کو ہلاک مت کرو چنانچہ عکرمہ یہ سن کر رک گئے اور وہ ان کے پاس پہنچ گئیں اور ان سے کہا میں تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ سے امن لے چکی ہوں۔ انہوں نے کہا واقعی تم لے چکی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے ان سے بات کی تھی انہوں نے تمہیں امن دے دیا ہے۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ واپس چل پڑے حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عکرمہ کو اپنے رومی غلام کی ساری بات بتائی۔ انہوں نے (غصہ میں آ کر) اس غلام کو قتل کر دیا اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب یہ مکہ کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ عکرمہ بن ابی جہل تمہارے پاس مومن اور مہاجر بن کر آ رہے ہیں۔

آئندہ اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ مرے ہوئے کو برا کہنے سے اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اس مردہ تک پہنچتا نہیں۔

(راستہ میں) عکرمہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنی چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور یہ کہا تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں۔ عکرمہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ جس کام نے تم کو میری بات ماننے سے روکا ہے وہ بہت بڑا کام ہے۔ حضور ﷺ عکرمہ کو دیکھتے ہی لپکے اور جلدی کی وجہ سے آپ کے جسم اطہر پر چادر تک نہیں تھی کیونکہ آپ ان (کے آنے) سے بہت خوش تھے۔ پھر حضور ﷺ بیٹھ گئے اور وہ حضور ﷺ کے سامنے کھڑے رہے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ انہوں نے کہا اے محمد! میری اس بیوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے امن دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ سچ کہتی ہے تمہیں امن ہے۔ عکرمہ نے کہا اے محمد! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور فلاں فلاں کام کرو۔ آپ نے اسلام کے چند اعمال گنوائے تو عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم! آپ تو اس دعوت کے کام کو شروع کرنے سے پہلے ہی ہم میں سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ نیکوکار تھے۔ پھر حضرت عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

آپ ان کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے پڑھنے کے لئے کوئی بہترین چیز بتائیں۔ آپ نے فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پڑھا کرو۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کچھ اور بتا دیں۔ آپ نے فرمایا یہ کہو کہ میں اللہ تعالیٰ کو اور تمام حاضرین کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان، مجاہد اور مہاجر ہوں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ دیا۔ حضور ﷺ نے (خوش ہو کر) کہا تم مجھ سے آج جو بھی ایسی چیز مانگو گے جو میں دے سکتا ہوں وہ میں تمہیں ضرور دے دوں گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ میں نے آپ کی جتنی دشمنی کی ہے یا

آپ کے خلاف جتنے سفر کئے ہیں اور آپ کے خلاف جتنی جنگیں کی ہیں یا آپ کو آپ کے سامنے یا آپ کے پس پشت جتنی نازیباں باتیں کہی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف کر دے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ انہوں نے مجھ سے جتنی دشمنی کی ہے اور آپ کے نور کو بجھانے کے لئے جتنے سفر کئے ہیں ان سب کو معاف فرما دے انہوں نے میرے سامنے یا میرے پس پشت جتنی میری آبرو ریزی کی ہے وہ سب معاف فرما دے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اب میں خوش ہو گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اب تک میں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنا مال خرچ کر چکا ہوں اب آئندہ اللہ کے راستہ میں اس سے دوگنا (انشاء اللہ) خرچ کروں گا اور اب تک اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنی جنگ کر چکا ہوں اب اللہ کے راستہ میں اس سے دوگنی جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پورے زور و شور سے جہاد میں شریک ہوتے رہے یہاں تک کہ (اللہ کے راستہ میں) شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ نے (تجدید نکاح کے بغیر) پہلے نکاح کی بنیاد پر حضرت ام حکیم کو ان کے نکاح میں باقی رکھا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے یہ نقل کیا ہے کہ غزوہ حنین کے دن (جب شروع میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو) سہیل بن عمرو نے کہا محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو قبیلہ ثقیف اور قبیلہ ہوازن کا پہلے سے اندازہ نہ تھا تو ان کو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات نہیں بلکہ فتح اور شکست تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ محمد (ﷺ) کے اختیار میں کچھ نہیں ہے اگر آج ان کو شکست ہوگئی ہے تو کل کو ان کے حق میں اچھا نتیجہ نکل آئے گا۔ سہیل نے کہا ارے کچھ دن پہلے تک تو تم ان کے بڑے مخالف تھے۔ (اب ان کے بڑے حامی ہو گئے ہو) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو یزید! اللہ کی قسم ہم لوگ بالکل غلط راستہ پر محنت کرتے رہے۔ ہماری عقل بھی کوئی عقل تھی کہ ہم ایسے پتھروں کی عبادت کرتے رہے جو نہ نفع دے سکتے تھے نہ نقصان۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی حدیث میں ایک مضمون یہ ہے کہ جب عکرمہ رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کے دروازے پر پہنچے تو حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور ان کے آنے کی اسی خوشی کی وجہ سے آپ کھڑے ہو کر فوراً ان کی طرف لپکے اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے کہا اے محمد (ﷺ) (میری) اس (بیوی) نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے امن دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تمہیں امن ہے۔ میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ کہہ تو رہا تھا لیکن شرم کے مارے میں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ میں نے آپ کی آج تک جتنی دشمنی کی ہے اور شرک کو غالب کرنے کی کوشش اور محنت کرنے میں، میں نے جتنے سفر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرمادے حضور ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! اس عکرمہ نے آج تک جتنی میری دشمنی کی ہے اور آپ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنے سفر کئے ہیں ان سب کو معاف فرمادیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ جو کچھ جانتے ہیں اس میں سے بہترین بات مجھے بتائیں تاکہ میں بھی اسے جان لوں (اور اس پر عمل کروں) حضور ﷺ نے فرمایا کہو:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنا مال خرچ کر چکا ہوں اب اس سے دگنا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کروں گا اور اب تک اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنی جنگ کر چکا ہوں۔ اب اللہ کے راستہ میں اس سے دگنی جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پورے زور و شور سے جہاد میں شریک ہوتے رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں غزوہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع والے سال ان کو ہوازن سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت عکرمہ تبالہ (یمن) میں تھے۔ حیاۃ الصحابۃ (۲۳۶/۱ـ۲۴۰) مجمع الزوائد (۱۷۴/۹)، مستدرک الحاکم (۲۴۱/۳)

﴿حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

دعوت اسلام کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے عزیز قریب بھی آپ کے دشمن ہو گئے، لیکن نوفل کے خون میں ہمیشہ یکساں برادرانہ محبت قائم رہی، چنانچہ حالت شرک میں بھی آپ سے مقابلہ کرنا پسند نہ کرتے تھے، بدر میں جب طوعاً کرہاً مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کو نکلے، اس وقت یہ پرخلوص اشعار وردزبان تھے:

حرام حرب احمد انني
اری احمد امني قریباً اوصره

''مجھ پر احمد سے جنگ کرنا حرام ہے وہ میرے قریبی عزیز ہیں''

بدر میں جب مشرکین کو شکست ہوئی تو دوسرے قیدیوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا نوفل فدیہ دے کر رہا ہو جاؤ، عرض کی یارسول اللہ! میرے پاس فدیہ کے لائق کوئی چیز نہیں فرمایا جدہ والے نیزے فدیہ میں دے دو، اس کے جواب میں انہوں نے آپ کی رسالت کا اعتراف کیا اور ہزار نیزے فدیہ میں پیش کیے اور ذیل کے اشعار میں اپنے خیالات کا اظہار کیا:

اليكم اليكم انني لست منكم
تبرات من دين الشيوخ الاكابر

''دور ہو، دور ہو، میں تمہاری جماعت میں نہیں ہوں، میں قریش کے بڑے بوڑھوں کے دین سے بیزار ہوں''

شهدت علی ان النبی محمدٌ
اَتیٰ بالهدی من ربه و البصائر

''میں نے شہادت دی ہے کہ محمد نبی ہیں اور خدا کی جانب سے وہ ہدایت اور بصیرت لائے ہیں''

و ان رسول اللہ یدعو الی التقی
و ان رسول اللہ لیس بشاعر

''اور رسول اللہ (ﷺ) تقویٰ کی طرف بلاتے اور رسول اللہ شاعر نہیں ہیں''

علی ذلک احیی ثم لبثت موقتاً
و اثوی علیہ میتا فی المقابر

''میں اسی پر زندہ رہوں گا اور اسی پر میں قبر میں موت کی حالت میں سوؤں گا اور پھر اسی پر قیامت کے دن اٹھوں گا''

طبقات ابن سعد (۳۰/۴)

اسلام کے بعد پھر مکہ واپس چلے گئے غزوہ خندق یا فتح مکہ کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے قصد سے روانہ ہوئے۔ ابواء پہنچ کر ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے لوٹنے کا ارادہ کیا، نوفل رضی اللہ عنہ نے کہا، اس شرک کدہ میں کہاں جاتے ہو، جہاں کے آدمی رسول اللہ سے لڑتے اور ان کی تکذیب کرتے ہیں، اب خدا نے رسول اللہ ﷺ کو عزت دی ہے، اور ان کے ساتھی بھی زیادہ ہو گئے ہیں ہمارے ساتھ چلے چلو، چنانچہ یہ قافلہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچا۔

حضرت نوفل اور حضرت عباس کے قدیم تعلقات تھے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان دونوں میں مواخات کرادی اور قیام کے لیے دو مکان مرحمت فرمائے، ایک مکان رحبۃ القضاء میں مسجد نبوی کے متصل تھا اور دوسرا بازار میں ثنیۃ الوداع کے راستہ پر واقع تھا۔

اسد الغابۃ (۴۶/۵)

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا، وہ بوڑھے بھی تھے اور نابینا بھی، حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''آپ نے ان بڑے میاں کو گھر میں کیوں نہ رہنے دیا، ہم خود ان کے پاس چلے جاتے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو خود چل کر حاضر ہونے کا اجر عطا فرمائے، مجھے اپنے والد کے اسلام لانے سے جتنی خوشی ہو رہی ہے (آپ کے چچا) ابوطالب کے اسلام لانے سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی کیونکہ اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے'' حضور ﷺ نے جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان جذبات عقیدت کو سنا تو فرمایا: ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو'' (تمہارے دل میں یہی بات ہے) حیاۃ الصحابۃ (۴۱۶/۲)

﴿حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

امام بیہقیؒ نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو لانے والے کے لئے سو اونٹ انعام کے طور پر مقرر کیے تو طمع نے مجھے اس کام پر ابھارا۔ چنانچہ میں قبیلہ بنو سہم کے ستر افراد کی معیت میں نکلا ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگئی، آپؐ نے پوچھا تو کون ہے؟

میں نے کہا بریدہ!

رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا اور سدھر گیا''

پھر آپؐ نے پوچھا: کس قبیلے سے ہو؟

میں نے کہا: قبیلہ اسلم سے۔

آپؐ نے (تفاؤل کے طور پر) فرمایا ''ہم سلامت رہے''

پھر آپؐ نے پوچھا: قبیلہ اسلم کی کونسی شاخ سے ہو؟

میں نے کہا: بنو سہم سے

آپؐ نے (نیک شگون لیتے ہوئے) فرمایا: اے ابوبکر تمہارا تیر نکل آیا۔

پھر بریدہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے پوچھا تم کون ہو؟

آپؐ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہوں!

اس پر بریدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ساتھی اسلام لے آئے بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں کہ بنو سہم خوشی خوشی بغیر جبر کے مسلمان ہو گئے۔

اگلے روز حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپؐ بغیر جھنڈے کے مدینہ میں داخل نہ ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا عمامہ کھول کر ایک نیزے سے باندھا، پھر آپؐ کے آگے آگے چل کر مدینہ میں داخل ہوئے۔

شروع دن سے ہی جب سے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کی سعادت مندی کا ستارہ چمک اٹھا، انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور بہت بڑی فضیلت کو حاصل کرلیا۔ ان کے لئے ایک بڑی سعادت کی بات یہ ہے کہ وہ اور ان کے تمام ساتھی مسلمان ہوگئے جو تقریباً اسی (۸۰) گھرانے تھے، اور وہیں جنگل میں رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی اور انہوں نے آپؐ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

(فرسان حول الرسول، ص: ۷۳۔۷۵)

حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہیں بتایا جاسکتا لیکن قیاس یہ ہے کہ آغاز دعوت اسلام میں اس سے مشرف ہوئے ہوں گے، اس لیے کہ اسی زمانہ میں ان کے گھرانے میں اسلام کا اثر ہوا تھا، ان کے چچا اکثم بن صیفی عرب کے مشہور حکیم تھے، آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ آپ کے ظہور کی خبر دیتے تھے، بعثت نبوی کے وقت ان کی عمر ۱۹۰ سال کی تھی، جب انہیں بعثت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ایک خط لکھا، آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا، اکثم اس جواب سے بہت مسرور ہوئے اور اپنے قبیلہ کو جمع کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے اور آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دی، لیکن مالک بن نویرہ نے درمیان میں پڑ کر سب کو منتشر کر دیا، مگر اکثم نے اپنے لڑکے اور جن جن لوگوں نے ان کا کہنا مانا سب کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا، لیکن سوئے اتفاق سے آپ تک کوئی نہ پہنچ سکا، قیاس یہ ہے کہ اسی زمانہ میں حنظلہ بھی ایمان لائے ہوں گے، اسلام کے بعد مراسلات نبوی کی کتابت کا عہدہ سپرد ہوا۔ اسد الغابۃ (۶۶/۲)

کسی خاص غزوہ میں ان کی شرکت کی تصریح نہیں ملتی، لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے، کہ جہاد فی سبیل اللہ کے شرف سے محروم نہ رہے تھے، چنانچہ بیان کرتے تھے کہ ہم لوگ بعض غزوات میں شریک ہوئے تھے، اس میں ایک مقتولہ عورت کی طرف سے گذر ہوا لوگ جمع ہو کر اسے دیکھنے لگے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا، آپ نے لاش دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو لڑتی نہ تھی، پھر ایک شخص کو خالد بن ولید کے پاس بھیجا کہ جا کر کہہ دو کہ رسول اللہ ﷺ بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع کرتے ہیں۔

رواہ احمد فی مسندہ (۱۷۸/۵)

غزوہ طائف سے قبل آنحضرت ﷺ نے انہیں بنی ثقیف کے پاس سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ لوگ صلح پر آمادہ ہیں یا نہیں۔ اسد الغابۃ (۶۶/۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قادسیہ کی مشہور جنگ میں شریک ہوئے۔کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں بود و باش اختیار کر لی، پھر جنگ جمل کے بعد قرقیسیا میں منتقل ہو گئے، اور یہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ الاصابۃ (۲/۴۳)

آنحضرت ﷺ کے منشی تھے، آپ کے مراسلات وغیرہ لکھا کرتے تھے، اس لیے کاتب ان کے نام کا جزو ہو گیا تھا، ان کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

(تہذیب الکمال)

حنظلہ کی قوت ایمانی اور صفائے قلب کا اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ دیا اور اس طرح جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا کہ اس کے مناظر آنکھوں کے سامنے پھر گئے، حنظلہ بھی اس خطبہ میں تھے، یہاں سے اٹھ کر گئے تو فطرت انسانی کے مطابق تھوڑی دیر میں سب مناظر بھول گئے اور بال بچوں میں پڑ کر ہنسنے بولنے لگے، لیکن پھر فوراً خیال ہوا عبرت پذیر دل نے ٹوکا کہ اتنی جلد یہ سبق فراموش ہو گیا، اسی وقت روتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا خیر ہے، کہا ابوبکر! حنظلہ منافق ہو گیا، ابھی ابھی رسول اللہ ﷺ کے خطبہ میں جنت دوزخ کا منظر دیکھ کر گھر آیا اور آتے ہی سب کو بھلا کر بیوی بچوں اور مال و دولت کی دلچسپیوں میں مشغول ہو گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا بھی یہی حال ہے، چلو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلیں، چنانچہ دونوں خدمت نبوی میں پہنچے، آپ نے دیکھ کر فرمایا حنظلہ کیا ہے عرض کی یارسول اللہ ﷺ حنظلہ منافق ہو گیا، آپ نے جس وقت جنت دوزخ کا ذکر فرمایا اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ دونوں نگاہوں کے سامنے ہیں، خطبہ سن کر گھر گیا تو سب بھلا کر بیوی اور مال و جائداد میں مصروف ہو گیا یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا حنظلہ اگر تم لوگ اسی حالت پر ہمیشہ قائم رہتے جس حالت میں میرے پاس سے اٹھ کر گئے تھے تو ملائکہ آسمانی تمہارے جلسہ گاہوں تمہارے راستوں اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے لیکن حنظلہ بات یہ ہے کہ آہستہ آہستہ گا ہے گا ہے۔ سیر الصحابۃ (۷/۵۲)

حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ام القریٰ (مکہ مکرمہ) میں ہلکی سی بھنک پڑی کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی قریشی، اللہ عزیز وحمید کی توحید کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں۔ یہ تازہ بتازہ پر جوش مہک قریش مکہ کے بہت سے گھروں تک جا پہنچی، اور ایمانی مہک کی خوشبو پھیلنے لگی حتی کہ بنو مخزوم کے مکانات سے بھی جا ٹکرائی جو حرم مکی کے سامنے کوہ صفا کی کچھ بلندی پر تھے۔

اس مبارک مہک کے خوشگوار جھونکے بنو مخزوم کے ایک نوجوان تک پہنچ گئے، گویا کہ ان کے کان نداء اسلام کے سننے اور قبول کرنے کے لئے ہی ڈھالے گئے تھے فوراً ان کے دل نے کلمہ توحید کو قبول کر لیا اور شہادتین کا نطق فرمایا:

اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله۔

یہی نوجوان ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ مخزومی قریشی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہا اور اس دین متین پر لبیک کہا جو دارین میں ان کی حیات ابدی کا سبب بنا۔ چنانچہ ان کے لئے دوام لکھ دیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے مخصوص معتمد علیہ بنے۔ اس طرح کہ آپؐ نے کوہ صفا پر مجاہدین وشہسواروں کی تربیت کے لئے ان کے گھر کو اسلام کا پہلا مدرسہ ہونے کی حیثیت سے منتخب فرمایا۔ جہاں سے سلامتی ومحبت کی دعوت چلے اور ارواح ونفوس کی تربیت ہو۔ جس وقت ارقم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اس وقت قبیلہ بنو مخزوم میں بڑے بڑے فاجر ورؤساء اشرار تھے۔ جیسے ابو جہل بن ہشام، ولید بن مغیرہ اور ان کے علاوہ بھی تھے۔ جو ہر ممکن طریق سے اللہ کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے تھے، لیکن جونہی ارقم رضی اللہ عنہ کے قلب میں ایمان آبسا تو ان کی نظروں میں اللہ عزوجل کے غلبے اور دبدبے کے علاوہ ہر دبدبہ وغلبہ بے حیثیت ہو کر رہ گیا، چنانچہ انہیں نہ تو بنو مغیرہ سے اندیشہ ہوا اور نہ ہی وہ بنی مخزوم سے گھبرائے۔

رسول اللہ ﷺ نے قریش کے گھروں میں سے ہر گھر میں ایمان کی تخم ریزی کر دی۔

مکہ کے چند مخصوص اور منتخب نوجوانوں نے اسلام کی دعوت کو قبول فرمالیا۔ مگر اس کے باوجود ابھی تک اسلام مسلمانوں کے دلوں کا راز بنا ہوا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اپنی عبادت کہاں بجا لائیں اور رسول اللہ ﷺ سے کس جگہ ملیں کہ وہ ان کی طریق روشن کی طرف رہنمائی کریں اور ان کے نفوس کو جنت کی راہ پر لے چلیں؟

اس کے لئے دار ارقم انتخاب ہوا اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر اسلام کا پہلا مدرسہ ثابت تھا جس کی شاخیں آج پوری دنیا کے گوشے گوشے میں قائم ہیں۔ ان سے اٹھنے والی ایمانی لہریں پورے عالم کو سیراب وشاداب کرنے کا حوصلہ رکھتی ہیں۔ جس طرح قرن اول میں یہی مدرسہ ایمان وعمل کے فروغ کا ذریعہ بنا۔ (فرسان حول الرسول، ص: ۳۳-۳۴)

حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

آنحضرت ﷺ کے حضرت ارقم کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے بعد دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے، قبول اسلام کے بعد گھر آئے اور ماں سے کہا میں خلوص دل سے اسلام لا کر محمد (ﷺ) کا پیرو ہو گیا ہوں، ان نیک خاتون نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی غیروں سے زیادہ تمہاری مدد کے مستحق ہیں اگر مجھ میں مردوں جیسی قوت ہوتی تو ان کو کفار کی دراز دستیوں سے بچاتی، ماں کے اس شریفانہ جذبات کو سن کر کہا کہ پھر آپ کو اسلام لانے سے کیا چیز روکتی ہے، آپ کے بھائی حمزہ بھی اسلام لا چکے ہیں، بولیں مجھ کو اپنی بہنوں کا انتظار ہے کہ وہ کیا کرتی ہیں، ان کے بعد میں بھی ان ہی کی پیروی کروں گی، طلیب نے اصرار کیا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں، آپ محمد ﷺ کے پاس چلیں اور ان کی رسالت اور خدا کی توحید کا اقرار کیجئے ان خاتون کا دل شروع سے آنحضرت ﷺ کی جانب مائل تھا، اس لیے اس اصرار پر انکار کی ہمت نہ ہوئی اور اسی وقت کلمہ توحید زبان پر جاری ہو گیا۔

اروی عورت تھیں مگر اسلام کے بعد مردانہ ہمت واستقلال کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی امکانی مدد کرتی رہیں، نسائیت کی وجہ سے عملی امداد سے تو مجبور تھیں، مگر زبان سے جو کچھ بن پڑتا تھا، کہتی تھیں اور اپنے فرزند کو آنحضرت ﷺ کی امداد واعانت پر آمادہ کرتی تھیں۔

مستدرک الحاکم (۲۳۹/۳)

حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ضماد نام، باپ کا نام ثعلبہ تھا، قبیلہ از دشنو سے خاندانی تعلق تھا، طبابت اور جھاڑ پھونک پیشہ تھا، زمانہ جاہلیت سے آنحضرت ﷺ کے دوست تھے۔ اسد الغابۃ (۴۲/۳)

جب مکہ میں اول اول آنحضرت ﷺ نے توحید الٰہی کی صدا بلند کی تو اس کے جواب میں ہر طرف سے جنون اور دیوانگی کا فتویٰ صادر ہوا، اتفاق سے ان ہی دنوں ضماد کسی کام سے مکہ آئے، انہوں نے بھی سنا کہ (نعوذ باللہ) محمدؐ مجنون ہو گئے، طبابت اور جھاڑ پھونک پیشہ تھا، اس لیے گذشتہ تعلقات اور مراسم نے تقاضا کیا کہ محمد ﷺ کو ضرور دیکھنا چاہیے، ممکن ہے میرے ہاتھوں سے شفا مقدر ہو، چنانچہ خدمت نبوی میں جا کر کہا محمد میں آسیب کا علاج کرتا ہوں، تمہارا علاج کرنا چاہتا ہوں، اس ہمدردی کے جواب میں آپؐ نے درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

"الحمد لله نحمده و نستعينه من يهده الله فلا مضل و من يضلله فلا هادى له، و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهدان محمدً اعبده' ورسوله"

"تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اس سے استعانت چاہتے ہیں جس کو خدا ہدایت دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں میں گواہی دیتا ہوں خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں"

اس خطبہ کے بعد آنحضرت ﷺ کچھ اور فرمانا چاہتے تھے کہ ضماد نے دوبارہ پڑھنے کی فرمائش کی آپ نے تین مرتبہ پڑھ کر سنایا، ضماد نہایت غور و تامل کے ساتھ سنتے جاتے تھے اور ہر مرتبہ دل متاثر ہوتا جاتا تھا، جب سن چکے تو کہا میں نے کاہنوں کا سجع سنا ہے، ساحروں کی سحر بیانی سنی ہے شعراء کا کلام سنا ہے، لیکن یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے، جو بات اس

میں ہے وہ کسی میں نہیں پائی، اس کا عمق تو سمندر کی گہرائیوں کی تھاہ لاتا ہے، ہاتھ بڑھاؤ اور مجھے اسلام کی غلامی میں داخل کرو، اس طریقہ سے عرب کا وہ مشہور طبیب جو جنون کا علاج کرنے آیا تھا، خود اسلام کا دیوانہ بن گیا۔ (رواہ مسلم فی کتاب الجمعۃ)

آئے تھے ان کو ڈھونڈنے خود سے بے خبر گئے

ضماد گو بہت ابتداء میں مشرف باسلام ہوئے تھے، لیکن اسلام کے بعد پھر کہیں ان کا تذکرہ نہیں ملتا، صرف ایک موقع پر ان کا نام آتا ہے، آنحضرت ﷺ نے ایک سریہ کسی سمت روانہ فرمایا تھا، وہ ضماد کے قبیلہ کی طرف سے گذرا تو یہاں سے ایک مطہرہ ملا، امیر سریہ نے پوچھا کہ اس قبیلہ سے کچھ ہاتھ لگا، ایک شخص نے کہا ایک مطہرہ ملا ہے، امیر نے کہا اسے واپس کر دو یہ ضماد کا قبیلہ ہے، اس کے بعد پھر کہیں ان کا پتہ نہیں چلتا۔

سیر الصحابۃ (۱۰۵/۷)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت کے اسلام لانے کا ایک عجیب قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا پہلے انس رضی اللہ عنہ کے والد مالک کے نکاح میں تھیں، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے قبول اسلام کے بعد اپنی بھی محمد ﷺ کی غلامی میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ لیکن مالک نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ شخص (یعنی محمد ﷺ) شراب کو حرام بناتے ہے، یہ مدینہ سے ملک شام چلے گئے وہاں حالت شرک میں ان کا انتقال ہو گیا۔

مالک سے جدائی کے بعد حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ابو طلحہ کے قبول اسلام اور نکاح کے واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے (میری والدہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا "اے ابو طلحہ! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو وہ تو زمین سے اگنے والا ایک درخت ہے؟"

ابو طلحہ نے کہا "ہاں! یقیناً ایسا ہی ہے"۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا "درخت کی عبادت کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے اسلام کے علاوہ کسی قسم کا مہر کا مطالبہ نہیں کروں گی"۔

انہوں نے کہا "اچھا میں ذرا سوچ لوں"

یہ کہہ کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آ کر کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ پڑھ لیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا اے انس! میرا نکاح ابو طلحہ سے کردو۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح کروا دیا۔

الاصابۃ (۴/۴۶۱)

قبول اسلام کے بعد ابو طلحہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ:

''ابوطلحہ اس حال میں آرہا ہے کہ اسلام کے آثار اس کی پیشانی پر
چمک رہے ہیں''

چنانچہ انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ثابت رضی اللہ عنہ اسلم بنانی کہتے ہیں کہ:
ہم نے ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر سے زیادہ برکت والا مہر کبھی نہیں سنا کہ ان کا مہر خود اسلام تھا، اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کے متعلق دونوں میاں بیوی کے عظیم کارنامے ایسے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لاتے ہی مکتب نبوی ﷺ کے جرنیلوں میں ان کا شمار ہونے لگا آپؓ کی قیادت میں جنگوں میں شرکت فرماتے رہے۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عباس کی فطرت ابتدا ہی سے سلیم واقع ہوئی تھی چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی جب کہ سارے عرب میں بادہ وساغر کا دور چلتا تھا، ان کی زبان بادہ ناب کے ذائقہ سے آشنا نہ ہوئی لوگوں نے پوچھا شراب کیوں نہیں پیتے اس سے جرأت وقوت پیدا ہوتی ہے، کہا میں قوم کا سردار ہو کر بے عقل بننا نہیں پسند کرتا۔ خدا کی قسم میرے پیٹ میں کبھی وہ چیز نہیں جاسکتی جو عقل وخرد سے بیگانہ بنادے۔ اسد الغابہ (۱۰۳/۳)

حضرت عباس کے اسلام کا واقعہ غیبی تلقین کا ایک نمونہ ہے۔ ان کے والد ضماد نامی ایک بت کی پرستش کرتے تھے، ان سے کہا تم بھی اسے پوجا کرو یہ تمہارے نفع ونقصان کا مالک ہے، چنانچہ باپ کے حکم کے مطابق یہ بھی ضماد کو پوجنے لگے ایک دن دوران پرستش ایک غائب منادی کی غیبی آواز سنی، جو ضماد کی بربادی اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی منادی کر رہا تھا، عباس سلیم الفطرت تھے، اتنا واقعہ تنبیہ کے لیے کافی تھا چنانچہ فوراً پتھر کو آگ میں جھونک دیا، اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوگئے۔ سیرۃ ابن ہشام (۲۵۳/۲)

اسلام لانے کے کچھ دنوں بعد اپنے قبیلہ کے نوسو مسلح آدمیوں کو لے کر آنحضرت ﷺ کی امداد کے لئے آگئے پھر فتح مکہ کی مسرت میں انہوں نے ایک پرزور قصیدہ کہا۔

طبقات ابن سعد (۱۵/۴)

فتح مکہ کے بعد حنین میں شریک ہوئے، آنحضرت ﷺ نے حنین کے غنیمت میں سے سو اونٹ مرحمت فرمائے۔ حنین کے بعد طائف اور اوطاس کے غزوات میں بھی ساتھ تھے، ہر جنگ کے خاتمہ پر پرزور عقائد رکھتے تھے، ابن ہشام نے سیرہ پر قصائد نقل کیے ہیں، ان لڑائیوں کے علاوہ غزوات میں بھی شریک ہوئے، جنگ کے زمانہ میں آتے تھے اور اختتام جنگ کے بعد پھر لوٹ جاتے تھے۔

ان کے زمانہ وفات کی تعیین میں ارباب سیر خاموش ہیں بصرہ کے صحرا میں قیام تھا، اکثر شہر آیا جایا کرتے تھے۔ طبقات ابن سعد (۱۷/۴)

حضرت عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

آپ کا نام عبداللہ نام اور باپ کا نام حذیفہ تھا۔

حضرت عبداللہ کا گھرانہ زمانہ جاہلیت میں بہت معزز جانا جاتا تھا، ان کے والد ابو امیہ قریش کے مقتدر رئیس تھے، فیاضی اور سر چشمی ان کا خاندانی شعار تھا، سفر میں اپنے تمام ہمراہیوں کے اخراجات کا بار خود اٹھاتے تھے، اسی لیے ''زادالراکب'' مسافر کا توشہ ان کا لقب ہوگیا تھا، آنحضرت ﷺ نے جب اسلام کی دعوت دی تو سب سے زیادہ مخالفت روسائے قریش کی جانب سے ہوئی، ابوامیہ بھی روسائے قریش میں تھے، اس لیے وہ اور ان کے لڑکے عبداللہ نے بھی آنحضرت ﷺ کی بڑی مخالفت کی، عبداللہ رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں سے سخت عناد رکھتے تھے:

امام بخاریؒ رقم طراز ہیں:

''کان عبداللہ بن ابی امیہ شدیدًا علی المسلمین مخالفا مبغضاً و کان شدید العداوۃ لرسول اللہ ﷺ''

''عبداللہ بن ابی امیہ مسلمانوں سے عناد کی حد تک بغض رکھتے تھے اور رسول ﷺ کے شدید مخالف تھے''

آنحضرت ﷺ نے جب اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے وقت ان سے کلمہ شہادت پڑھنے کی درخواست کی تو عبداللہ ہی نے یہ کہہ کر روکا کہ کیا آخر وقت عبداللہ کی ملت سے پھر جاؤ گے؟ رواہ البخاری فی کتاب الجنائز

آنحضرت ﷺ سے بطور استہزاء کہا کرتے تھے کہ میں اس وقت تک تمہارے اوپر ایمان نہیں لاسکتا جب تک تمہارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے یا تمہارے لیے کوئی شاندار محل نہ تیار ہوجائے، سعید روایت کرتے ہیں کہ کلام اللہ کی یہ آیت:

''لن نومن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً''

''ہم اس وقت تک ہر گز تمہارے اوپر ایمان نہیں لا سکتے، جب تک ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے''

عبداللہ ہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ تفسیر ابن جریر طبری (۱۵/۱۰۴)

لیکن بالآخر اسلام کی قوت تاثیر نے انہیں بھی کھینچ لیا یا وہ بغض و عناد تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے یا فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے خود بخود بلا کسی تحریک کے آستان نبوی کی طرف چلے مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ثنیۃ العقاب میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی، عبداللہ کے جرائم ان کی نگاہوں کے سامنے تھے، اس لیے بلا وسیلہ سامنے جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی، اپنی بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو درمیان میں ڈال کر باریابی کی اجازت چاہی، ان فرد عصیاں کا ایک ایک جرم آنحضرت ﷺ کی نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس لیے آپ نے ملنے سے انکار کر دیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی کہ کچھ بھی ہو بہر حال وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی اور سسرالی عزیز بھی ہیں، فرمایا انہوں نے مکہ میں میرے لیے کیا اٹھا رکھا، اس مایوس کن جواب کے بعد عبداللہ نے عالم ناامیدی میں کہا اگر عفو و درگزر کا دروازہ قطعی بند ہو چکا ہے تو در بدر پھر کر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دیدیں گے، آنحضرت ﷺ کو اس عزم کی خبر ہوئی تو رحم و کرم کی موجوں نے غیظ و غضب کی گرمی کو ٹھنڈا کر دیا اور عبداللہ کو باریابی کی اجازت مل گئی اور وہ خلعت اسلام سے سرفراز ہو گئے قبول اسلام کے بعد تلافی مافات کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں قدم رکھا، فتح مکہ حنین اور طائف میں مجاہدانہ شریک ہوئے، غزوہ طائف میں داد شجاعت دیتے ہوئے ایک تیر لگا، یہ تیر تیر قضا ثابت ہوا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

اسد الغابۃ (۳/۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن زبعریٰ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

عبداللہ نام، باپ کا نام زبعری تھا۔

قبول اسلام سے پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے سخت دشمن تھے، ان کا زور مال ان کی قوت و طاقت ان کی شاعری اور زبان آوری سب مسلمانوں کی ایذا رسانی کے لیے وقف تھی، قریش کے بڑے آتش بیان شاعر تھے، اس کا مصرف آنحضرت ﷺ کی ہجو تھی، احد کے مشرک مقتولین کا نہایت زبردست مرثیہ کہا تھا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔ الاستیعاب (۳۶۷/۱)

فتح مکہ کے بعد جب معاندین اسلام کا جتھا ٹوٹا تو عبداللہ اور زہیر بن وہب نجران بھاگ گئے، عبداللہ حسان بن ثابت پر بہت سے وار کر چکے تھے، عبداللہ کے فرار پر انہیں بدلہ لینے کا موقع ملا، چنانچہ انہوں نے یہ شعر کہا:

کا تعدمن رجلا أحلك بغضه نجران فی عیش احذ لئیم

ایسا شخص معدوم نہ ہو، جس کے بغض نے تم کو نجران کی ناپسندیدہ اور مکروہ زندگی میں مبتلا کر دیا ہے۔

عبداللہ نے سنا تو نجران سے لوٹ آئے، اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے، گذشتہ خطاؤں پر سخت نادم و شرمسار تھے، آنحضرت ﷺ سے ان کی معافی چاہی، آپ نے معاف کر دیا، اور اب وہی زبان جو کلمہ شہادت پڑھنے کے قبل تیر ونشتر کی طرح مسلمانوں کے دلوں پر ہجو کے جرکے لگاتی تھی، نعت رسول کے پھول برسانے لگی، تمام ارباب سیر نے ان کے نعتیہ اشعار لکھے ہیں، ہم طوالت کے خیال سے انہیں قلم انداز کرتے ہیں، حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق آنحضرت ﷺ نے نعت کے صلہ میں انہیں ایک حلہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔ (الاصابۃ (۳۶۷/۱)

قبول اسلام کے بعد متعدد غزوات میں شریک ہوئے اور جہاد فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کیا۔ الاستیعاب (۳۶۷/۱)

حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ضمام نام، باپ کا نام ثعلبہ تھا، قبیلہ بنی سعد سے نسبی تعلق تھا، ضمام فطرۃً سلیم الطبع تھے، چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی جب سارے عرب طرح طرح کے فواحش میں مبتلا تھے، ضماد کا دامن اخلاق ان سے محفوظ رہا۔ الاصابۃ (۳۷۱/۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنوسعد بن بکر نے حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر مسجد کے دروازے پر اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کی ٹانگوں میں رسی باندھی پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے حضرت ضمام رضی اللہ عنہ بڑے مضبوط اور زیادہ بالوں والے آدمی تھے۔ ان کے بالوں کی دو زلفیں تھیں۔ حضرت ضمام آ کر حضور اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پوچھا "آپ لوگوں میں سے کون ابن عبدالمطلب ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا "میں ابن عبدالمطلب ہوں"

انہوں نے کہا "کیا آپ محمد ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا "جی ہاں"

انہوں نے کہا "اے ابن عبدالمطلب! میں آپ سے کچھ پوچھوں گا اور پوچھنے میں ذرا سختی کروں گا، آپ ناراض نہ ہونا"

آپ نے فرمایا "نہیں میں ناراض نہیں ہوں گا تم جو چاہو پوچھو"

انہوں نے کہا "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

آپ نے فرمایا "بخدا ایسی بات ہے"

انہوں نے کہا" میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم صرف اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے"

آپ نے فرمایا" بخدا یہی بات ہے"

انہوں نے کہا" میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا کہ ہم پانچ نمازیں پڑھیں؟"

آپ نے فرمایا" جی ہاں"

پھر وہ زکوۃ، روزے، حج اور اسلام کے دیگر فرائض کے بارے میں پوچھتے گئے اور ہر دفعہ اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتے۔ جب ان سوالات سے فارغ ہو گئے تو کہا" اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ، اور میں ان تمام فرائض کو ادا کروں گا اور جن باتوں سے آپ نے روکا ہے ان سے بچوں گا اور میں اس میں (اپنی طرف سے) کمی یا زیادتی نہیں کروں گا۔ پھر اپنے اونٹ کی طرف واپس چل پڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا" اگر دو زلفوں والے اس آدمی نے سچ کہا ہے تو یہ ضرور جنت میں داخل ہو گا"

چنانچہ انہوں نے اپنے اونٹ کے پاس آ کر اس کی رسی کو کھولا اور واپس چل دیئے۔ جب اپنی قوم میں پہنچے تو سب ان کے پاس جمع ہو گئے، سب سے پہلے انہوں نے کہا" لات اور عزی کا برا ہو"

لوگوں نے کہا" اے ضمام! خاموش رہو، ایسا نہ ہو کہ تم اس طرح کہنے سے برص یا کوڑھ یا پاگل پن میں مبتلا ہو جاؤ"

انہوں نے کہا" تمہارا ناس ہو یہ لات اور عزی۔ اللہ کی قسم نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ اللہ نے اپنا رسول بھیجا ہے اور ان پر ایک کتاب اتاری ہے اور اللہ تعالی نے تم کو اس

کے ذریعہ اس شرک سے نکال دیا ہے جس میں ہم مبتلا تھے"

پھر کلمہ شہادت پڑھ کر سنایا "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ اور انہوں نے تمھیں جن کاموں کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے روکا ہے ان تمام احکام کو لے کر تمہارے پاس آیا ہوں"

راوی کہتے ہیں کہ شام ہونے سے پہلے ہی اس آبادی کا ہر مرد وعورت مسلمان ہو چکا تھا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرمایا کرتے تھے "حضرت ضمام بن ثعلبہ سے زیادہ بہتر ہم نے کسی قوم کا نمائندہ نہیں سنا"

اور واقدی میں یہ ہے کہ شام ہونے سے پہلے ہی اس آبادی کا ہر مرد وعورت مسلمان ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے مسجد بنائی اور نماز کے لئے اذان بھی دیا کرتے تھے۔

البدایۃ النھایۃ (۶۰/۵)، المستدرک للحاکم (۵۴/۳) ذکرہ الکاندھلوی فی حیاۃ الصحابۃ (۲۶۶/۱)
وقال اخرجہ ابن اسحاق وھکذا رواہ الامام احمد من طریق ابن اسحاق

ضمام طبع سلیم رکھتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی ان کا دامن آلودگیوں سے پاک رہا، اسلام نے اس میں اور جلا دیدی، چنانچہ مدینہ سے واپسی کے بعد انہیں اپنے گمراہ قبیلہ کے اسلام کی فکر ہوئی، اور وہ سیدھے بنی سعد پہنچے اہل قبیلہ ان کی آمد کی خبر سن کر جوق در جوق حالات سننے کے لیے جمع ہوئے، یہ لوگ اس خیال میں تھے کہ ضمام کوئی اچھا اثر لے کر نہ آئے ہوں گے مگر اپنی امیدوں کے برخلاف ضمام کی زبان سے پہلا جملہ یہ سنا "لات و عزیٰ کا برا ہو" محترم دیوتاؤں کی شان میں اس گستاخی پر ہر طرف سے "ضمام خاموش"، "ضمام خاموش"، تم کو خوف نہیں معلوم ہوتا کہ اس گستاخی کی پاداش میں تم کو جنون، برص یا جذام ہو جائے کی صدائیں اٹھیں۔ ضمام نے ان تمام کا یہ جواب دیا، تم لوگوں کی حالت پر افسوس ہے، لات وعزیٰ کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے، خدا نے محمد کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان پر ایسی کتاب اتاری ہے جو اس (گمراہی) سے نجات دلائے گی جس میں اب تک تم گھرے ہوئے ہو میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں محمد کے پاس سے تمہارے لیے ایسا پیام لایا ہوں، جس میں انہوں نے بعض چیزوں کے کرنے

کا حکم دیا ہے، اور بعض چیزوں سے منع کیا ہے'' ان کی اس پر جوش تقریر کا یہ اثر ہوا کہ شام تک پورا قبیلہ اسلام کے نور سے منور ہو گیا۔

(رواہ الدارمی فی کتاب الصلوٰۃ، باب فرض الوضوء والصلوٰۃ)

مذہبی علوم میں ضمام کو کوئی خاص کمال نہ تھا، لیکن فہم و فراست، انداز گفتگو اور نمائندگی میں بڑا ملکہ تھا، خود زبان وحی الہام نے انہیں سمجھداری کی سند عطا فرمائی تھی، چنانچہ ایک موقع پر آپ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ ضمام سمجھدار آدمی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے ضمام سے بہتر اور مختصر الفاظ میں سوال کرنے والا نہیں دیکھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی قوم میں ضماد سے بہتر کوئی فرد نہیں پایا۔

الاصابۃ (۲۷۱/۳)

تری اک نگاہِ ناز کیا کام کر گئی
دو جہاں سنور گئے زندگی نکھر گئی

﴿حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی ایک جماعت کے ساتھ حج کرنے گئے تو میں نے مکہ میں ایک چمکتا ہوا نور دیکھا جو کعبہ سے نکل رہا تھا اور اس کی روشنی سے یثرب کا پہاڑ اور جہینہ کا اشعر پہاڑ روشن ہو گیا اور مجھے اس نور میں سے ایک آواز سنائی دی:

> ''تاریکی چھٹ گئی اور روشنی بلند ہو کر پھیل گئی اور خاتم الانبیاء کی بعثت ہو گئی''

وہ نور میرے سامنے دوبارہ چمکا یہاں تک کہ میں نے حیرہ شہر کے محلات اور مدائن شہر کا سفید محل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس نور سے آواز سنائی دی:

> ''اسلام کا ظہور ہو چکا ہے بت توڑ دیئے گئے اور رشتے جوڑ دیئے گئے''۔

میں گھبرا کر اٹھا اور اپنی قوم سے کہا خدا کی قسم! قریش کے اس قبیلہ میں کوئی بڑا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ میں نے ان کو اپنا خواب سنایا۔ جب میں اپنے علاقہ میں پہنچا تو وہاں سے یہ خبر پہنچی کہ احمد ﷺ نامی ایک آدمی پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں چنانچہ میں وہاں سے چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اپنا خواب سنایا۔ آپ نے فرمایا:

> ''اے عمرو بن مرہ! میں وہ نبی ہوں جس کو تمام بندوں کی طرف بھیجا گیا ہے میں سب کو اسلام کی دعوت دیتا اور میں ان کو اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ وہ خون کی حفاظت کریں اور صلہ رحمی کریں ایک اللہ کی عبادت کریں اور بتوں کو چھوڑ دیں اور حج بیت اللہ کریں اور بارہ مہینوں میں رمضان کے ایک مہینے کے روزے رکھیں۔ جو میری بات مانے گا اسے جنت ملے گی اور جو میری نافرمانی کرے گا وہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔ اے عمرو! ایمان لے آؤ اللہ تمہیں جہنم کی ہولناکی سے امن دے گا''

میں نے کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ جو حلال اور حرام لے کر آئے ہیں میں اس سب پر ایمان لے آیا ہوں اگر چہ یہ بات بہت سی قوموں کو بری لگے گی''۔ پھر میں نے آپ کو وہ چند اشعار سنائے جو میں نے آپ کی بعثت کی خبر سن کر کہے تھے۔ ہمارا ایک بت تھا اور میرے والد اس کے خادم تھے۔ میں نے کھڑے ہو کر اس بت کو توڑ دیا پھر میں حضور ﷺ کی طرف چل دیا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

شهدت بان الله حق و انني
لا لهة الاحجار اول تارك
وشمرت عن ساقي الازار مهاجرا
اجوب اليك الوعث بعد الدكادك
لاصحب خير الناس نفسا ووالدا
رسول مليك الناس فوق الحبائك

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور میں پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کو سب سے پہلے چھوڑنے والا ہوں۔ اور میں نے اپنی پنڈلی سے لنگی کو اوپر چڑھا لیا اور میں ہجرت کرتا ہوا جا رہا ہوں (یا رسول اللہ) آپ تک پہنچنے کے لئے دشوار گزار راستوں کو اور سخت زمینوں کو طے کر رہا ہوں۔ (میں ساری مشقت اس لئے اٹھا رہا ہوں) تا کہ اس ذات کی صحبت میں رہا کروں جو خود بھی لوگوں سے بہتر ہیں اور ان کا خاندان بھی اور جو اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام انسانوں کے اوپر ہے''۔

حضور ﷺ نے (اشعار سن کر) فرمایا ''شاباش اے عمرو بن مرہ!'' پھر میں نے کہا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے میری قوم کی طرف جانے دیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بھی میرے ذریعے فضل فرمادے جیسے آپ کے ذریعے مجھ پر فضل فرمایا''۔ چنانچہ آپ نے مجھے بھیج دیا اور یہ ہدایات دیں کہ نرمی سے پیش آنا اور صحیح اور سیدھی

بات کہنا، سخت کلامی اور بداخلاقی سے پیش نہ آنا اور تکبر اور حسد نہ کرنا"۔ میں اپنی قوم کے پاس آیا اور میں نے کہا:

"اے بنو رفاعہ! بلکہ اے قبیلہ جہینہ! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں اور صلہ رحمی کرو اور ایک اللہ کی عبادت کرو اور بتوں کو چھوڑ دو۔ اور بیت اللہ کا حج کرو اور بارہ مہینوں میں رمضان کے ایک مہینے کے روزے رکھو۔ جو مان لے گا اسے جنت ملے گی جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔

اے قبیلہ جہینہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں عربوں میں سے بہتر قبیلہ بنایا ہے اور جو بری باتیں عرب کے دوسرے قبیلوں کو اچھی لگتی تھیں اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں بھی تمہارے دلوں میں ان کی نفرت ڈالی ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ دوسرے قبیلے دو بہنوں سے اکٹھی شادی کر لیتے تھے اور اشہر حرام میں جنگ کر لیتے تھے اور باپ کی بیوی سے بعد میں نکاح کر لیتے تھے۔ بنی لوئی بن غالب! اللہ کے اس بھیجے ہوئے نبی کی بات مان لو۔ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی ملے گی۔"

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری قوم میں سے کوئی بھی میرے پاس نہ آیا۔ صرف ایک آدمی نے آکر یہ کہا "اے عمرو بن مرہ! اللہ تیری زندگی کو تلخ کرے! کیا تم ہمیں اس بات کا حکم دیتے ہو کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنا شیرازہ بکھیر دیں اور ہم اپنے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کریں جو عمدہ اور بلند اخلاق والے تھے۔ یہ تہامہ کا رہنے والا قریشی (علیہ السلام) ہمیں کس چیز کی دعوت دیتا ہے؟ نہ ہمیں اس سے محبت ہے اور نہ ہم اس کی بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں" پھر وہ خبیث یہ گستاخانہ اشعار پڑھنے لگا:

ان ابن مرة قداتی بمقالة
لیست مقالة من یرید صلاحا
انی لاحسب قوله وفعاله
یوما وان طال الزمان ذباحا

لیسفه الاشیاخ ممن قدمضی
من رام ذلك لااصاب فلاحا

''ابن مرہ ایسی بات لے کر آیا ہے جو اس آدمی کی بات نہیں ہو سکتی
جو چاہتا ہے کہ حالات درست ہو جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا
قول و فعل ایک نہ ایک دن ضرور گلے کا چھچھوندر بن کر رہے گا۔ وہ
ہمارے گزرے ہوئے اسلاف کو بے وقوف ثابت کرتا ہے۔ جو ایسا
کرنا چاہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا''

حضرت عمرو بن مرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہو خدا اس کی زندگی کو تلخ کر دے اور اس کی زبان کو گونگا اور آنکھوں کو اندھا کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم مرنے سے پہلے ہی اس آدمی کے سارے دانت گر چکے تھے اور وہ اندھا ہو چکا تھا، اس کی عقل خراب ہو چکی تھی اور اسے کسی کھانے میں ذائقہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرو ﷺ اپنی قوم کے مسلمانوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کا بڑا استقبال کیا اور ان کو درازی عمر کی دعا دی اور ان کو ایک خط لکھ کر دیا جس کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ اللہ عزیز کی جانب سے اس کے رسول ﷺ کی زبانی خط ہے جو رسول ﷺ سچے حق کو اور حق بتانے والی کتاب لے کر آئے۔ یہ خط عمرو بن مرہ کے ہاتھ جہینہ بن زید قبیلہ کے نام بھیجا جا رہا ہے۔ سارا نشیبی اور ہموار علاقہ اور وادیوں کا نیچے اور اوپر کا علاقہ سب تمہارا ہے۔ جہاں چاہو اپنے جانور چراؤ اور اس کا پانی استعمال کرو شرط یہ ہے کہ (مال غنیمت کا) پانچواں حصہ دیتے رہو اور پانچ نمازیں پڑھتے رہو۔ بھیڑ بکریوں کے دو ریوڑ اگر یکجا کر دیے جائیں (اور ان کی تعداد ایک سو بیس سے زیادہ اور دو سو سے کم ہو) تو زکوۃ میں دو بکری

دی جائیں گی۔اگر الگ الگ ریوڑ ہو (اور ہر ریوڑ میں چالیس یا اس سے زیادہ بکریاں ہوں) تو ہر ایک میں سے ایک ایک بکری دی جائے گی۔زراعت کے کام آنے والے اور پانی نکالنے والے جانوروں پر زکوۃ نہیں ہے۔اللہ تعالی اور تمام حاضرین مسلمان ہمارے اس معاہدہ پر گواہ ہیں۔بقلم قیس بن شماس۔

کنز العمال (۶۴/۷)، البدایۃ والنھایۃ (۳۵۱/۲)، مجمع الزوائد (۲۴۴/۸)

حضرت عتبہ بن ابی لہب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

مشہور دشمن اسلام ابولہب ان کا باپ تھا۔ گویا کہ:

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ باپ کو ایسی محرومی اور شقاوت ملی کہ قرآن مجید میں اس کے حق میں بددعائیں نازل ہوئیں اور سخت دشمن اسلام قرار پایا۔ لیکن بیٹا ایسا سعید اور خوش قسمت ثابت ہوا کہ اسے عہد نبوی میں ایمان کی دولت ملی اور صحابیت کا انمول اعزاز نصیب ہوا۔

عتبہ، پیغمبر اسلام کے اس سب سے بڑے دشمن کے فرزند تھے جس نے بھتیجے کی تحقیر، مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا، پھر بھی ان کا اور آنحضرت ﷺ کا گوشت و پوست ایک تھا، خون کا اثر کہاں سے جاتا چنانچہ جب مکہ فتح ہوا، معاندین اسلام کا شیرازہ بکھر چکا تو آنحضرت ﷺ کو چچیرے بھائی کا خیال آیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہارے دونوں بھتیجوں (عتبہ اور معتب) کو نہیں دیکھا، معلوم نہیں کہاں ہیں؟ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا مشرکین کے ساتھ وہ بھی مکہ چھوڑ کر کہیں نکل گئے ہیں فرمایا جاؤ، جہاں کہیں ملیں لے آؤ، اس ارشاد پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ تلاش میں نکلے اور دونوں کو ڈھونڈ کر کہا، چلو تم کو رسول اللہ ﷺ نے یاد فرمایا ہے، چنانچہ یہ دونوں چچا کے ساتھ بھائی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اسلام پیش کیا، اب ان کے انکار و تمرد کا وقت گذر چکا تھا، اس لیے بلا تامل قبول کر لیا، قبول اسلام کے بعد آنحضرت ﷺ دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان میں لاکر کچھ دعا کی، دعا سے واپسی کے وقت چہرہ پر مسرت کے آثار تھے، اس مسرت کو دیکھ کر کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار دیکھ رہا ہوں فرمایا میں نے اپنے ان دونوں بھائیوں کو خدا سے مانگا تھا، اس نے مجھے دیدیا، یہ مسرت اسی کا نتیجہ ہے۔ طبقات ابن سعد (۴/۴۱-۴۲)

اسلام کے بعد مکہ ہی میں رہے، البتہ بعض غزوات میں شریک ہونے کے لیے مدینہ آ جاتے تھے چنانچہ غزوہ حنین میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔اس فدویت اور جانثاری کے ساتھ کہ جب ساری فوج میں اضطراب پیدا ہوگیا اور بہت سے مسلمانوں کے پاؤں عارضی طور سے اکھڑ گئے، اس وقت بھی ان کے پیروں میں لغزش نہ آئی حنین کے بعد بھی ساتھ تھے۔ اسد الغابۃ (۳/۳۶۶)

ان کے زمانہ وفات کی تصریح نہیں ملتی، لیکن عہد صدیقی اور فاروقی میں کہیں نظر نہیں آتے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں وفات پا چکے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی رائے ہے۔ الاصابۃ (۴/۲۱۶)

دشمن اسلام کے گھر میں صحابی رسول کی پیدائش اللہ کا فضل ہی ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے۔

ذلك فضل الله يو تيه من يشاء۔

﴿حضرت ذوالجوشن ضبابی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت ذوالجوشن ضبابیؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ غزوۂ بدر سے فارغ ہوئے تو میں اپنی قرحاء نامی گھوڑی کا بچھیرا لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا اے محمد! میں آپ کے پاس قرحاء گھوڑی کا بچھیرا لے کر آیا ہوں تاکہ آپ اسے اپنے استعمال کے لئے لیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کے بدلہ میں بدر کی زرہوں میں سے تمہاری پسند کی ایک زرہ دے دوں۔ میں نے کہا کہ میں اس کو آج اعلیٰ درجہ کے ایک گھوڑے کے بدلہ میں دینے کو بھی تیار نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے ذوالجوشن! تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے تاکہ شروع میں اسلام لانے والوں میں سے ہو جاؤ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا بدر میں ان کی شکست کے بارے میں تمہیں کیسی خبر پہنچی؟ میں نے کہا مجھے ساری خبر پہنچ چکی ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیں تو تمہیں اللہ کی سیدھی راہ بتانی ہے۔ میں نے کہا مجھے منظور ہے بشرطیکہ آپ کعبہ کو فتح کر کے وہاں رہنے لگ جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم زندہ رہے تو اسے بھی دیکھ لو گے۔ پھر آپ نے ایک آدمی کو فرمایا او فلانے اس آدمی کا تھیلا لے اور اس میں راستے کے لئے عجوہ کھجوریں ڈال دو۔ جب میں واپس ہونے لگا تو آپ نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا یہ شخص بنی عامر کے بہترین شہسواروں میں سے ہے۔

حضرت ذوالجوشن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں مقام غور میں اپنے گھر والوں میں تھا کہ اتنے میں ایک سوار آیا۔ میں نے اس سے پوچھا لوگوں کا کیا بنا؟ اس نے بتایا کہ اللہ کی قسم، محمد کعبہ پر غالب آچکے ہیں اور اس میں ٹھہرے ہوئے ہیں، میں نے یہ سن کر کہا کاش میں پیدا ہوتے ہی مر جاتا اور میری ماں کی گود مجھ سے خالی ہو جاتی۔ کاش کہ جس روز آپ نے فرمایا تھا میں اسی روز مسلمان ہو جاتا اور پھر میں آپ سے حیرہ مقام بھی مانگتا تو آپ مجھے بطور جاگیر ضرور دے دیتے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ تمہیں اسلام لانے سے کونسی چیز روک رہی ہے؟ میں نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے اور آپ کو (آپ کے شہر مکے سے) نکال دیا اور اب آپ سے جنگ کر رہے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں اب آپ کیا کریں گے؟ اگر آپ ان پر غالب آگئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا اور آپ کا اتباع کروں گا اور اگر وہ آپ پر غالب آگئے تو آپ کا اتباع نہیں کروں گا۔

(حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۰۶))

حضرت بشیر بن خصاصیہ ﷛ کو دعوت اسلام

حضرت بشیر بن خصاصیہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا نذیر۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (آج سے تمہارا نام) بشیر ہے۔ آپ نے مجھے صفہ چبوترا پر ٹھہرایا (جہاں فقراء مہاجرین ٹھہرتے تھے) آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو خود بھی اسے استعمال فرماتے اور ہمیں بھی اس میں شریک فرما لیتے اور جب صدقہ آتا تو سارا ہمیں دے دیتے۔ ایک رات آپ گھر سے نکلے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ جنت البقیع تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر یہ دعا پڑھی:

﴿السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا بکم لاحقون و انا لله و انا الیه راجعون﴾

اور پھر فرمایا تم نے بہت بڑی خیر حاصل کر لی اور بڑے شر اور فتنہ سے بچ کر تم آگے نکل گئے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا "بشیر" آپ نے فرمایا تم عمدہ گھوڑوں کو کثرت سے پالنے والے قبیلہ ربیعہ سے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اپنے رہنے والوں کو لے کر الٹ جاتی۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اس قبیلہ میں سے اللہ پاک نے تمہارے دل، کان اور آنکھ کو اسلام کی طرف پھیر دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں بالکل راضی ہوں۔ آپ نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ آپ کو کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے یا زمین کا کوئی زہریلا جانور نہ کاٹ لے۔

(حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۰۷)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عدی رضی اللہ عنہ کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمران چلا آتا تھا اور ظہور اسلام کے وقت وہ خود تخت فرمان روائی پر تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اثر و اقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا، اور عدی کو نظر آیا کہ کچھ دنوں میں ان کو آنحضرت ﷺ کے سامنے سر اطاعت خم کئے بغیر چارہ کار نہیں رہ جائے گا تو دوسرے فرمان رواؤں کی طرح ان کی نخوت کو بھی ایک معمولی قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ ہوئی، لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا روکنا ان کے بس سے باہر تھا۔ دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہ دیتا تھا، اس لیے انہوں نے ترک وطن کا فیصلہ کرلیا اور سامان سفر درست کر کے اسلامی فوجوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے کہ ادھر وہ ان کے حدود کی طرف بڑھیں ادھر یہ اپنا وطن چھوڑ کر نکل جائیں، جب اسلامی شہ سوار قبیلہ طے میں پہنچے تو عدی اپنے اہل و عیال کو لے کر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے۔ سیرۃ ابن ہشام (۳۱۸/۲)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضور ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی خبر ملی (یا آپ کے دعوائے نبوت کی خبر ملی) تو مجھے یہ بہت برا لگا۔ چنانچہ میں اپنے وطن سے نکل کر روم کی طرف چلا گیا اور بعض روایات میں ہے کہ میں قیصر کے پاس چلا گیا اور میرا یہ روم میں آکر قیصر کے پاس چلے جانا مجھے حضور ﷺ کے ہجرت فرمانے سے بھی اور زیادہ برا لگا اور میں نے اپنے دل میں کہا مجھے اس آدمی کے پاس جانا چاہئے اگر یہ جھوٹا ہو گا تو میرا نقصان نہیں کر سکے گا اور اگر سچا ہو گا تو مجھے پتہ چل جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تو لوگ (خوش ہو کر) کہنے لگے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آگئے، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آگئے۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے تین دفعہ فرمایا:

"اے عدی بن حاتم! مسلمان ہو جاؤ، سلامتی پاؤ گے"

میں نے کہا "میں خود ایک دین پر چل رہا ہوں"

حضور ﷺ نے فرمایا "میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ جانتا ہوں"

میں نے (حیران ہوکر) کہا "آپ میرے دین کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؟"

آپ نے فرمایا "جی ہاں کیا تم فرقہ رکوسیہ میں سے نہیں ہو۔ (یہ نصاریٰ اور صابئین کے درمیان کا فرقہ ہے) اور تم اپنی قوم کا چوتھائی مال غنیمت کھا جاتے ہو"

میں نے کہا "جی ہاں"

آپ نے فرمایا "حالانکہ تمہارے لئے یہ تمہارے دین میں حلال نہیں ہے"

میں نے کہا "جی ہاں حلال نہیں ہے"

حضور ﷺ نے اتنی ہی بات کی تھی کہ میں آپ کی بات کے سامنے جھک گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اور سنو میں اس بات کو بھی خوب جانتا ہوں جو تمہیں اسلام سے روک رہی ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ ان کے پیچھے چلنے والے تو کمزور قسم کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوئی قوت نہیں ہے اور تمام عرب نے ان کو الگ پھینک رکھا ہے۔ (یا تمام عرب نے ان کو نشانہ بنا رکھا ہے) کیا تم حیرہ شہر کو جانتے ہو؟"

میں نے کہا "اسے دیکھا تو نہیں ہے البتہ اس کا نام سنا ضرور ہے"

آپ نے فرمایا "اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اللہ اس دین کو ضرور پورا کر کے رہیں گے (اور ایسا امن وامان ہو جائے گا کہ) پردہ نشین عورت تن تنہا حیرہ سے چلے گی اور اکیلے بیت اللہ کا طواف کرے گی اور کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کئے جائیں گے"

میں نے (حیران ہوکر) کہا "کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟"

آپ نے فرمایا "ہاں کسریٰ بن ہرمز کے خزانے اور مال خوب خرچ کیا جائے گا حتیٰ کہ اسے لینے والا نہ ہوگا"۔

یہ قصہ سنانے کے بعد حضرت عدی بن حاتم نے فرمایا "دیکھو یہ تن تنہا عورت حیرہ سے آرہی ہے اور اکیلی بیت اللہ کا طواف کر رہی ہے اور اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ اور

میں خود ان لوگوں میں تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کئے اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے تیسری بات بھی ضرور ہو کر رہے گی اس لئے کہ حضور ﷺ فرما چکے ہیں''۔ البدایۃ والنھایۃ (۵/۶۶)، الاصابۃ (۲/۴۶۸)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ مقام عقرب میں تھے کہ حضور ﷺ کا بھیجا ہوا گھوڑے سواروں کا ایک دستہ آیا جو میری پھوپھی اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے لے گئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب یہ سب آپ کے سامنے ایک صف میں کھڑے کئے گئے تو میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا مددگار نمائندہ جدا ہو گیا۔ اولاد ختم ہو گئی۔ میں خود بہت بوڑھی عمر رسیدہ ہو چکی اور مجھ سے کوئی خدمت بھی نہیں ہو سکتی۔ آپ مجھ پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا مددگار نمائندہ کون ہے؟ پھوپھی نے کہا عدی بن حاتم۔ آپ نے فرمایا وہی جو اللہ اور رسول سے بھاگا ہوا ہے۔ پھوپھی فرماتی ہیں کہ آپ نے مجھ پر احسان فرما دیا۔ جب آپ واپس جانے لگے تو ایک آدمی آپ کے ساتھ تھا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے پھوپھی سے کہا حضور ﷺ سے سواری مانگ لو۔ پھوپھی نے حضور ﷺ سے سواری مانگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان کو سواری دے دی جائے۔ حضرت عدی فرماتے ہیں کہ وہاں سے پھوپھی میرے پاس آئیں اور مجھ سے یہ کہا تم نے ایسا کام کیا ہے کہ تمہارا باپ تو کبھی نہ کرتا۔ (یعنی تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے) اور کہا تمہارا دل چاہے یا ڈر کی وجہ سے نہ چاہے ان کے پاس ضرور جاؤ۔ فلاں ان کے پاس گیا اسے حضور ﷺ سے خوب ملا اور فلاں گیا اسے بھی حضور ﷺ سے خوب ملا۔ حضرت عدی فرماتے ہیں (پھوپھی کے کہنے پر) میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت حضور ﷺ کے پاس ایک عورت اور دو بچے یا ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا جو کہ آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے (یوں عورت اور بچوں کے پاس بیٹھنے سے) میں سمجھ گیا کہ یہ کسریٰ و قیصر والی بادشاہت نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عدی بن حاتم! کس وجہ سے بھاگ رہے ہو؟ کیا اس وجہ سے بھاگ رہے ہو کہ لا الہ الا اللہ کہنا پڑے گا؟ تو کیا اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے؟ کس وجہ سے بھاگ رہے

ہو؟ کیا اس وجہ سے بھاگ رہے ہو کہ اللہ اکبر کہنا پڑے گا؟ کیا کوئی چیز اللہ عزوجل سے بڑی ہے؟ یہ سن کر میں مسلمان ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ (میرے اسلام لانے پر) آپ کا چہرہ کھل گیا اور آپ نے فرمایا مغضوب علیھم جن پر اللہ ناراض ہوا وہ یہودی ہیں اور ضالین جو گمراہ ہوئے وہ نصاریٰ ہیں۔ حضرت عدی فرماتے ہیں پھر کچھ لوگوں نے آپ سے مانگا۔ (آپ کے پاس کچھ تھا نہیں، اس لئے آپ نے صحابہ ﷺ کو دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی) چنانچہ آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا:

''اے لوگو! ضرورت سے زائد مال خرچ کرو کوئی ایک صاع، کوئی صاع سے کم، کوئی ایک مٹھی، کوئی مٹھی سے کم، کوئی کھجور کا ٹکڑا، اور تم میں سے ہر آدمی اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے یہ پوچھیں گے جو میں تمہیں بتا رہا ہوں کیا میں نے تمہیں دیکھنے اور سننے کی نعمت نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تمہیں مال اور اولاد نہیں دی تھی۔ تم نے آگے کے لئے کیا بھیجا ہے؟ یہ سن کر آدمی آگے پیچھے، دائیں بائیں دیکھے گا لیکن کچھ نہ پائے گا۔ جہنم سے صرف اللہ کی ذات کے ذریعہ سے ہی بچا جا سکتا ہے۔ لہٰذا آگ سے بچو اور (آگ سے بچنے کے لئے دینے کو کچھ نہ ہو تو) کھجور کا ٹکڑا ہی دے دو اور اگر کھجور کا ٹکڑا بھی نہ ہو تو نرم بات ہی کر دیا کرو مجھے تم پر فقر وفاقہ کا ڈر نہیں ہے۔ اللہ پاک تمہاری ضرور مدد فرمائیں گے اور تمہیں بہت زیادہ دیں گے اور بہت زیادہ فتوحات کریں گے یہاں تک کہ پردہ نشین عورت تن تنہا حیرہ اور یثرب کے درمیان یا اس سے بھی زیادہ لمبا سفر کیا کرے گی اور اسے چوری کا ڈر نہ ہوگا''۔ (البدایۃ والنھایۃ (۶۵/۵)

حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

عام مشرکین کی طرح فضالہ بھی آنحضرت ﷺ کے جانی دشمن تھے، فتح مکہ کے دن جب آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کرر ہے تھے، فضالہ موقع پا کر قتل کرنے کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھے، قریب پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا فضالہ ہیں؟ کہا ہاں یارسول اللہ! فرمایا ابھی تمہارا دل تم سے کیا باتیں کر رہا تھا، کہا کچھ نہیں اللہ عزوجل کو یاد کر رہا تھا، یہ مصنوعی جواب سن کر آنحضرت ﷺ ہنس دیئے اور استغفر اللہ کہہ کر ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اس سے فضالہ کو بڑا سکون قلب محسوس ہوا، ان کا بیان ہے کہ ابھی آپ نے ہاتھ نہ ہٹایا تھا کہ میرا دل آپ کی محبت سے معمور ہو گیا اور تمام مخلوق میں کوئی آپ سے زیادہ محبوب باقی نہ رہا۔ اس سعادت کے بعد گھر لوٹے، راستہ میں ایک عورت جس سے یہ باتیں کیا کرتے تھے، ملی اس نے معمول کے مطابق انہیں بلایا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھ گئے:

قالت هلم الى الحديث فقلت لا

يابى عليك الله و الاسلام

"اس نے کہا آؤ بات چیت کریں میں نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام نے تیری مخالفت کی ہے"

لو مار آيت محمداً و قبيله

بالفتح يومه تكسر الاصنام

"کاش تو محمد اور ان کے ساتھیوں کو فتح کے دن دیکھتی جب وہ بت توڑ رہے تھے"

لرأيت دين الله اضحى بيننا

والشرك يغشى وجه الاظلام

"تو تجھے نظر آتا کہ خدا کا دین ہمارے درمیان روشن ہو گیا اور شرک کے چہرے کو تاریکی نے چھپالیا" سیرت ابن ہشام (۴٦/۲)

اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اسلامی فرائض کی تعلیم دی اور ہدایت فرمائی کہ نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ پڑھا کرو۔ اسد الغابۃ (۱۸۲/۴)

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ غزوہ احزاب ۵ ؁ھ میں اپنے قبیلہ کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کو نکلے۔ گو نعیم رضی اللہ عنہ اس وقت آبائی مذہب پر تھے، لیکن آنحضرت ﷺ سے قدیم شناسائی کی بنا پر ان کا دل اسلام سے متاثر تھا، غزوہ احزاب میں یہ اثر پورطور پورے نمایاں ہوگیا، چنانچہ ایک دن کسی کو اطلاع دیئے بغیر مُغرب وعشاء کے درمیان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، اس سے فارغ ہونے کے بعد ان کو دیکھا پوچھا کیسے آئے ہو، عرض کیا حلقہ بگوش ہونے آیا ہوں، جو خدمت میرے قابل ہو اس کے لیے حاضر ہوں، فرمایا اگر ان قبائل (احزاب کا اجتماع) کو کسی طرح ہٹا سکتے ہو تو ہٹانے کی کوشش کرو، گو عرب کے ٹڈی دل قبائل کا منتشر کرنا آسان نہ تھا، لیکن حضرت نعیم نے ان میں پھوٹ ڈلوادی، پہلے بنو قریظہ کے پاس گئے اور کہا قریش اور غطفان کا کوئی اعتبار نہیں، اگر موقعہ ملا تو وہ مسلمانوں سے لڑیں گے ورنہ واپس چلے جائیں گے، تم لوگوں کو ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہے، اس لیے تم درمیان میں پڑ کر خواہ مخواہ کیوں جھگڑا خریدتے ہو، اگر تم کو قریش کا ساتھ ہی دینا ہے تو ان کے کچھ آدمی ضمانت کے طور پر اپنے یہاں رکھ لو کہ وہ کسی قسم کی بدعہدی نہ کر سکیں، ان لوگوں نے یہ مشورہ قبول کیا، اس کے بعد ابو سفیان کے پاس گئے اور کہا قریظہ مسلمانوں کے ساتھ کشیدگی پر بہت نادم ہیں اور ان سے از سر نو تعلقات خوشگوار بنانا چاہتے ہیں، چنانچہ انہوں نے محمد کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ ہم قریش اور غطفان کے ستر آدمی عنقریب تمہارے پاس بھیجیں گے، تم ان کے دام فریب میں نہ آؤ، اگر وہ ضمانت وغیرہ میں کچھ آدمی مانگیں تو ہرگز نہ دو، اس کے بعد اپنے قبیلہ غطفان کو بھی یہ مشورہ دیا یہ چونکہ خود اس قبیلہ کے آدمی تھے، اس لیے سب نے متفقہ ان کی تائید کی۔

اس کے بعد بنو قریظہ نے ابو سفیان کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم کو خطرہ ہے کہ تم لوگ ہم کو چھوڑ کر محمد ﷺ کا ساتھ دو گے، اس لیے ہم اس وقت تک محمد ﷺ سے لڑنے میں تمہارا

ساتھ نہیں دے سکتے، جب تک ہمارے اطمینان کے لیے ستر آدمی ضمانت کے طور پر ہمارے یہاں نہ بھیج دو، ابوسفیان نے کہا نعیم کا کہنا سچ تھا، اس کے بعد غطفان کے پاس بھی یہی پیام بھیجا، لیکن سب نے آدمی دینے سے انکار کر دیا اور کہا ہم آدمی تو نہیں دے سکتے اگر تم کو یقین نہیں ہے تم ہم سے الگ ہو کر تم خود مسلمانوں سے مقابلہ کرو، یہودیوں نے کہا توراۃ کی قسم نعیم کا کہنا بالکل سچ تھا، غرض اس کے بعد کسی کو ایک دوسرے پر اعتبار نہیں رہا اور آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ طبقات ابن سعد (۲۱-۲۰/۴)

اتفاق سے اسی دوران میں ہوا کا ایسا طوفان آیا کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ اکھڑ گئیں اور چولہوں پر سے ہانڈیاں الٹ گئیں، غرض کچھ نا اتفاقی اور کچھ موسم کی خرابی کی وجہ سے سب نے اپنی اپنی راہ لی اور نعیم کی کارکردگی سے کفار کے بادل ہوا بن کر اڑ گئے۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ اس غزوہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔

طبقات ابن سعد (۲۱-۲۰/۴)

﴿حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت خریم آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد ہی مشرف باسلام ہوئے، ان کے اسلام کا دلچسپ واقعہ خود ان کی زبان سے ملاحظہ فرمایئے:

میں ایک مرتبہ اپنے اونٹوں کو لیکر نکلا ان پر عراقہ کی دہشت طاری ہوگئی، میں نے ان کے چھندان ڈالدیا، اور ایک بازو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، یہ آنحضرت ﷺ کے آغاز ظہور (مدینہ میں) کا واقعہ ہے، پھر میں نے کہا اس وادی کے آسیب سے پناہ مانگتا ہوں، زمانہ جاہلیت میں ایسے مواقع پر ایسا ہی کہا کرتے تھے، اتنے میں ایک آواز نے مجھے آنحضرت ﷺ کے ظہور اور آپ کی تعلیمات کی اطلاع دی، میں نے یہ آواز سن کر پوچھا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے تم کون ہو، جواب ملا، مالک بن مالک، مجھ کو رسول اللہ نے بخود بھیجا تھا میں نے کہا اگر میرے اونٹوں کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری لے لیتا تو میں اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کے پاس جا کر اس پر ایمان لاتا، مالک نے کہا میں ذمہ دار ہوں، ان کو بحفاظت تمہارے گھر پہنچادوں گا، چنانچہ میں نے ان میں سے ایک اونٹ کھولا میں مدینہ آیا، اور ایسے وقت مدینہ پہنچا جب لوگ نماز جمعہ میں مشغول تھے، میں نے خیال کیا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں تب میں مسجد میں جاؤں یہ خیال کر کے اپنا اونٹ باندھنے جا رہا تھا کہ ابوذر آئے اور کہا کہ تم کو رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں، میں مسجد میں داخل ہوا، مجھ کو دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کو معلوم ہے اس شیخ نے جس نے تمہارے اونٹوں کو تمہارے گھر پہنچانے کی ذمہ داری لی تھی، کیا کیا؟ اس نے بحفاظت اونٹوں کو پہنچادیا، میں نے کہا خدا اس پر رحمت نازل فرمائے، آپ نے فرمایا ہاں ان پر خدا رحمت نازل فرمائے، اس کے بعد خریم کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ المستدرک للحاکم (۶۲۱/۳)

﴿حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت زبرقان بن بدر وفد تمیم کے ساتھ مدینہ آئے، وفد کے تمام ارکان شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے مدینہ میں جاہلی ٹھاٹھ کے ساتھ آئے، اظہار غرور وفخر کے لیے آتش بیان خطیب اور سحر بیان شعراء ساتھ تھے۔ آستان نبوی پر پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی، ''محمد جئناك نفاخرك فاذن شاعر نا ''ہم تم سے مفاخرہ کے لیے آتے ہیں ہمارے شاعروں کو اجازت دو۔

آپ سے اجازت لیکر مجلس مفاخرہ منعقد کی، اور بنی تمیم کے شعراء اور خطباء نے ان کی عالی نسبی، بادشاہی اور اثر واقتدار کے ترانے گائے، زبرقان بن بدر نے بھی ایک پر زور قصیدہ جو تمام نخوت، تعلیٰ فخاری اور خودستائی پر مشتمل تھا سنایا، طوطی اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا، ان کی فصاحت و بلاغت اور شاعرانہ عظمت کو دیکھ کر ارکان وفد دنگ رہ گئے اور اقرع بن حابس کی تحریک سے سب نے اسلام قبول کرلیا۔

سیر الصحابۃ (۶۵/۷)

حضرت زید بن مہلہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹ ھ میں طے کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، خدمت نبوی میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ میں نو دن کی دشوار گذار مسافت سے آیا ہوں، اس سفر میں میری سواری تھک گئی، میری راتیں آنکھوں میں کٹیں میرے دن تشنہ لبی میں بسر ہوئے اور یہ ساری مشقت صرف دو باتیں پوچھنے کے لیے اٹھائی ہے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے، عرض کی زید الخیل، فرمایا نہیں تم زید الخیر ہو، پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو، عرض کی جو شخص خدا کو چاہتا ہے اور جو نہیں چاہتا ہے، دونوں میں کیا علامت ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیسے زندگی بسر کرتے تھے، عرض کی خیر اہل خیر اور عامل خیر کو دوست رکھتا تھا، اگر میں اس پر عمل کرتا تھا تو اس کا ثواب ملتا تھا اور جب یہ عمل چھوٹ جاتا تھا تو رنجیدہ ہوتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو خدا چاہتا ہے اور جو نہیں چاہتا اس کی یہی علامت ہے کہ اگر خدا اس کے خلاف تمہارے لئے کچھ چاہتا تم کو اس کے لیے تیار کرتا اور پھر اس کو اس کی پرواہ نہ ہوتی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوگئے۔ اسد الغابۃ (۲/۲۴۲)

مشرف باسلام ہونے کے بعد وطن لوٹے، راستہ میں بخار آیا اور گھر پہنچ کر واصل بحق ہوگئے، اس طرح دنیا سے بالکل پاک وصاف اٹھے اور اسلام کے بعد دنیا میں آلودہ ہونے کا موقع ہی نہ ملا بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ الاستیعاب (۱/۱۹۹)

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ہجرت میں مدینہ سے نکلنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کا تعاقب انہیں نے کیا تھا، شب ہجرت میں جب آنحضرت ﷺ مشرکین کو غافل پا کر مدینہ سے نکل گئے اور مشرکین کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے گا انہیں زندہ پکڑ لائے گا اس کو گران قدر انعام دیا جائے گا، سراقہ اپنے قبیلہ بنی مدلج کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر ان سے کہا کہ میں نے ابھی ساحل کی طرف کچھ سیاہی دیکھی ہے، میرا خیال ہے کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی تھے، سراقہ کو یقین ہو گیا، لیکن انعام کی طمع میں انہوں نے تردید کی کہ نہیں وہ لوگ نہیں ہیں، تم نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہوگا، جو ابھی ہمارے سامنے گئے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد سراقہ اٹھ کر گھر گئے، اور لونڈی سے کہا کہ وہ گھوڑا تیار کر کے انہیں آگے ایک مقام پر دے اور نیزہ سنبھال کر چپکے سے گھر کی پشت سے نکلے، لونڈی سے گھوڑا لیا، اور لوگوں کی نظر بچا کر نکل گئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گئے، جیسے ہی قریب پہنچے گھوڑے نے ٹھوکر لی، اور یہ نیچے گر گئے، اسے انہوں نے بدشگونی پر محمول کیا استخارہ کے تیر ساتھ تھے، فوراً انہوں نے ترکش سے نکال کر استخارہ دیکھا کہ وہ رسول اللہ کو گزند پہنچا سکتے ہیں یا نہیں استخارہ خلاف نکلا، لیکن انعام کی طمع میں انہوں نے استخارہ کی پرواہ نہ کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر پھر آگے بڑھے، اب اتنے قریب پہنچ گئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلاوت کی آواز انہیں سنائی دینے لگی، رسول اللہ ﷺ ہمہ تن تلاوت میں مصروف تھے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ مڑ کے دیکھتے جاتے تھے، اتنے میں سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑے، پھر گھوڑے کو ڈانٹ کر اٹھایا، جب اس نے اپنے پاؤں زمین سے نکالے تو بڑا غبار بلند ہوا، اس دوسری بدشگونی پر انہوں نے پھر تیروں سے استخارہ کیا، اس مرتبہ بھی مخالف جواب ملا، اب انہیں اپنی ناکامی کا پورا یقین ہو گیا اور ان کے دل میں

بیٹھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ضرور کامیابی ہوگی، چنانچہ انہوں نے آواز دیکر روکا، آپ رک گئے اور سراقہ نے پاس جا کر کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا ہے، اور ان کے ارادوں سے آپ کو خبردار کیا اور جو کچھ زادراہ ساتھ تھا، اسے آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے اسے قبول نہیں فرمایا، البتہ یہ خواہش کی کہ وہ کسی کو آپ کی اطلاع نہ دیں اس کے بعد سراقہ نے درخواست کی کہ انہیں ایک امان نامہ مرحمت فرمایا جائے، آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھ کر دیا اور سراقہ لوٹ گئے۔

(رواہ البخاری، باب بنیان الکعبۃ)

اس واقعہ کے آٹھ سال بعد جب مکہ فتح ہو چکا، مشرکین کی قوتیں ٹوٹ چلیں اور حنین وطائف کی لڑائیں ختم ہوگئیں، اس وقت سراقہ رسول اللہ ﷺ سے جب کہ آپ حنین اور طائف کے معرکوں سے واپس آرہے تھے، راستہ میں مقام جعرانہ میں ملے، رسول اللہ ﷺ کا عطا کیا ہوا امان نامہ پیش کر کے اپنا تعارف کرایا کہ یہ تحریر آپ نے مجھے دی تھی، اور میں سراقہ بن جعشم ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا آج ایفائے عہد اور نیکی کا دن ہے، سراقہ اسی وقت مشرف باسلام ہوگئے۔ اسد الغابۃ (۲/۲۶۵)

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ میں اس شرف سے مشرف ہوئے، لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے۔

سراقہ بہت آخر میں اسلام لائے، اس لیے انہیں صحبت نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، لیکن قبول اسلام کے بعد زیادہ تر مدینہ میں رہے، اس سے تلافی مافات کا کچھ نہ کچھ موقع مل گیا تھا، اس موقع سے انہوں نے پورا فائدہ اٹھایا، آنحضرت ﷺ خود انہیں تعلیم و تربیت دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا، سراقہ میں تمہیں جنتیوں اور دوزخیوں کی پہچان بتاؤں؟ عرض کی ہاں، ارشاد فرمایا تند خو، اترا کر چلنے والا اور متکبر دوزخی ہے اور زبردست ضعیف اور ناتواں جنتی ہے۔ مسند احمد بن حنبل (۴/۱۷۵)

سراقہ خود بھی پوچھ پوچھ کر استفادہ کیا کرتے تھے، آخری سوال انہوں نے آنحضرت ﷺ کے مرض الموت میں کیا، پوچھا یا رسول اللہ اگر کوئی بھٹکا ہوا اونٹ میرے اونٹ کے حوض پر

آئے، جسے میں نے خاص اپنے اونٹ کے لئے بھرا ہوا اور میں اس میں بھٹکے ہوئے اونٹ کو پانی پلا دوں تو کیا مجھ کو اس کا کوئی اجر ملے گا، فرمایا کیوں نہیں ہر جاندار کو پانی پلانے میں ثواب ہے، حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے، چنانچہ جب آنحضرت ﷺ مقام عسفان میں پہنچے تو سراقہ نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو اس نومولود قوم کی طرح تعلیم دیجئے جو گویا ابھی ظہور میں آئی ہے، ہمارا یہ عمرہ اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لئے فرمایا نہیں ہمیشہ کے لئے۔ مسند احمد بن حنبل (۱۷۵/۴)

آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ ان سے فرمایا تھا کہ سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا، جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور کسریٰ کے ملبوسات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے سراقہ کو بلا کر کسری کا تاج ان کے سر پر رکھا اور اس کے کنگن پہنا کر اس کا پٹکا ان کی کمر میں باندھا۔ الاصابۃ (۶۹/۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۴ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب الکمال)

حضرت سعد الاسود رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

سعد نام تھا، بہت سیاہ اور کم رو تھے اس لئے ''اسود'' سیاہ کہلاتے تھے لیکن نسباً بنی سہم کے ممتاز رکن تھے۔

ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہیں، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میری سیاہ روئی اور بدصورتی مجھ کو جنت کے داخلہ سے روکے گی فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہیں روکے گی، بشرطیکہ خدا سے ڈرو اور اس چیز پر جسے رسول اللہ لائے ہیں ایمان لاؤ، یہ خوشخبری سن کر انہوں نے کہا **اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله۔**

کلمہ شہادت پڑھ کر پوچھا میرے کیا حقوق ہیں فرمایا تمہارے وہی حقوق ہیں جو اور مسلمانوں کے ہیں اور تم پر وہی فرائض ہیں، جو دوسرے مسلمانوں پر ہیں اور تم ان کے بھائی ہو۔

ظاہری شکل وصورت سے محروم تھے، اس لئے کوئی شخص ان کے ساتھ عقد مناکحت پر تیار نہ ہوتا تھا، قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا جو لوگ یہاں موجود ہیں اور جو نہیں ہیں، میں نے سب کو شادی کا پیام دیا، لیکن میری سیاہی اور بدصورتی کی وجہ سے کوئی اس رشتہ پر آمادہ نہیں ہوتا، گو سعد ظاہری آب و رنگ سے محروم تھے، لیکن دل نور ایمان سے منور ہو چکا تھا، اس کے بعد ظاہری حسن و جمال کی ضرورت نہ تھی، اس لیے ان کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمرو بن وہب (عمرو بن وہب قبیلہ ثقیف کے ایک درشت مزاج نومسلم تھے) کے پاس جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹاؤ، اور سلام کے بعد ان سے کہو کہ اللہ کے نبی نے تمہاری لڑکی میرے ساتھ بیاہ دی۔ عمرو بن وہب کے نوخیز حسین وجمیل اور ذکی وذہین لڑکی تھی۔

سعد نے ان کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، گھر والوں نے دروازہ کھولا تو سعد نے انہیں رسول ﷺ کا فرمان سنایا ان لوگوں نے سعد کی صورت دیکھ کر انہیں سختی سے واپس کر دیا،

اتنے میں لڑکی آواز سن کر خود نکل آئی اور سعد کو آواز دی کہ بندہ خدا لوٹ آؤ، اگر رسول اللہ ﷺ نے تمہارے ساتھ میری شادی کر دی ہے تو میں اسے منظور کرتی ہوں اور اس چیز پر رضامند ہوں، جس سے خدا اور اس کا رسول راضی ہے۔ پھر اپنے باپ سے کہا کہ قبل اس کے کہ وحی الٰہی آپ کو رسوا کرے، آپ اپنی نجات کی کوشش کیجئے، یہ فوراً دوڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے آپ نے پوچھا تم ہی نے میرے فرستادہ کو لوٹایا تھا؟ عرض کیا ہاں، لیکن یہ غلطی لاعلمی میں ہوئی ہم کو اس شخص کی بات کا اعتبار نہ تھا، اب آپ سے مغفرت چاہتے ہیں، ہم نے لڑکی بیاہ دی۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سعد سے فرمایا اب اپنی بیوی کے پاس جاؤ وہ یہاں سے اٹھ کر بیوی کے واسطے تحائف خریدنے کے لیے بازار گئے، یہاں انہوں نے ایک منادی کی آواز سنی یا خیل اللہ ارکبی و بالجنۃ البشری ۔خدا کے شہ سواروں جہاد کے لیے سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت لو، اس آواز کا سننا تھا کہ سارے ولولے اور جذبات سرد پڑ گئے اور جہاد فی سبیل اللہ کا خون رگوں میں دوڑنے لگا، نوعروس کے لیے تحائف کا خیال چھوڑ دیا، جہاد کے لیے تلوار، نیزہ اور گھوڑا خریدا اور عمامہ باندھ کر مہاجرین کی جماعت میں پہنچے کسی نے ان کو نہ پہچانا، رسول اللہ ﷺ نے بھی دیکھا مگر نہ پہچان سکے، میدان جنگ میں نہایت جوش وخروش سے لڑے، گھوڑا اڑا تو پیدل آستین چڑھا کر لڑنے لگے، اس وقت آنحضرت ﷺ نے ہاتھوں کی سیاہی سے پہچان کر آواز دی سعد! مگر یہ وارفتگی کے عالم میں تھے کوئی خبر نہ ہوئی، لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، اور نوعروس کے آغوش کے بجائے تیغ عروس کے گلے مل کر ابدی وسرمدی زندگی حاصل کی، آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو ان کی لاش کے پاس تشریف لا کر ان کا سر گود میں رکھ لیا، ان کا اسلحہ اور گھوڑا ان کی بیوہ نو عروس کے پاس بھجوا دیا اور ان کی سسرال والوں کے پاس کہلا بھیجا کہ خدا نے تمہاری لڑکی سے بہتر لڑکیوں کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ اسد الغابۃ (۲۶۸/۱)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

سواد نام، باپ کا نام قارب تھا، یمن کے مشہور قبیلہ دوس سے نسبی تعلق تھا، زمانہ جاہلیت میں کہانت کا پیشہ تھا۔

ہجرت مدینہ کے زمانہ میں خواب میں ظہور نبوی کی بشارت ملی، رویائے صادقہ دل میں اثر کر گیا، فوراً وطن سے مکہ روانہ ہو گئے، راستہ میں خبر ملی کہ جس گوہر مقصود کی تلاش میں نکلے ہیں وہ مدینہ جا چکا، یعنی آنحضرت ﷺ ہجرت فرما چکے، یہ خبر سن کر راستہ ہی سے مدینہ لوٹ پڑے، وہاں پہنچ کر آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھا، معلوم ہوا مسجد میں تشریف فرما ہیں، اونٹ بٹھا کر مسجد پہنچے آنحضرت ﷺ کے گرد صحابہ کا مجمع تھا، عرض کی یا رسول اللہ! کچھ میری داستان بھی سن جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا قریب آ کر بیان کرو، چنانچہ پاس جا کر انہوں نے پوری سرگذشت سنائی اور اسی وقت خلعت اسلام سے سرفراز ہو گئے، ان کے اسلام سے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو اتنی مسرت ہوئی کہ ان کے چہروں پر خوشی کا رنگ دوڑ گیا، اس غیر معمولی مسرت کا سبب یہ تھا کہ عربوں میں کاہنوں کی بڑی وقعت تھی، انہیں ایک طرح کی مذہبی سیادت حاصل تھی، اس لیے عوام پر ان کے اسلام کا اثر بہت اچھا پڑتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا خواب بڑے ذوق شوق سے سنا کرتے تھے، ایک مرتبہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، آپ نے پوچھا اب بھی تم کو کہانت میں کچھ دخل ہے، چنانچہ اسلام کہانت کا مخالف تھا اور سواد کے رنگ کہانت کو اسلام کے صیقل نے بالکل صاف کر دیا تھا، اس لیے اس سوال سے سواد کو تکلیف ہوئی، برہم ہو کر جواب دیا، سبحان اللہ خدا کی قسم اس وقت جس طرح آپ نے میرا استقبال کیا ویسا میرے کسی ساتھی نے نہ کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس برہمی پر فرمایا سبحان اللہ! جس کفر و شرک میں ہم مبتلا تھے، وہ تمہاری کہانت سے کہیں بڑھ کر تھا (یعنی ہماری اسلام کے قبل کی حالت تم سے بھی بدتر تھی، اس لیے تم کو اس سوال پر بگڑنا نہ چاہیے) میں نے تمہارا واقعہ سنا ہے، وہ مجھ کو بہت عجیب و غریب معلوم ہوا، اس لیے میں اس کو خود تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر انہوں نے پورا واقعہ سنایا۔ اسد الغابۃ (۳۷۵/۲)، سیر الصحابۃ (۸۴/۷۔۸۵)

﴿حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

سہیل رؤسائے قریش میں سے تھے، اس لیے دوسرے رؤساء کی طرح اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے سخت دشمن تھے، لیکن قدرت کی کرشمہ سازی دیکھو کہ اسی دشمن اسلام کے گھر میں عبداللہ بن سہیل اور ابو جندل بن سہیل جیسے اسلام کے شیدائی پیدا ہوئے، یہ دونوں دعوت اسلام کے آغاز ہی میں مشرف باسلام ہوئے، اور اسلام کے جرم میں باپ کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلتے رہے، عبداللہ موقع پا کر حبشہ ہجرت کر گئے تھے، لیکن وہاں سے واپسی کے بعد پھر ظالم باپ کے پنجہ میں اسیر ہوگئے اور جنگ بدر کے موقع پر رہائی پائی، دوسرے بھائی ابو جندل، حدیبیہ کے زمانہ تک مشق ستم رہے، سہیل اسلام کے ان دشمنوں میں تھے جو دوسروں کا اسلام گوارا نہ کر سکتے تھے، پھر گھر میں یہ بدعت کس طرح دیکھ سکتے تھے، چنانچہ اشاعت اسلام نے انہیں اسلام کا اور زیادہ دشمن بنا دیا، اور وہ اس کی بیخ کنی میں ہر امکانی کوشش کرنے لگے، عام مجمعوں میں اسلام کے خلاف تقریریں کر کے اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف زہر اگلتے، شیدان اسلام یہ معاندانہ رویہ برداشت نہ کر سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ قابو سے باہر ہو گیا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی کہ ارشاد ہو تو سہیل کے دو اگلے دانت توڑ ڈالوں، تاکہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے، لیکن رحمت عالم ﷺ نے جواب دیا "جانے دو ممکن ہے کبھی وہ خوش بھی کر دیں"

المستدرک للحاکم (۲/۲۸۲)

اسلام کی ہر مخالفت میں سہیل پیش پیش رہتے تھے، چنانچہ غزوہ بدر میں بھی آگے آگے تھے، لیکن جب شکست ہوئی تو مالک بن دخشم نے گرفتار کر لیا، لیکن پھر فدیہ دیکر آزاد ہو گئے۔

صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے معاہدہ لکھانے کی خدمت ان ہی کے سپرد ہوئی تھی، چنانچہ معاہدہ کی کتابت کے وقت جب آنحضرت ﷺ نے اسلامی طرز تحریر کے مطابق بسم اللہ لکھنا چاہا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم اسے نہیں جانتے ہمارے دستور کے

مطابق باسمك اللهم لکھو، مسلمانوں نے کہا ہم یہ نہیں لکھ سکتے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کا کہنا مان لیا اور معاہدہ کا مضمون شروع ہوا، جب ''ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ'' لکھا گیا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم محمد کو رسول مانتے تو یہ جھگڑا ہی کیوں ہوتا اور ان کو خانہ کعبہ سے روکنے اور ان سے لڑنے کی نوبت کیوں آتی، محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''گوتم مجھے جھٹلا رہے ہو لیکن میں خدا کا رسول ہوں'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ مٹا کر میرا نام لکھ دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اپنے ہاتھ سے نہیں مٹا سکتا، اس عذر پر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے مٹا کر ''محمد بن عبداللہ'' لکھ دیا، اس مرحلہ کے بعد پھر کتابت شروع ہوئی کہ قریش مسلمانوں سے خانہ کعبہ کے طواف میں تعرض نہ کریں گے اور مسلمان اطمینان کے ساتھ طواف کریں گے سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ یہ معاہدہ اس سال کے لیے نہیں ہے ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم کو ہماری مرضی کے خلاف مجبور کیا گیا، البتہ آئندہ سال طواف کی اجازت ہے، آنحضرت ﷺ نے یہ بھی مان لیا، سہیل نے ایک یہ شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اگر مسلمانوں کے پاس بھاگ جائے گا تو مسلمانوں کو اسے واپس کرنا پڑے گا، مسلمانوں نے کہا ہم یہ شرط ہرگز نہیں مان سکتے کہ ایک مسلمان مشرک کے حوالہ کر دیا جائے ابھی یہ دفعہ زیر بحث تھی کہ سہیل کے لڑکے ابوجندل جو سہیل کے ہاتھوں گرفتار تھے کسی طرح بھاگ کر آ گئے، ان کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، انہیں دیکھ کر سہیل نے کہا، محمد شرط پوری کرنے کا یہ پہلا موقع ہے، آپ نے فرمایا مگر ابھی یہ دفعہ تسلیم نہیں ہوئی ہے، سہیل نے کہا اگر تم جندل کو حوالہ نہ کرو گے تو ہم کسی شرط پر صلح نہ کریں گے، آنحضرت ﷺ نے بہت اصرار کیا، مگر سہیل کسی طرح نہ مانے، صحابہ نے ابوجندل کو حوالہ کرنے کی بہت مخالفت کی، لیکن درحقیقت یہ صلح آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے سہیل کی شرط مان لی اور ابوجندل اسی طرح نہ چاہتے ہوئے بھی واپس کر دیئے گئے اور عہد نامہ مکمل ہو گیا۔

۸ھ میں جب آنحضرت ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی تو کسی خونریزی کی نوبت نہیں

آئی لیکن چند متعصب قریشیوں نے خالد بن ولید کی مزاحمت کی، ان مزاحمت کرنے والوں میں سہیل بھی تھے، اس مزاحمت میں کچھ آدمی مارے گئے اور مکہ فتح ہو گیا۔

فتح مکہ کے بعد صنادید قریش کی قوتیں پارہ پارہ ہو گئیں اور ان کے لیے دامن رحمت کے علاوہ کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی اس وقت وہی سہیل جنہوں نے دو سال پیشتر حدیبیہ میں من مانی اور فاتحانہ شرائط پر صلح کی تھی، بے بس اور لاچار ہو کر گھر کے اندر دروازے بند کر کے چھپ رہے، اپنے لڑکے ابوجندل کے پاس جن پر اسلام کے جرم میں طرح طرح کی سختیاں کی تھیں پیام کہلا بھیجا کہ ''مارے جانے سے پہلے میری جان بخشی کراؤ'' ابوجندل لاکھ مشق ستم رہ چکے تھے پھر بھی بیٹے تھے اور اسلام نے اس مقدس رشتے کی اہمیت اور زیادہ کر دی تھی، اس لیے بلا تامل اسی حکم کی تعمیل کے لیے سرخم کر دیا اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! والد کو امان مرحمت فرمایئے، ان کی سفارش پر رحمت عالم نے سہیل کی تمام خطاؤں سے درگزر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ خدا کی امان میں مامون ہیں، بلاخوف و خطر گھر سے نکلیں، آپؐ نے گرد پیش کے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ جو شخص سہیل سے ملے خبردار وہ ان کی طرف نہ لپکے، میری عمر کی قسم سہیل صاحب عقل و شرف ہیں، ان جیسا شخص اسلام سے ناواقف نہیں رہ سکتا، بیٹے نے جا کر باپ کو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنایا شان کرم دیکھ کر سہیل کی زبان سے بے اختیار یہ کلمات نکل گئے کہ ''واللہ وہ بچپن میں بھی نیک تھے اور بڑی عمر میں بھی نیک ہیں'' المستدرک للحاکم (۲۸۱/۳)

بالآخر آنحضرت ﷺ کے اس عفو و کرم نے یہ معجزہ دکھایا کہ سہیل حنین کی واپسی کے وقت آپ کے ساتھ ہو گئے اور مقام جعرانہ پہنچ کر خلعت اسلام سے سرفراز ہوئے، آنحضرت ﷺ نے از راہ رحمت حنین کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ عطا فرمائے، گو فتح مکہ کے بعد کے مسلمانوں کا شمار مولفۃ القلوب میں ہے، لیکن سہیل اس زمرہ میں اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ اسلام کے بعد ان سے کوئی بات اسلام کے خلاف ظہور پذیر نہیں ہوئی حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کان محمود الاسلام من حین اسلم۔

''اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کے حوالہ سے ہمیشہ قابل تعریف رہے''

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے مولفۃ القلوب ڈگمگا گئے، لیکن سہیل کے ایمان میں ذرہ برابر بھی تذبذب نہ ہوا اور انہوں نے قبائل مکہ کو اسلام پر قائم رکھنے کی بڑی کوشش کی، چنانچہ جب انہوں نے قبائل مکہ میں اسلام سے برگشتگی کے آثار دیکھے تو تمام قبیلہ والوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ ''برادران اسلام اگر تم لوگ محمد کی پرستش کرتے تھے تو وہ دوسرے عالم کو سدھار گئے اور اگر محمد کے خدا کی پرستش کرتے تھے تو وہ حی و قیوم اور موت کی گرفت سے پاک ہے برادران قریش! تم سب سے اخیر میں اسلام لائے ہو، اس لیے سب سے پہلے اس کو چھوڑنے والے نہ بنو۔ محمد ﷺ کی موت سے اسلام کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا، بلکہ وہ اور زیادہ قوی ہوگا، مجھ کو یقین کامل ہے کہ اسلام آفتاب و ماہتاب کی طرح ساری دنیا میں پھیلے گا اور سارے عالم کو منور کرلے گا، یاد رکھو جس شخص نے دائرہ اسلام سے باہر قدم رکھنے کا ارادہ کیا اس کی گردن اڑادوں گا''

سہیل کی اس موثر دلپذیر اور پرجوش تقریر نے مذبذبین کے دلوں کو پھر اسلام پر راسخ کردیا، اور مرکز اسلام (مکہ) فتنہ ارتداد کی وبا سے بچ گیا، اس طرح آنحضرت ﷺ کی اس پیشنگوئی کی تصدیق ہوگئی کہ ممکن ہے سہیل سے کبھی پسندیدہ فعل کا ظہور ہو۔

فتنہ ارتداد کے فرو کرنے میں ان کے گھر بھر نے بلیغ کوشش کی چنانچہ یمامہ کی مشہور جنگ میں سہیل کے بڑے صاحبزادے عبداللہ شہید ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو سہیل کے پاس تعزیت کے لیے ان کے گھر گئے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ شہید اپنے ستر اہل خاندان کی شفاعت کرے گا، مجھ کو امید ہے کہ میری سب سے پہلے شفاعت کی جائے گی۔

تفصیل کے لئے دیکھئے، سیر الصحابۃ (۸۵/۷-۹۲)

﴿حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

ان کے اسلام کے بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، دوسری یہ کہ غزوۂ حنین میں لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ خانہ کعبہ کی تطہیر کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس کی کنجی عثمان بن طلحہ اور شیبہ کو واپس کی اور فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک تمہارے پاس رہے گی، جو شخص اس کو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ الاستیعاب (۶۰۹/۱)

غزوہ حنین میں اسلام والی روایت کا واقعہ یہ ہے کہ شیبہ بھی اپنے اہل خاندان کی طرح آنحضرت ﷺ کے سخت دشمن تھے، حنین کے دن یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بدنیتی سے نکلے اور آپؐ کو غافل پا کر قتل کرنا چاہا، آپؐ ہوشیار ہوگئے اور انہیں قریب بلایا، اس واقعہ سے شیبہ بہت مرعوب اور خوف زدہ ہوگئے، آنحضرت ﷺ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا تم سے شیطان دور ہوگیا۔ اسلام کی صداقت کے لیے یہ واقعہ کافی تھا کہ ایک شخص جان لینے کے لیے بڑھتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کی نیت تاڑ جاتے ہیں اور نرم الفاظ میں مخاطب فرماتے ہیں چنانچہ شیبہ اسی وقت مشرف باسلام ہوگئے اور ہمیشہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کرلی۔ اسد الغابۃ (۷/۳)

﴿حضرت صعصعہ بن ناجیہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت صعصعہ رضی اللہ عنہ کی فطرت ابتدا سے سلیم تھی، چنانچہ زمانہ جاہلیت میں جبکہ سارے عرب میں دختر کشی عام تھی اور لوگ لڑکیوں کوننگ قرابت سے بچنے کے لیے زندہ دفن کر دیا کرتے تھے صعصعہ کی آغوش محبت لڑکیوں کی پرورش کے لیے کھلی تھی اور وہ دوسروں کی لڑکیوں کوخرید کر پالتے تھے۔

وفد تمیم کے ساتھ مدینہ آئے۔ آنحضرت ﷺ نے اسلام پیش کیا، صعصعہ سلیم الفطرت تھے۔ اس لیے بلا تامل قبول کرلیا، قبول اسلام کے بعد آپ سے کچھ آیات قرآنی حاصل کیں، پھر پوچھا یارسول اللہ میں نے جاہلیت میں جو اچھے کام کئے ہیں وہ قبول ہوں گے اور مجھ کوان کا اجر ملے گا؟ فرمایا کون سے اعمال کئے ہیں؟ عرض کیا ایک مرتبہ میری دس ماہ کی دو حاملہ اونٹنیاں گم ہوگئیں، میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر ان کی تلاش میں نکلا راستہ میں دو مکان دکھائی دیئے، میں ان میں گیا۔ ایک مکان میں بوڑھا مرد نظر آیا، اس سے میری باتیں ہونے لگیں، اتنے میں گھر سے آواز آئی کہ اس کے گھر میں ولادت ہوئی، اس نے پوچھا کون بچہ پیدا ہوا، معلوم ہوا لڑکی اس نے کہا اس کو دفن کر دو، میں نے کہا دفن نہ کرو، میں اس کو خریدتا ہوں، چنانچہ میں نے اس کو دو اونٹنیاں بچوں سمیت اور اپنی سواری کا اونٹ دے کر لڑکی لے لی، اس طریقہ سے ظہور اسلام تک میں نے تین سو ساٹھ دفن ہونے والی لڑکیوں کو فی لڑکی دس دس مہینہ کی دو دو حاملہ اونٹنیاں اور ایک ایک اونٹ دیکر خریدا اس کا مجھے کوئی اجر ملے گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کو خدا نے اسلام کے شرف سے سرفراز کیا ہے، اس لیے ان تمام نیکیوں کا اجر ملے گا۔ اسد الغابہ (۲۱/۳)

صعصعہ کے اعمال حسنہ محض لڑکیوں کو بچانے تک محدود نہ تھے، بلکہ وہ غربا پرور بھی تھے، غریبوں اور محتاجوں کے لیے ان کا دست کرم ہمیشہ دراز رہتا تھا، ضروریات سے جو کچھ

بچتا تھا، اس کو پڑوسیوں اور مسافروں میں تقسیم کر دیتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس ضروریات سے جو کچھ بچتا ہے، اس کو میں پڑوسیوں اور مسافروں کے لیے رکھ چھوڑتا ہوں فرمایا پہلے ماں، باپ، بھائی، بہن اور قریبی رشتہ داروں کو دیا کرو۔ المستدرک للحاکم (۶۶۵/۳)

وفات کے زمانہ کے بارے میں ارباب سیر خاموش ہیں۔ سیر الصحابۃ (۹۶/۷)

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

قریش کے دوسرے معززین کی طرح صفوان کا باپ امیہ بھی اسلام کا سخت مخالف تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی کی غلامی میں تھے، جن کو وہ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے بڑی عبرت انگیز سزائیں دیتا تھا، بدر میں اس کا سارا کنبہ مسلمانوں کے استیصال کے ارادہ سے نکلا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیہ کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، لیکن میدان جنگ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑ گئی یہ چلائے کہ دشمن اسلام امیہ کو لینا ان کی آواز پر مسلمان چاروں طرف سے امیہ پر ٹوٹ پڑے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بچانے کے لئے امیہ کے اوپر لیٹ گئے، لیکن بلال رضی اللہ عنہ کی فریاد کے سامنے ان کی کسی نے نہ سنی اور تیروں سے چھید چھید کر امیہ کا کام تمام کر دیا، اس کی مدافعت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے، بدر میں مشرکین کی شکست اور باپ کے قتل نے صفوان کو بہت زیادہ مشتعل کر دیا، ایک دن یہ اور عمیر بن وہب بیٹھے ہوئے بدر کے واقعات کا تذکرہ کر رہے تھے، صفوان نے کہا مقتولین بدر کے بعد زندگی کا مزہ جاتا رہا، عمیر نے جواب دیا سچ کہتے ہو کہا کہیں قرض کا بار نہ ہوتا، اور بال بچوں کے مستقبل کی فکر نہ ہوتی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے یہ قصہ ختم کر دیتا، صفوان باپ کے خون کے انتقام کے لیے بیتاب تھے، بولے یہ کون سی بڑی بات ہے، میں ابھی تمہارا قرض چکائے دیتا ہوں، رہا اہل وعیال کا معاملہ تو ان کے متعلق بھی یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے بعد اپنے بال بچوں کی طرح ان کی کفالت اور خبر گیری کروں گا، چنانچہ عمیر کو آمادہ کر کے انہیں ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے لیے مدینہ بھیجا، مگر مدینہ پہنچنے کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو یہ راز فاش ہو گیا اور عمیر مسلمان ہو گئے، اس سازش کی ناکامی کے بعد صفوان نے جن جن کے اعزہ بدر میں مارے گئے تھے، انہیں ساتھ لیکر ابوسفیان کو بدلہ لینے پر آمادہ کیا، اس کا نتیجہ احد کی صورت میں ظاہر ہوا، ابوسفیان مسلمانوں کی عارضی شکست کے

بعد مکہ واپس ہو رہا تھا، مگر پھر یہ خیال کر کے کہ اس وقت مسلمان کمزور ہیں، ان سے پورا بدلہ لینا چاہا، لیکن صفوان نے کہا کہ اس مرتبہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں ممکن ہے آئندہ خلاف نتیجہ نکلے، اس لیے لوٹنا مناسب نہیں ہے، ان کے سمجھانے پر ابوسفیان لوٹ آیا۔

سیرۃ ابن ہشام (۲/۱۱۷)

۳ھ میں بعض نومسلم قبائل کی درخواست پر آنحضرت ﷺ نے ان کی تعلیم کے لیے قاری صحابہ کی ایک جماعت بھیجی تھی، راستہ میں بنی لحیان نے ان پر حملہ کر دیا، اس حملہ میں چند صحابہ شہید ہوئے اور چند زندہ گرفتار کیے گئے، گرفتار ہونے والوں میں ایک صحابی زید بن دستہ تھے، انہیں بیچنے کے لیے مکہ لایا گیا، صفوان نے خرید کر اپنے باپ کے بدلہ میں قتل کیا، اس کے بعد صفوان کو اسلام سے پہلی سی پرخاش باقی نہ رہی، بلکہ اندرونی طور پر وہ متاثر ہونے لگے، چنانچہ ۷ھ میں جب غزوہ خیبر پیش آیا تو دوسرے آلات حرب تو مسلمانوں کو مہیا ہو گئے لیکن زرہیں نہ تھیں آنحضرت ﷺ نے صفوان سے مانگ بھیجیں، انہوں نے کہا عاریۃً یا غصباً فرمایا عاریۃً، چنانچہ صفوان نے چند زرہیں عاریۃً دے دیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ان جیسے دشمن اسلام کی جانب سے اسلام کی امداد کا کوئی کام ہوا، ان زرہوں میں سے غزوہ خیبر میں چند ضائع ہو گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے تاوان دینا چاہا، لیکن صفوان نے قبول نہ کیا اور کہا یا رسول اللہ آج اسلام کی جانب میرا میلان ہو رہا ہے، لیکن قومی عصبیت نے اس میلان کو دبا دیا اور فتح مکہ میں مسلمانوں سے مزاحم ہوئے۔ سیرۃ ابن ہشام (۲/۳۲۸)

فتح مکہ کے بعد جب روسائے قریش کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کے لیے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی، تو ان میں سے اکثر آنحضرت ﷺ کے لطف و کرم اور عفو و درگذر کو دیکھ کر مشرف باسلام ہو گئے، اور بعضوں نے اپنی گذشتہ کرتوتوں کے خوف اور بعضوں نے تعصب کیوجہ سے راہ فرار اختیار کی، صفوان نے بھی جدہ کا راستہ لیا، ان کے عزیز اور قدیم رفیق عمیر بن وہب نے جو بدر کے بعد ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے، آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ سردار قوم صفوان بن امیہ آپ کے خوف سے بھاگ گئے ہیں، آپ نے فرمایا وہ مامون ہیں، عمیر نے کہا یا رسول اللہ جان بخشی کی کوئی نشانی مرحمت ہو، آپ نے چادر مبارک دی،

کہ وہ اسے دکھا کر صفوان کو اسلام کی دعوت دیں اور انہیں آنحضرت ﷺ کے پاس بلالائیں اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فبہا ورنہ انہیں غور کرنے کے لیے دومہینہ کی مہلت دی جائے، عمیر چادر مبارک لیکر صفوان کی تلاش میں نکلے اور انہیں دکھا کر مدینہ واپس لے آئے، وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مجمع عام میں بلند آواز سے آپ سے پوچھا محمد عمیر بن وہب نے مجھ سے تمہاری چادر دکھا کر کہا ہے کہ تم نے مجھ کو بلایا ہے اور مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر میں پسند کروں تو اسلام قبول کرلوں، ورنہ دومہینہ کی مہلت ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابو وہب سواری سے اترو، انہوں نے کہا جب تک صاف نہ بتاؤ گے نہ اتروں گا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو کے بجائے تم کو چار مہینہ کی مہلت ہے۔

موطاامام مالک (ص:۱۱۷)

اس عفوودرگذر اور نرمی وملاطفت کے بعد بھی صفوان اپنے مذہب پر قائم رہے، لیکن اسلام کے ساتھ کوئی پرخاش باقی نہیں رہی، چنانچہ اس کے بعد ہی جنگ حنین اور طائف ہوئی، اس میں بھی انہوں نے اسلحہ سے مسلمانوں کی مدد کی اور خود بھی دونوں لڑائیوں میں شریک ہوئے، آنحضرت ﷺ نے حنین کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ انہیں مرحمت فرمائے، یہ لطف ومرحمت دیکھ کر صفوان نے کہا ایسی فیاضی نبی ہی کرسکتا ہے۔ ان کی بیوی ان سے پہلے مشرف باسلام ہوچکی تھی، لیکن آنحضرت ﷺ نے دونوں میں تفریق نہیں کی۔

(موطامالک، ص:۱۱۷)

آنحضرت ﷺ کے اس طرز عمل سے متاثر ہوکر غزوہ طائف کے چند دنوں بعد مشرف اسلام ہوگئے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کے نکاح کی تجدید نہیں فرمائی۔

سیر الصحابۃ (۱۰۰/۷)

حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حجاج خیبر سے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا محرک یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ چند ساتھیوں کے ساتھ مکہ جارہے تھے، راستہ میں ایک بھیانک وادی میں رات ہوگئی اس لیے سب لوگ وہیں شب باش ہوگئے، حجاج رضی اللہ عنہ سب کی پاسبانی کرنے لگے، اتنے میں کوئی شخص یہ تلاوت کرتا سنائی دیا:

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ۔ (الرحمٰن)

"اے جن وانس کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ اور تم بغیر سلطان کے نہ نکل سکو گے"

مکہ پہنچے تو یہ واقعہ قریش سے بیان کیا، انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی بے دین ہوگئے، یہ تو وہی کلام ہے جو محمد کے زعم میں ان کے اوپر نازل ہوتا ہے، حجاج نے اس واقعہ کی تصدیق اپنے ہمراہیوں سے کرائی اور مدینہ آکر مشرف باسلام ہوگئے۔

الاستیعاب (۱۳۲/۱)

ان کی بیوی مکہ میں رہتی تھیں اور کل مال ومتاع بھی وہیں تھا، اسلام لانے کے بعد کل اثاثہ مدینہ منتقل کرنے کی ضرورت ہوئی، ورنہ مشرکین کا دست تطاول دراز ہوجاتا، لیکن وہ لوگ مشتبہ ہوچکے تھے، آسانی سے لانا بھی ممکن نہ تھا۔ اس لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک تدبیر کی اجازت مانگی، آپ نے مصلحتاً دیدی، یہ اجازت لے کر مکہ گئے قریش نے آنحضرت ﷺ کے حالات دریافت کرنا شروع کیے، انہوں نے کہا محمد (ﷺ) نے بہت سخت شکست کھائی، ان کے تمام ساتھی مارے گئے وہ خود گرفتار کرلیے گئے ہیں اور عنقریب تم لوگوں کے سامنے لاکر قتل کیے جائیں گے، قریش کے لیے اس سے بڑھ کر مژدہ کیا ہوسکتا تھا، آن کی آن میں یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی اس طرح مشرکین کو خوش کرکے کہا محمد (ﷺ)

کا ساز و سامان فروخت ہو رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ تاجروں کے پہنچنے سے قبل خرید لوں، مکہ میں لوگوں پر میرا قرض ہے، اگر تم لوگ کوشش کرو تو آسانی سے وصول ہو سکتا ہے، سب ''اس کار خیر'' کے لیے تیار ہو گئے اور کوشش کر کے کل بقایا وصول کرایا، اس کے بعد گھر کا کل اندوختہ لیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ خود واقعہ کی تحقیق کے لیے بھی نہ آسکے اور ایک لڑکے کی زبانی بلا بھیجا، حجاج رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور ان کو تخلیہ میں لیجا کر اصل واقعہ سنایا کہ میں نے روپیہ وصول ہو جانے کے لیے یہ خبر مشہور کی تھی، میں خود مشرف باسلام ہو چکا ہوں، اگر اہل مکہ کو اس کی خبر ہو جاتی تو ایک حبہ بھی نہ دیتے، آنحضرت ﷺ خدا کے فضل سے بالکل محفوظ ہیں، خیبر کا میدان بھی مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور آنحضرت ﷺ حی بن اخطب رئیس خیبر کی لڑکی کے ساتھ ایام عروسی بسر کر رہے ہیں، لیکن جب تک میں ان کی زد سے نہ نکل جاؤں، اس وقت تک اس راز کو کسی پر نہ ظاہر کرنا۔ چنانچہ تین دن تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ بالکل خاموش رہے، چوتھے دن جب اطمینان ہو گیا کہ حجاج رضی اللہ عنہ اہل مکہ کی دسترس سے باہر ہو گئے تو کپڑے بدل کر حجاج کے مکان پر گئے اور ان کی بیوی سے واقعہ بیان کیا، پھر مسجد میں آئے، یہاں بھی وہی تذکرہ تھا اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر فتح کر لیا، حی بن اخطب کی لڑکی ان کی زوجیت میں آئی، سرداران یثرب کی گردنیں اڑا دی گئیں اور حجاج اپنا مال و متاع لے کر روانہ ہو گئے، لوگوں نے پوچھا تم نے کس سے سنا، فرمایا حجاج سے ان لوگوں نے ان کی بیوی سے تحقیق کی تو واقعہ سچ نکلا، اس کے پانچویں دن مدینہ سے بھی خبریں آ گئیں، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، حجاج قابو سے نکل چکے تھے، اس لیے خاموش ہو گئے۔

طبقات ابن سعد (۴/۱۴۔۱۵)

حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت منذر بن جہم فرماتے ہیں کہ حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہو گئے تو مجھے بہت ہی خوف محسوس ہوا۔ چنانچہ میں اپنے گھر سے نکل گیا اور اپنے اہل و عیال کو چند ایسی جگہوں میں تقسیم کر دیا جہاں وہ بحفاظت رہ سکیں اور خود عوف کے باغ میں جا پہنچا۔ ایک دن اچانک وہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آ گئے۔ میری ان سے پرانی دوستی تھی اور دوستی ہمیشہ کام آیا کرتی ہے لیکن میں ان کو دیکھتے ہی (ڈر کے مارے) بھاگ کھڑا ہوا۔ انہوں نے مجھے پکارا۔ اے ابو محمد! میں نے کہا لبیک حاضر ہوں۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا ڈر کے مارے (بھاگ رہا ہوں) انہوں نے کہا۔ ڈرو مت تم اب اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو (یہ سن کر) میں ان کے پاس واپس آ گیا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے کہا اپنے گھر جاؤ میں نے کہا کیا میرے لئے اپنے گھر جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اللہ کی قسم! میرا تو یہ خیال ہے کہ میں اپنے گھر زندہ نہیں پہنچ سکتا۔ اول تو راستہ میں ہی قتل کر دیا جاؤں گا اور اگر کسی طرح گھر پہنچ گیا تو وہاں گھر میں آ کر مجھے کوئی نہ کوئی ضرور قتل کر دے گا اور میرے اہل و عیال بھی مختلف جگہ پر ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے اہل و عیال کو ایک جگہ جمع کر لو اور میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر تک جاؤں گا۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ میرے گھر تک گئے اور راستہ میں بلند آواز سے یہ کہتے گئے کہ حویطب رضی اللہ عنہ کو امان مل چکی۔ انہیں کوئی نہ چھیڑے۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے اور ان کو سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں جن لوگوں کے قتل کرنے کا حکم دے چکا ہوں کیا ان کے علاوہ تمام لوگوں کو امن نہیں مل چکا ہے؟ حضرت حویطب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس بات سے مجھے اطمینان ہو گیا اور میں اپنے اہل و عیال کو گھر لے آیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ میرے پاس دوبارہ آئے اور انہوں نے کہا اے ابو محمد! کب تک؟ اور کہاں تک؟ تم تمام معرکوں میں پیچھے رہ

گئے۔ خیر کے بہت سے مواقع تمہارے ہاتھ سے نکل گئے لیکن اب بھی خیر کے بہت سے مواقع باقی ہیں۔ تم حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے اور حضور ﷺ تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ جوڑ لینے والے ہیں اور سب سے زیادہ بردبار ہیں۔ ان کی شرافت تمہاری شرافت ہے اور ان کی عزت تمہاری عزت ہے۔ میں نے کہا میں تمہارے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں جانے کو تیار ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ چل کر بطحاء میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ میں آپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کو سلام کس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه۔

چنانچہ میں نے آپ کو ان ہی الفاظ سے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا وعلیک السلام اے حویطب! میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی حضرت حویطب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ میرے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے۔ آپ نے مجھ سے کچھ قرض مانگا میں نے آپ کو چالیس ہزار درہم قرض دیئے اور آپ کے ساتھ غزوہ حنین اور طائف میں شریک رہا۔ آپ نے مجھے حنین کے مال غنیمت سے سو اونٹ دیئے۔

حضرت جعفر بن محمود بن محمد بن سلمہ اشہلی سے لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت حویطب رضی اللہ عنہ نے کہا قریش کے ان بڑے لوگوں میں سے جو فتح مکہ تک اپنی قوم کے دین پر باقی رہ گئے تھے کوئی بھی مجھ سے زیادہ اس فتح کو ناپسند سمجھنے والا نہیں تھا لیکن ہوتا تو وہی ہے جو مقدر میں ہو۔ میں مشرکوں کے ساتھ جنگ بدر میں بھی شریک ہوا تھا۔ میں نے (اس جنگ میں) بہت سے عبرت والے منظر دیکھے۔ چنانچہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان اتر رہے ہیں اور کافروں کو قتل کر

رہے ہیں اور ان کو قید کر رہے ہیں میں نے کہا اس آدمی کی حفاظت کا مستقل (غیبی) انتظام ہے۔ اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ چنانچہ شکست کھا کر ہم مکہ واپس آ گئے۔ پھر بعد میں قریش ایک ایک کر کے مسلمان ہوتے رہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر میں بھی موجود تھا اور صلح کرنے میں میں بھی بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور ان تمام باتوں سے اسلام کی ترقی ہوتی رہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اسی چیز کو وجود دیتے ہیں جسے وہ چاہتے ہیں۔ اس صلح نامہ کا آخری گواہ میں تھا۔ اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ قریش حضور ﷺ کو زبانی جمع خرچ سے واپس بھیج کر اگرچہ اس وقت خوش ہو رہے ہیں لیکن ان کو آئندہ حضور ﷺ کی طرف سے برے حالات ہی دیکھنے پڑیں گے اگلے سال جب حضور ﷺ عمرہ کی قضاء کرنے کے لیے مکہ تشریف لائے اور سارے قریش مکہ سے باہر چلے گئے تو میں اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور کچھ لوگ اس لئے مکہ میں ٹھہر گئے تا کہ وقت کے ختم ہونے پر ہم لوگ حضور ﷺ کو مکہ سے واپس جانے کو کہیں۔ چنانچہ جب تین دن گزر گئے تو میں نے اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جا کر کہا کہ شرط کے مطابق آپ کا وقت پورا ہو گیا ہے آپ ہمارے شہر سے چلے جائیں آپ نے فرمایا اے بلال (یہ اعلان کر دو کہ) جتنے مسلمان ہمارے ساتھ آئے ہیں وہ سورج ڈوبنے سے پہلے ہی مکہ سے نکل جائیں۔ حیاۃ الصحابۃ (۱/۲۴۳-۲۴۵)

حضرت ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

فتح مکہ کے کچھ دنوں پہلے آنحضرت ﷺ نے یمامہ کی طرف ایک مختصر سریہ جس میں چند سوار تھے بھیجا تھا، ان لوگوں نے لوٹتے وقت حضرت ثمامہ کو گرفتار کرلیا اور وہ لاکر مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیئے گئے آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس آکر پوچھا کیوں ثمامہ کیا ہوا؟ کہا محمد ﷺ بہت اچھا ہوا، اگر تم مجھ کو قتل کروگے تو ایک جاندار کو قتل کروگے اور اگر احسان کر کے چھوڑ دو گے تو ایک احسان شناس پر احسان کروگے، دوسرے دن پھر یہی سوال جواب ہوا، تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا تیسری مرتبہ سوال جواب کے بعد آنحضرت ﷺ نے انہیں رہا کردیا، ثمامہ پر اس رحم وکرم کا یہ اثر ہوا کہ رہائی پانے کے بعد اسلام کے اسیر ہوگئے، مسجد نبوی کے قریب ایک نخلستان میں گئے، نہا دھو کر مسجد میں آئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر آنحضرت ﷺ سے کہا خدا کی قسم آپ کی ذات آپ کے مذہب اور آپ کے شہر سے زیادہ روئے زمین پر مجھے کسی سے بغض نہیں تھا، لیکن اب آپ کی ذات آپ کے مذہب اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی ذات کوئی مذہب اور کوئی شہر محبوب نہیں ہے، میں عمرہ کا قصد کر رہا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا، اب کیا حکم ہوتا ہے؟ آپ نے بشارت دی اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ عمرہ کے لیے مکہ گئے، کسی نے پوچھا تم بے دین ہوگئے، کہا نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسلام لایا، یاد رکھو اب بغیر رسول اللہ ﷺ کے گیہوں کا ایک دانہ بھی یمامہ سے مکہ نہیں آسکتا۔

(رواہ البخاری فی کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامہ بن آثال)

حضرت جابر بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

اپنے اسلام کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کی رائے کو قبول کرتے جا رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ ہیں، میں نے آپ کے پاس جا کر کہا علیک السلام یارسول اللہ! یہ سلام سن کر آپ نے فرمایا علیک السلام مردوں کا سلام ہے، السلام علیک یارسول اللہ کہا کرو، اس تعلیم کے بعد انہوں نے کہا السلام علیک یارسول اللہ! آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا ہاں میں خدا کا رسول ہوں، میری دعا قبول ہوتی ہے، اگر میں تمہارے لئے دعا کروں تو قبول ہوگی، اگر تمہارے علاقہ میں قحط سالی ہو تو میری دعا سے تم سیراب ہو گے اور تمہارے لیے روئید ہوگی، اگر تم بے آب و گیاہ میدان میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے تو میری دعا سے تمہارے پاس واپس آجائے گی، یہ سن کر میں نے کہا یارسول اللہ! خدا نے آپ کو جو کچھ سکھایا ہے، وہ مجھے بھی سکھایئے، فرمایا ''نیکی کو حقیر نہ سمجھو، اگرچہ وہ اس قدر ہو کہ اپنے بھائی سے خندہ روئی سے گفتگو کر دیا اپنے ڈول سے کسی پیاسے کے برتن میں پانی ڈال دو، اگر کوئی شخص تمہارے راز سے واقف ہوا اور وہ تم کو کسی بات پر شرم دلائے، تم اس کے راز کا حوالہ دیکر اس کو شرم نہ دلاؤ، تا کہ اس کا وبال تمہارے اوپر نہ ہو، لٹکتے ہوئے ازار سے پرہیز کرو کیونکہ یہ غرور کی نشانی ہے اور غرور خدا کو ناپسند ہے، کسی کو گالی نہ دو، آپ کے ارشاد کے بعد سے انہوں نے کسی انسان بلکہ اونٹ اور بکری تک کو بھی گالی نہیں دی۔ الاستیعاب (۸۸/۱)

﴿حضرت جارود بن عمرو رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

جارود مذہباً عیسائی تھے، قبیلہ عبدقیس کے وفد کے ساتھ ۱۰ھ میں مدینہ آئے، آنحضرت ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انہوں نے کہا محمد میں ایک مذہب پر تھا، اب تمہارے مذہب کے لیے اپنا مذہب چھوڑنے والا ہوں کیا میرے تبدیل مذہب کے بعد تم میرے ضامن ہو گے؟ فرمایا ہاں میں ضامن ہوں، خدا نے تم کو تمہارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی، اس مختصر سوال و جواب کے بعد جارود اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، ان کے ساتھ ان کے اور ساتھی بھی مشرف باسلام ہوئے، آنحضرت ﷺ کو ان کے اسلام لانے پر بڑی مسرت ہوئی اور ان کی بڑی عزت و توقیر کی، قبول اسلام کے بعد وطن لوٹنے کے لئے آنحضرت ﷺ سے سواری مانگی، لیکن سواری کا انتظام نہ ہو سکا، جارود رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی کہ یارسول اللہ! راستہ میں ہم کو دوسروں کی بہت سی سواریاں ملیں گی، ان کو کام میں لانے کی اجازت ہے؟ فرمایا نہیں انہیں آگ سمجھو، غرض جارود رضی اللہ عنہ خلعت اسلام سے سرفراز ہونے کے بعد وطن واپس گئے۔

سیر الصحابۃ (۲۲/۷)، اسد الغابۃ (۳۶۱/۱)

حضرت حکم بن کیسان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

بدر سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ نے قریش کے کاروانِ تجارت کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لیے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک دستہ بھیجا تھا، کھجور کے ایک باغ کے پاس دونوں میں مڈبھیڑ ہوئی، حضرت حکم قریش کے قافلہ کے ساتھ تھے، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قیدی بنا کر لائے گئے، قریش نے ان کے چھڑانے کے لیے وفد بھیجا، لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قریش کے ہاتھوں میں اسیر تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ فدیہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور حکم سے فرمایا جب تک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ واپس نہ آئیں گے۔ اس وقت تک تم نہیں چھوٹ سکتے۔

اس گفتگو کے دوسرے دن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آ گئے، اب حضرت حکم کی رہائی میں کوئی رکاوٹ باقی نہ تھی، لیکن جب آزادی کا موقع آیا تو اسلام کی غلامی کا طوق گردن میں ڈال کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے۔

قبول اسلام کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہو گئے اور بیر معونہ کے معرکہ میں جام شہادت پیا۔ طبقات ابن سعد (۱۰۱/۴)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

اسید نام، ابو یحییٰ وابوعتیک کنیت، قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں۔

حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد (حضیر) قبیلہ اوس کے سردار تھے، ایام جاہلیت میں اوس وخزرج میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ حضیر ہی کے زیر قیادت ہوئیں، جنگ بعاث میں جو تمام لڑائیاں کا نچوڑ تھی، سپہ سالاری کا جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا۔

اس میں انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا، خزرج کی ریاست عمرو ابن نعمان رجیلہ کے سپرد تھی وہ نہایت تدبر سے فوجوں کو لڑا رہا تھا اور اوسی شکست کھا رہے تھے یہ دیکھ کر حضیر خود مقابلہ کو آگے بڑھے اور عمرو مارا گیا اور اوس کو کامیابی نصیب ہوئی یہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا واقعہ ہے۔

اس کے تین سال بعد بیعت عقبہ ہوئی اور حضرت مصعب بن عمیر اشاعت اسلام کے لئے مدینہ تشریف لائے حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنوعبدالاشہل اور بنوظفر کے محلوں میں گئے۔ حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت اسعد حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنوظفر کے باغ میں مرق نامی کنویں پر لے گئے۔ یہ دونوں حضرات باغ میں جا کر بیٹھ گئے اور سارے مسلمان مردان کے پاس جمع ہو گئے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر دونوں اس وقت اپنی قوم بنوعبدالاشہل کے سردار تھے اور دونوں مشرک تھے اور اپنی قوم کے مذہب پر قائم تھے۔ ان دونوں نے جب حضرت مصعب اور حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے باغ میں مجلس لگانے کی خبر سنی تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تیرا باپ نہ رہے۔ تم ان دونوں آدمیوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہمارے محلوں میں آ کر ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانا شروع کر دیا ہے۔ انہیں ڈانٹو اور انہیں ہمارے محلوں میں آنے سے روک دو۔ اگر اسعد بن زرارہ کا مجھ

سے قریبی رشتہ نہ ہوتا جیسے کہ تمہیں معلوم ہے تو یہ کام میں خود ہی کر لیتا تمہیں نہ بھیجتا وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے۔ ان کے پاس جانے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت اسید بن حضیر اپنا نیزہ لے کر ان دونوں کے پاس گئے۔ جب حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اسید بن حضیر کو آتے دیکھا تو انہوں نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اور تمہارے پاس آرہا ہے۔ تم ان کے ساتھ اخلاص سے بات کرو اور جتنا زور لگا سکتے ہو لگا دو۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ بیٹھ گئے تو میں ان سے بات کروں گا۔ چنانچہ حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہو کر ان دونوں کو گالیاں دینے لگ گئے۔ اور یوں کہا کہ تم ہمارے پاس کس لئے آتے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہو۔ اگر تم دونوں کو جان پیاری ہے تو ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔ ان سے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا بیٹھ جاؤ کچھ ہماری بھی سن لو۔ اگر ہماری بات تمہیں پسند آجائے تو تم مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات سے رک جائیں گے۔ حضرت اسید نے کہا تم نے انصاف کی بات کہی ہے۔ چنانچہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے قرآن سنتے ہی ان کے چہرے کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا تھا کہ یہ اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ دین اسلام کتنا اچھا اور کتنا خوبصورت ہے۔ جب تم اس دین میں شامل ہونا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ ان دونوں نے ان سے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کرو پھر کلمہ شہادت پڑھو اور پھر نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑے پاک کئے اور کلمہ شہادت پڑھا اور پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر ان دونوں سے کہا کہ میرے پیچھے ایک اور آدمی ہے اگر اس نے تم دونوں کی بات مان لی تو ان کی قوم کا کوئی آدمی پیچھے نہیں رہے گا اور میں اسے ابھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور وہ سعد بن معاذ ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنا نیزہ لے کر حضرت سعد اور ان کی قوم پاس واپس گئے وہ لوگ اپنی

مجلس میں بیٹھے تھے۔ جب حضرت سعد بن معاذ نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت اسید کے چہرے کو پہلے کی نسبت بدلا ہوا پاتا ہوں۔ (کیونکہ اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے) جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ مجلس میں جا کھڑے ہوئے تو ان سے حضرت سعد نے پوچھا کیا کر کے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے ان دونوں سے بات کی ہے خدا کی قسم! مجھے ان دونوں سے کوئی خطرہ نہیں آیا اور میں نے ان دونوں کو روک دیا ہے۔ انہوں نے کہا جیسا آپ کہیں گے ہم ویسا ہی کریں گے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنوحارثہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے گئے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔ اس طرح وہ تمہاری توہین کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر سعد بن معاذ آگ بگولہ ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی سے چلے انہیں ڈر تھا کہ بنوحارث کہیں کچھ کر نہ گزریں اور نیزہ ہاتھ میں لے کر چل پڑے اور یوں کہا ارے تم نے کچھ بھی نہ کیا۔

حضرت اسعد نے جب وہاں جا کر دیکھا کہ دونوں حضرات اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں تو سمجھ گئے کہ حضرت اسید نے یہ بات اس لئے کہی کہ میں بھی ان دونوں کی باتیں سن لوں۔ انہوں نے بھی ان دونوں کو کھڑے ہو کر گالیاں دینا شروع کر دیں اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو کہا ''اللہ کی قسم! اے ابوامامہ! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اس طرح کرنے کا سوچ بھی نہ سکتے۔ تم ہمارے محلہ میں وہ چیز لانا چاہتے ہو جسے ہم برا سمجھتے ہیں'' ان کو آتا دیکھ کر حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تھا کہ آپ کے پاس ایک ایسا بڑا آدمی آرہا ہے جس کے پیچھے ایسی ماننے والی قوم ہے کہ اگر انہوں نے آپ کا کہا مان لیا تو ان کی قوم میں سے دو آدمی بھی آپ کا کہا ماننے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا ذرا بیٹھ جاؤ کچھ ہماری بھی تو سن لو۔ اگر ہماری بات پسند آجائے اور دل چاہے تو مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات کو چھوڑ دیں گے۔ حضرت سعد نے کہا آپ نے انصاف کی بات کہی ہے۔ پھر نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان پر اسلام پیش کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ انہوں نے سورۃ زخرف کی شروع کی آیتیں سنائی تھیں۔ یہ دونوں حضرات بیان فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے ہی قرآن سنتے ہی ان کے چہرہ کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہوگیا کہ یہ اسلام قبول کرلیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں حضرات سے پوچھا کہ جب تم مسلمان ہوکر اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا غسل کرکے پاک ہوجاؤ اور اپنے دونوں کپڑے پاک کرلو اور کلمہ شہادت پڑھو پھر دو رکعت نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہوکر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا نیزہ لے کر اپنی قوم کی مجلس کی طرف واپس گئے۔ اور ان کے ساتھ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ان کو ان کی قوم نے آتے دیکھا تو انہوں نے کہا ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ واپسی میں حضرت سعد کا چہرہ بدلا ہوا ہے (اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے) انہوں نے اپنی قوم کے پاس کھڑے ہوکر کہا اے بنو عبدالاشہل! تم مجھے اپنے میں کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سے سب سے اچھی طبیعت کے مالک ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ گے۔

راوی کہتے ہیں کہ شام تک بنو عبدالاشہل کے تمام مرد وعورت مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر آگئے اور ان کے ہاں ٹھہر کر اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انصار کے ہر محلّہ میں کچھ نہ کچھ مرد اور عورت ضرور مسلمان ہوگئے لیکن بنو امیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف کے محلوں میں کوئی مسلمان نہ ہوا۔ یہ اوس قبیلہ کے مختلف خاندان ہیں۔ البدایۃ والنھایۃ (۱۵۲/۳)

یہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا واقعہ ہے، بیعت عقبہ میں خود شریک ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان کو عبدالاشہل کا نقیب تجویز کیا۔ سیر الصحابۃ (۲۰۴/۴)

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

اسعد نام، ابو امامہ کنیت، خیر لقب، قبیلہ خزرج سے تھے اور بخارا کے خاندان سے وابستہ تھے۔ بعثت نبوی سے قبل اگر چہ جزیرہ عرب پورا خطہ کفر وظلمت کا نشیمن تھا، تاہم چند نفوس اپنی فطرت سلیمہ کے تقاضے سے توحید کے قائل ہو گئے تھے، حضرت اسعد رضی اللہ عنہ بن زرارہ رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں تھے۔ طبقات ابن سعد (۱۳۶/۱)

اسی زمانہ میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ اور ذکوان بن عبد قیس نے جو عتبہ بن ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے، ان سے آنحضرت ﷺ کے حالات بیان کئے۔

انہیں سن کر ذکوان نے اسعد رضی اللہ عنہ سے کہا تم کو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے اب اس کو اختیار کر لو، چنانچہ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ اٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور توحید کے بعد رسالت کا بھی اقرار کیا۔ اسد الغابۃ (۷/۱)

مکہ سے ایمان واسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے وہ مدینہ آ کر ظاہر ہوا چنانچہ اسلام کی تبلیغ شروع کی۔

سب سے پہلے ابو الہیثم سے ملے اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا، ابو الہیثم بولے کہ تمہارے ساتھ میں بھی آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہوں اس بنا پر انصار میں جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے وہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ عقبہ اولیٰ میں ۶ آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے، بہر حال عقبہ اولیٰ کے دوسرے سال ۱۲ آدمیوں کے ساتھ مکہ آئے اور تیسرے سال عقبہ کبیرہ کی بیعت میں شرکت کی۔ مورخین کا خیال یہ ہے کہ اسعد رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا، اس بیعت میں آنحضرت ﷺ نے ان کو بنو نجار کا نقیب تجویز فرمایا، حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نقیبوں میں سن وصال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے۔

لیکن اس صغرسنی کے باوجود جوش ایمان شباب پر تھا، حرہ بنی بیاضہ میں باجماعت نماز کا انتظام کیا، اور چالیس آدمیوں کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا۔ اسد الغابۃ (۷۱/۱)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو اصحاب عقبہ میں تھے۔ جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھوں سے بڑی تھی سچ ہے:

"من سن سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها الى يوم القيامة"

''جس نے کسی اچھے کام کی بنیاد رکھی اس کو بھی اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو اس پر عمل کرے گا اس کا بھی اجر ملے گا''

اسی زمانہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو داعی اسلام بنا کر مدینہ روانہ فرمایا تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے گھر میں مہمان ٹھہرایا۔

طبقات ابن سعد (۴۸۳/۳)، سیر الصحابۃ (۲۲۱/۴)

﴿حضرت ابوقیس صرمہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

صرمہ نام، ابوقیس کنیت، اسلام سے پہلے حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ میں چند ایسی باتیں تھیں جنہوں نے ان کو پوری قوم میں معزز بنا دیا تھا، دنیا ترک کی، زاہد بنے، ٹاٹ پہنا، بت پرستی چھوڑی اور جنابت سے غسل کیا ان شریف خصلتوں کے بعد نصرانیت کا خیال ہوا، لیکن فطرت نے خلیل بت شکن کے آستانہ پر پہنچایا اور دین حنفی میں داخل ہو گئے، اسلام سے قبل ایک عبادت گاہ بھی بنائی اور فرماتے تھے:

اعبد رب ابراهیم! میں ابراہیم کے خدا کی پرستش کرتا ہوں۔ الاصابۃ (۲۴۲/۳)

اس معبد میں ناپاک مرد اور عورت کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ خود بھی ایسے گھروں میں جہاں جب اور حائضہ عورت ہو نہیں جاتے تھے۔ عالم پیری تھا کہ سرزمین یثرب میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا۔ آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے۔ انہوں نے نہایت جوش سے خیر مقدم کیا اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے اس فرحت وانبساط کے موقع پر انہوں نے جو کچھ اشعار لکھے تھے وہ درج ذیل ہیں:

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة	یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا
و یعرض فی اهل المواسم نفسه	فلم یلق من یؤمن ولم یردا عیا
فلما أتانا و اطمانت به النوی	واصبح مسرور ابطیبة راضیا
و اصبح لا یخشی عداوة واحد	قریبا ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا له الا موال من جل مالنا	وانفسنا غدالو غی و التآسیا
اقول اذا صلیت فی کل بیعة	خانیك لا تظهر علیٰ الا عادیا

غزوات کی شرکت سے ضعف پیری مانع رہا۔ سیر الصحابۃ (۲۲۴/۴)

﴿حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت وابصہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ منی میں جمرہ اولیٰ جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ ہمارے پاس ہماری قیام گاہ میں تشریف لائے اور آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں دعوت دی جسے ہم نے اللہ کی قسم قبول نہ کیا اور یہ ہم نے اچھا نہیں کیا اور ہم نے اسی موسم حج میں آپ کے اور آپ کی دعوت کے بارے میں سن رکھا تھا۔ آپ نے ہمارے پاس کھڑے ہو کر دعوت دی جسے ہم نے قبول نہیں کیا۔ حضرت میسرہ بن مسوق عبسی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ کہنے لگے "میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس آدمی کو سچا مان لیں اور اسے اپنے ساتھ اپنے علاقہ میں لے جا کر اپنے بیچ ٹھہرا لیں تو یہ بہت اچھی رائے ہوگی" قوم نے میسرہ رضی اللہ عنہ سے کہا ان باتوں کو چھوڑ و! ایسی بات ہم پر کیوں پیش کرتے ہو جس کے برداشت کی ہم میں طاقت نہیں۔ میسرہ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر حضور ﷺ کو میسرہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی کچھ امید ہوگئی اور آپ نے میسرہ رضی اللہ عنہ سے مزید بات کی۔ میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کا کلام بہت ہی خوبصورت اور بہت نورانی ہے۔ لیکن میری قوم میری مخالفت کر رہی ہے اور آدمی تو اپنی قوم کے ساتھ ہی چلا کرتا ہے۔ جب آدمی کی قوم ہی آدمی کی مدد نہ کرے تو دشمن تو اور زیادہ دور ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ واپس تشریف لے گئے اور وہ قوم اپنے علاقہ کو واپس جانے لگی تو ان سے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ فدک چلتے ہیں کیونکہ وہاں یہودی رہتے ہیں ان سے ہم اس آدمی کے بارے میں پوچھیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ یہودیوں کے پاس گئے۔ (اور ان سے حضور ﷺ کے بارے میں پوچھا) وہ اپنی ایک کتاب نکال کر لائے اور سامنے رکھ کر اس میں سے حضور ﷺ

کا ذکر مبارک پڑھنے لگے۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

''آپ ان پڑھ اور عربی نبی ہیں اونٹ پر سوار ہوا کریں گے، معمولی چیز یا ٹکڑے پر گزارہ کرلیں گے، ان کا قد نہ زیادہ لمبا ہوگا اور نہ چھوٹا اور ان کے بال نہ بالکل گھنگریالے ہوں گے نہ بالکل سیدھے۔ ان کی آنکھوں میں سرخ ڈورا ہوگا اور ان کا رنگ سفید سرخی مائل ہوگا''

اتنا پڑھنے کے بعد یہودیوں نے کہا جس آدمی نے تمہیں دعوت دی ہے اگر وہ ایسا ہی ہے تو تم اس کی دعوت قبول کرلو اور اس کے دین میں داخل ہو جاؤ کیونکہ ہم حسد کی وجہ سے ان کا اتباع نہیں کریں گے اور ہمارے ان سے زبردست معرکے ہوں گے۔ عرب کا رہنے والا ہر آدمی یا تو آپ کا اتباع کرے گا یا آپ سے لڑے گا۔ لہٰذا تم ان کا اتباع کرنے والوں میں سے بن جاؤ۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اے میری قوم! اب تو بات بالکل واضح ہوگئی'' قوم نے کہا اگلے سال حج پر جا کر ان سے ملیں گے۔ چنانچہ وہ سب اپنے علاقہ کو واپس چلے گئے۔ ان کے سرداروں نے ان کو اس سے روک دیا اور ان میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کا اتباع نہ کرسکا۔ جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے اور حجۃ الوداع میں تشریف لے گئے تو وہاں حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! جس دن آپ ہمارے ہاں اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اسی دن سے میرے دل میں آپ کے اتباع کی بڑی آرزو ہے۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کو میرا اتنی دیر سے مسلمان ہونا ہی منظور تھا۔ اس موقع پر جتنے لوگ میرے ساتھ تھے ان میں سے اکثر مر گئے ہیں۔ اے اللہ کے نبی! اب وہ کہاں ہوں گے؟ حضور نے فرمایا ''جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرا ہے وہ اب دوزخ میں ہے'' حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''الحمد للہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بچا لیا'' حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے اور اچھے مسلمان بن کر زندگی گزار دی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ تھا۔

(دلائل النبوۃ، ص: ۱۰۲، البدایۃ والنھایۃ (۱۴۵/۳))

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اس وقت میں شام میں تھا، میں اپنی کسی ضرورت سے سفر میں نکلا تو مجھے راستہ میں رات آگئی۔ میں نے کہا میں آج رات اس وادی کے بڑے سردار (جن) کی پناہ میں ہوں (زمانہ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ ہر جنگل اور ہر وادی پر کسی جن کی حکومت ہوتی ہے) جب میں بستر پر لیٹا تو ایک منادی نے آواز لگائی۔ وہ مجھے نظر نہیں آرہا تھا اس نے کہا تم اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ جنات اللہ کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا ان پڑھوں میں اللہ کی طرف سے آنے والے رسول ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہم نے مکہ میں حجون مقام پر ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے، ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم نے ان کا اتباع اختیار کرلیا ہے اور اب جنات کے مکروفریب ختم ہو گئے ہیں اب وہ آسمان پر جانا چاہتے ہیں تو ان کو ستارے مارے جاتے ہیں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ جو رب العالمین کے رسول ہیں اور مسلمان ہو جاؤ۔

حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں صبح کو ''دَیرایوب'' بستی میں گیا اور وہاں ایک پادری کو سارا قصہ سنا کر اس سے اس کے بارے میں پوچھا، اس نے کہا جنات نے تم سے سچ کہا ہے وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوں گے اور ہجرت کر کے حرم (مدینہ) جائیں گے۔ وہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں کوئی اور تم سے پہلے ان تک نہ پہنچ جائے، اس لئے جلدی جاؤ۔

حضرت تمیم کہتے ہیں میں ہمت کر کے چل پڑا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

البدایۃ والنھایۃ (۲/۳۵۰)

﴿حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

عمرو نام، اصیرم لقب، قبیلہ اوس سے ہیں والدہ کا نام لیلیٰ بنت یمان تھا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی کی ہمشیرہ تھیں، ابتداءً اسلام سے برگشتہ تھے ان کے قبیلے کے تمام زن و مرد حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کے اشارہ سے مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ اپنے اسی قدیم مذہب پر قائم تھے۔

لیکن غزوہ احد میں جب آنحضرت ﷺ نے میدان کی تیاریاں کیں تو ان کے دل میں یکا یک حق و صداقت کا جوش پیدا ہوا۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ ایام جاہلیت میں ان کا سودی لین دین تھا اور قرضداروں کے ذمہ قرض بہت باقی تھا، یہ اپنا روپیہ وصول کر کے مسلمان ہونا چاہتے تھے کیونکہ اسلام میں سود کی ممانعت تھی، احد کے موقع پر غالباً روپیہ وصول ہو چکا تھا اس لئے مسلمان ہونے کا عزم بالجزم کر لیا۔

احد کی روانگی کے وقت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے جن میں اصیرم کے خاندان عبدالاشہل کے لوگ بھی تھے، اصیرم اپنے محلہ میں ہر طرف سناٹا دیکھ کر گھر آئے پوچھا میرے خاندان کے لوگ کہاں گئے؟ جواب ملا ''احد''

گو اس وقت تک انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، تاہم زرہ اور خود پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف روانہ ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر پوچھا، لڑوں یا مسلمان ہوں؟ ارشاد ہوا دونوں کام کرو، پہلے مسلمان ہو، پھر لڑائی میں شرکت کرو، عرض کی یا رسول اللہ! میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی، ایسی صورت میں اگر مر گیا تو کیا میرے لئے بہتر ہو گا فرمایا ہاں! چنانچہ

کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

تلوار لیکر میدان کی طرف روانہ ہوئے مسلمانوں کو اس کا بالکل علم نہ تھا، ان کو دیکھ کر کہا تم یہاں سے واپس جاؤ، جواب دیا کہ میں بھی مسلمان ہوں، لڑائی شروع ہوئی تو نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور کفار کی صف میں کھڑے بہت سے زخم کھائے، زخم اتنے کاری تھے کہ اٹھنے کی بھی تاب نہ تھی، قبیلہ عبدالاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ اصیرم رضی اللہ عنہ بھی مردوں میں پڑے ہیں۔ ابھی تک کچھ کچھ سانس آ رہی تھی، پوچھا تم کہاں؟ شاید قومی حمیت یہاں کھینچ لائی، بولے نہیں، میں مسلمان ہو کر خدا اور رسول کی طرف سے شریک ہوا۔ میدان سے اٹھا کر گھر لائے گئے، تمام خاندان میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ قبیلہ اشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے سنا تو ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی بہن سے واقعہ دریافت کیا، ابھی یہ مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی۔

آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا:

عملاً قليلاً اجراً كثيراً۔

"اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا"

بعض روایتوں میں ہے کہ:

انه لمن اهل الجنة۔

"وہ یقیناً جنتی ہیں"

چونکہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب تھا، اس لئے لوگوں نے اس کے یاد رکھنے میں خاص اہتمام کیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں سے دریافت فرماتے کہ کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت میں بھی نماز نہ پڑھی ہو اور سیدھا جنت میں داخل ہو گیا ہو، جب لوگ جواب نہ دیتے تو فرماتے:

"اصیرم عبدالاشہل" سیر الصحابۃ (۲۲۹/۴۔۲۳۰)

حضرت جبار بن سلمی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ان کے ماموں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو بیر معونہ کے دن نیزہ مارا گیا تو وہ اپنا خون لے کر اپنے منہ اور سر پر ڈالنے لگے پھر فرمایا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ جس آدمی نے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا تھا وہ جبار بن سلمی کلابی ہیں۔ جب جبار نے پوچھا کہ (حضرت حرام رضی اللہ عنہ تو قتل ہو رہے ہیں اور کہہ رہے کہ) میں کامیاب ہو گیا، اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ جنت ملنے کی کامیابی ہے۔ پھر جبار نے کہا اللہ کی قسم! حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا اور یہ جبار اسی وجہ سے اس کے بعد مسلمان ہو گئے۔

حیاۃ الصحابہ (۶۹۶/۱)

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

﴿حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام﴾

حضرت عبداللہ بن عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے۔ ان دونوں نے ان سے پناہ مانگی اور یوں کہا ہم تمہاری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں کو پناہ دے دی پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں آئے۔ ان کی نظر ان دونوں پر پڑی۔ وہ اپنی تلوار نکال کر ان پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹ پڑے تو حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ان دونوں کو بچانے کے لئے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں تمام لوگوں میں سے تم ہی میرے ساتھ ایسا کرنے لگے ہو۔ اگر تم نے مارنا ہی ہے تو پہلے مجھے مارو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رک گئے اور) ان کو یہ کہہ کر چلے گئے کہ تم مشرکوں کو پناہ دیتی ہو۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں جائے بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے کہ میرا بچنا مشکل ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے دو مشرک دیوروں کو پناہ دی تھی۔ وہ تو قتل کرنے کے لئے ان پر جھپٹ پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا جس کو تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دے دی جسے تم امن دیا اسے ہم نے بھی امن دے دیا حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واپس آ کر ان دونوں کو ساری بات بتائی۔ وہ دونوں اپنے گھروں کو چلے گئے۔ لوگوں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ تو زعفران والی چادریں پہنے ہوئے اپنی مجلس میں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تم لوگ ان کا کچھ نہیں کر سکتے ہو کیونکہ ہم ان کو امن دے چکے ہیں۔ حضرت حارث بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں بہت دیر سوچتا رہا کہ حضور نے مجھے مشرکین کی ہر لڑائی میں دیکھا ہے اب میں ان کی خدمت میں جاؤں گا تو ان کی نگاہ مجھ پر

پڑے گی تو اس سے مجھے بہت شرم آئے گی لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ آپ بہت نیک اور نہایت رحم دل ہیں۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑا۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ بہت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور رک گئے۔ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ آپ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تم کو ہدایت دی۔ تمہارے جیسے آدمی کو اسلام سے ناواقف نہیں رہنا چاہئے۔ حضرت حارث نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اسلام جیسے دین سے ناواقف نہیں رہنا چاہئے۔

المستدرک للحاکم (۲۷۷/۳)

حضرت نضیر بن حارث عبدری رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت محمد بن شرجیل عبدری کہتے ہیں کہ حضرت نضیر بن حارث رضی اللہ عنہ لوگوں میں بڑے عالم تھے اور کہا کرتے تھے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا اور محمد ﷺ کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا اور ہم اس دین پر نہیں مرے جس پر ہمارے آباؤ اجداد مرے۔ میں (حضور ﷺ کے خلاف) قریش کے ساتھ ہر راستے پر کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور آپؐ حنین تشریف لے گئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر حضور ﷺ کو شکست ہوئی تو ہم آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے لیکن یہ ہمارے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ جب آپ جعرانہ پہنچے تو میں اپنے اسی ارادہ پر تھا کہ اچانک حضور سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ بڑے خوش تھے۔ آپ نے فرمایا نضیر! میں نے کہا۔ جی حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے غزوہ حنین کے دن جو کچھ کرنے کا سوچا تھا یہ اس سے بہتر ہے۔ میں لپک کر آپ کے ذرا اور قریب ہوا۔ آپ نے فرمایا اب تمہارے لئے اس بات کا وقت آ گیا ہے کہ تم اپنے دین کے بارے میں غور کرو۔ میں نے کہا میں اس بارے میں پہلے سے سوچ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! اس کو ثابت قدمی میں ترقی نصیب فرما (حضور ﷺ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا) کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! دین پر پختگی میں اور حق کی مدد کرنے میں میرا دل پتھر کی طرح مضبوط ہو گیا پھر میں اپنے گھر واپس آیا تو وہاں اچانک میرے پاس بنو وائل کا ایک آدمی آ کر کہنے لگا اے ابوالحارث! حضور ﷺ نے تمہیں سو اونٹ دینے کا حکم دیا ہے۔ مجھے ان میں سے کچھ اونٹ دے دو۔ کیونکہ مجھ پر بہت زیادہ قرضہ ہے پہلے تو میرا ارادہ ہوا کہ یہ اونٹ نہ لوں اور میں نے کہا کہ حضور ﷺ صرف میری تالیف قلب کے لئے دے رہے ہیں۔ میں اسلام کے لئے رشوت لینا نہیں چاہتا ہوں۔ پھر میں نے سوچا کہ نہ تو ان اونٹوں کی میرے دل میں طلب تھی اور نہ میں نے (حضور ﷺ سے) مانگے (حضور ﷺ خود ہی دے

رہے ہیں) اس لئے میں نے وہ اونٹ لے لئے اور ان میں سے وائلی کو دس اونٹ دے دیئے۔
الاصابۃ (۵۵۸/۳)

دوڈاکوؤں کا قبول اسلام

ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ رہبر بن کر حضور ﷺ کو رکوبہ گھاٹی کے راستے سے لے کر گئے تھے۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان فرمایا کہ حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک شیر خوار بیٹی ہمارے ہاں بسلسلہ رضاعت رہتی تھی اور حضور ﷺ چاہتے تھے کہ مدینہ کا سفر چھوٹے راستے سے کریں تو ان سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ رکوبہ گھاٹی کے نیچے سے جو راستہ جاتا ہے وہ زیادہ قریب ہے لیکن وہاں قبیلہ اسلم کے دوڈاکو رہتے ہیں جن کو "مہانان" کہا جاتا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو ان کے پاس سے گزرنے والے راستہ سے سفر کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ڈاکوؤں والے راستے سے ہمیں لے چلو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس راستے سے چلے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان میں ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا "لو یہ یمانی آ گیا" حضور ﷺ نے ان دونوں کو دعوت دی اور ان پر اسلام کو پیش فرمایا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ آپؐ نے ان کے نام پوچھے انہوں نے کہا ہم "مہانان" ہیں (یعنی دو گرے پڑے دو آدمی) آپ نے فرمایا نہیں تم دونوں "مکرمان" ہو (یعنی قابل اکرام) پھر آپ نے انہیں اپنے پاس مدینہ آنے کا حکم دیا۔

(مسند احمد ۷۴/۴)

﴿ایک دیہاتی کا قبول اسلام﴾

حضرت عمر ﷜ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ سامنے سے ایک دیہاتی آیا۔ جب وہ حضور ﷺ کے قریب پہنچا تو اس سے حضور ﷺ نے پوچھا ''کہاں کا ارادہ ہے؟''

اس نے کہا ''اپنے گھر جارہا ہوں''

آپ نے فرمایا ''کیا تم کوئی بھلی بات لینا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا ''وہ بھلی بات کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا ''تم کلمہ شہادت پڑھ لو''

اس نے کہا ''جو بات آپ کہہ رہے ہیں کیا اس پر کوئی گواہ ہے؟''

آپ نے فرمایا ''یہ درخت گواہ ہے''

چنانچہ حضور ﷺ نے اس درخت کو بلایا اور وہ درخت وادی کے کنارے پر تھا۔ وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے تین مرتبہ گواہی طلب فرمائی اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضور ﷺ جیسے فرمارہے ہیں بات ویسے ہی ہے۔ پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ وہ دیہاتی اپنی قوم کے پاس واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے اس نے حضور ﷺ سے یہ عرض کیا کہ اگر میری قوم والوں نے آپ کی بات مان لی تو میں ان سب کو آپ کے پاس لے آؤں گا ورنہ میں خود آپ کے پاس واپس آجاؤں گا۔ اور آپ کے ساتھ رہا کروں گا۔

البدایۃ والنھایۃ (۶/۱۲۵)

﴿کچھ غیر معروف صحابہ کا قبول اسلام﴾

ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ایک آدمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (یا حضرت ابوتمیمہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں موجود تھا وہاں ایک آدمی آیا) اور اس آدمی نے پوچھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یا یہ پوچھا کہ آپ محمد (ﷺ) ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کہ آپ کس کو پکارتے ہیں؟ حضور ﷺ فرمایا:

''اکیلے اللہ عزوجل کو پکارتا ہوں جس کی صفت یہ ہے کہ جب تم کو کوئی نقصان پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے نقصان کو دور کردے اور جب تم پر قحط سالی آجائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے لئے غلہ اگا دے اور جب تم چٹیل میدان میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں واپس کردے''۔

یہ بات سن کر وہ آدمی فوراً مسلمان ہوگیا۔ پھر اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کسی چیز کو کبھی گالی نہ دینا۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصیت فرمانے کے بعد میں نے آج تک کبھی کسی اونٹ یا کسی بکری کو بھی گالی نہیں دی۔ (حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۱۰))

قبیلہ بلعدویہ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا نے اپنے اسلام لانے کا قصہ اس طرح سے سنایا کہ میں مدینہ کے ارادہ سے چلا، ایک وادی کے پاس میں نے پڑاؤ ڈالا، میں نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں بکری کا سودا کر رہے ہیں اور خریدار بیچنے والے سے کہہ رہا ہے کہ مجھ سے خرید وفروخت میں اچھا معاملہ کرو۔ میں نے دل میں کہا کیا یہ وہی ہاشمی ہے جس نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے؟ اتنے میں ایک اور آدمی آتا ہوا نظر آیا۔ جس کا جسم بہت

خوبصورت اور پیشانی کشادہ اور ناک پتلی اور بھنویں باریک تھیں اور سینے کے اوپر والے حصے سے ناف تک کالے دھاگے کی طرح سے کالے بالوں کی ایک لکیر تھی اور وہ دو پرانی چادروں میں تھے۔ ہمارے قریب آ کر انہوں نے السلام علیکم کہا۔ ہم نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ ان کے آتے ہی خریدار نے پکار کر کہا یا رسول اللہؐ! آپ اس بکری والے سے فرما دیں کہ وہ مجھ سے معاملہ اچھی طرح کرے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا تم لوگ اپنے مالوں کے خود مالک ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح حاضری دوں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے اپنے مال، جان یا عزت کے بارے میں کسی قسم کے ناحق ظلم کا مطالبہ نہ کر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو خریدنے اور بیچنے میں، لینے اور دینے میں نرمی کا معاملہ کرے اور قرض کی ادائیگی اور قرض کے مطالبے میں نرمی کرے۔ پھر وہ آدمی چلا گیا۔ میں نے دل میں کہا اللہ کی قسم میں اس آدمی کے حالات اچھی طرح معلوم کروں گا کیونکہ اس کی باتیں اچھی ہیں۔ میں آپ کے پیچھے ہولیا اور میں نے آواز دی اے محمدؐ! آپ میری طرف پوری طرح مڑ کر متوجہ ہوئے اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا" آپ وہی ہیں جس نے (نعوذ باللہ) لوگوں کو گمراہ کیا اور انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے آباؤ اجداد جن خداؤں کی عبادت کرتے تھے ان سے روک دیا"

آپ نے فرمایا" یہ سارے کام تو اللہ نے کیے ہیں"

میں نے کہا" آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟"

آپ نے فرمایا" میں اللہ کے بندوں کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں"

میں نے کہا" آپ اس دعوت میں کیا کہتے ہیں؟"

آپ نے فرمایا" تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمد اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے جو کچھ مجھ پر نازل فرمایا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ لات اور عزیٰ کا انکار کرو۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو"

میں نے کہا" زکوٰۃ کیا چیز ہے؟"

آپ نے فرمایا" ہمارے مالدار اپنے مال میں سے کچھ ہمارے غریبوں کو دیں"

میں نے کہا'' آپ جن چیزوں کی دعوت دیتے ہیں وہ تو بہت اچھی ہیں''

راوی کا بیان ہے کہ میرے دادا کہتے ہیں کہ اس ملاقات اور گفتگو سے پہلے میرے دل کی یہ حالت تھی کہ روئے زمین کا کوئی انسان مجھے آپ سے زیادہ مبغوض نہیں تھا لیکن اس گفتگو کے بعد میرے دل کی یہ حالت ہوگئی کہ آپ مجھے اپنی اولاد اور والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوگئے اور ایک دم میری زبان سے نکلا کہ میں پہچان گیا۔

آپ نے فرمایا'' تم پہچان گئے؟''

میں نے کہا'' جی ہاں''

آپ نے فرمایا'' تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمد اللہ کا رسول ہوں اور جو کچھ اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے اس پر ایمان لاتے ہو''

میں نے کہا'' جی ہاں ! یا رسول اللہ ! میرا خیال یہ ہے کہ فلاں چشمے پر جاؤں جس پر بہت سے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں اور جن باتوں کی آپ نے مجھے دعوت دی ہے میں جا کر ان کو ان باتوں کی دعوت دوں مجھے امید ہے وہ سب آپ کا اتباع کر لیں گے''۔

آپ نے فرمایا'' ہاں جاؤ! ان کو دعوت دو (چنانچہ انہوں نے وہاں جا کر سب کو دعوت دی) اور اس چشمہ والے تمام مرد اور عورت مسلمان ہوگئے۔ (خوش ہو کر) حضور ﷺ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا۔ (حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۰۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ بنو نجار کے ایک آدمی کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا اے ماموں جان ! آپ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ پڑھ لیں۔ انہوں نے کہا میں ماموں ہوں یا چچا! آپ نے فرمایا آپ چچا نہیں ماموں ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ انہوں نے کہا کیا یہ میرے لئے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

(حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۰۹)

﴿ایک یہودی لڑکے کا قبول اسلام﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا۔ آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے پھر اس سے فرمایا مسلمان ہو جاؤ۔ اس کا باپ بھی وہیں پاس تھا وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا۔ باپ نے کہا ابوالقاسم (یعنی حضور ﷺ) کی مان لو۔ وہ مسلمان ہوگیا۔ آپ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے دوزخ کی آگ سے بچایا“

جمع الفوائد (۱۲۴/۱)

باب ۲

صحابیات (رضی اللہ عنہن اجمعین)
کا قبول اسلام

(دور نبوی ﷺ کی ان خوش نصیب خواتین کا تذکرہ جنہیں
قبول اسلام کی سعادت ملی اور وہ تمام امت کی عورتوں میں
سب سے افضل قرار پائیں)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبول اسلام

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دولت وثروت اور شریفانہ اخلاق نے تمام قریش کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اور ہر شخص ان سے نکاح کا خواہاں تھا، لیکن کارکنان قضا وقدر کی نگاہ انتخاب کسی اور پر پڑ چکی تھی، آنحضرت ﷺ مال تجارت لے کر شام سے واپس آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کا پیغام بھیجا، نفیسہ بنت امیہ (یعلیٰ بن امیہ کی ہمشیر) اس خدمت پر مقرر ہوئی، آپؐ نے منظور فرمایا اور شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اگرچہ وفات پاچکے تھے تاہم ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے، عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کرسکتی تھیں، اسی بنا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چچا کے ہوتے ہوئے خود براہ راست تمام مراتب طے کئے۔

تاریخ معین پر ابوطالب اور تمام رؤسائے خاندان جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر آئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے خاندان کے چند بزرگوں کو جمع کیا تھا، ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ سو طلائی درہم مہر قرار پایا اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طاہرہ حرم نبوت ہو کر ام المومنین کے شرف سے ممتاز ہوئیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس برس کی تھی یہ بعثت سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے۔ الاصابۃ (۶۰/۸)

پندرہ برس کے بعد جب آنحضرت ﷺ پیغمبر ہوئے اور فرائض نبوت کو ادا کرنا چاہا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ پیغام سنایا وہ سننے سے پہلے مومن تھیں، کیونکہ ان سے زیادہ آپؐ کے صدق دعویٰ کا کوئی شخص فیصلہ نہیں کرسکتا تھا، صحیح بخاری باب بدء الوحی میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی ابتدا رویائے صادقہ سے ہوئی، آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہو جاتا تھا، اس کے

بعد آپ خلوت گزیں ہو گئے، چنانچہ کھانے پینے کا سامان لیکر غار حرا تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت کرتے تھے جب سامان ختم ہو چکتا تو پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے یہاں تک کہ ایک دن فرشتہ غیب سے نظر آیا کہ آپ سے کہہ رہا ہے پڑھ آپ نے فرمایا میں پڑھا لکھا نہیں پھر اس نے دوبارہ زور سے دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ پھر آپ نے کہا میں پڑھا لکھا نہیں اسی طرح تیسری مرتبہ دبا کر کہا پڑھ اس خدا کا نام لے کر جس نے کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ تیرا خدا کریم ہے آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے تو جلال الٰہی سے لبریز تھے آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ، انہوں نے کپڑا اوڑھایا تو ہیبت کم ہوئی پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا "مجھ کو ڈر ہے" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ متردد نہ ہوں خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں اور فقیروں کے معاون رہتے ہیں، مہمان نوازی اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں پھر وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو مذہباً نصرانی تھے عبرانی زبان جانتے تھے اور عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے، اب وہ بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بھتیجے (آنحضرت ﷺ) کی باتیں سنو، بولے ابن الاخ تو نے کیا دیکھا؟ آنحضرت ﷺ نے واقعہ کی کیفیت بیان کی تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اترا تھا۔ کاش مجھ میں اس وقت قوت ہوتی اور زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو شہر بدر کرے گی، آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا ہاں جو کچھ آپ پر نازل ہوا جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اس کی ہو جاتی ہے اور اگر اس وقت تک میں زندہ رہا تو تمہاری وزنی مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہو گیا اور وحی کچھ دنوں کے لئے رک گئی۔ بخاری (۳،۲/۱)

اس وقت تک نماز پنجگانہ فرض نہ تھی آنحضرت ﷺ نوافل پڑھا کرتے تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ نوافل میں شرکت کرتی تھیں۔ ابن سعد کہتے ہیں:

آنحضرت ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک عرصہ تک خفیہ طور پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد (۱۰/۸)

عفیف کندی سامان خریدنے کے لئے مکہ آئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں فروکش ہوئے، صبح کے وقت ایک دن کعبہ کی طرف نظر تھی۔ دیکھا کہ ایک نوجوان آیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر قبلہ رخ کھڑا ہو گیا، پھر ایک لڑکا اس کے داہنی طرف آکر کھڑا ہوا، پھر ایک عورت دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی، نماز پڑھ کر یہ لوگ چلے گئے تو عفیف نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کیا کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہاں کیا جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد ہے، یہ دوسرا بھتیجا علی ہے، اور یہ محمد کی بیوی (خدیجہ رضی اللہ عنہا) ہے، میرے بھتیجے کا خیال ہے اس کا مذہب پروردگار عالم کا مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے حکم سے کرتا ہے، دنیا میں جہاں تک مجھ کو علم ہے اس خیال کے صرف یہی تین شخص ہیں۔ طبقات ابن سعد (۱۰/۸،۱۱)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے صرف نبوت کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ آغاز اسلام میں آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی معین و مددگار ثابت ہوئیں، آنحضرت ﷺ کو جو چند سال تک کفار مکہ اذیت دیتے ہوئے ہچکچاتے تھے، اس میں بڑی حد تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اثر کام کر رہا تھا، اوپر گذر چکا ہے کہ آغاز نبوت میں جب آنحضرت ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "مجھ کو ڈر ہے" تو انہوں نے کہا کہ "آپ متردد نہ ہوں، خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا" دعوت اسلام کے سلسلے میں جب مشرکین نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی اور تشفی دی، استیعاب میں ہے:

آنحضرت ﷺ کو مشرکین کی تردید یا تکذیب سے جو کچھ صدمہ پہنچتا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر دور ہو جاتا تھا کیونکہ وہ آپ کی باتوں کی تصدیق کرتی تھیں اور مشرکین کے معاملہ کو آپ کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتی تھیں۔

طبقات ابن سعد (۲/۴۰،۷)

۷ ؁ نبوی میں جب قریش نے اسلام کے تباہ کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خاندان کو ایک گھاٹی میں محصور کیا جائے، چنانچہ ابوطالب مجبور

ہو کر تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابو طالب میں پناہ گزین ہوئے۔ تین سال بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کئے یہ زمانہ ایسا سخت گذرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے تاہم اس زمانہ میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اثر سے کبھی کبھی کھانا پہنچ جاتا تھا، چنانچہ ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے، تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجے، راہ میں ابو جہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا، اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آ گیا، وہ اگرچہ کافر تھا، لیکن اس کو رحم آیا ابو جہل سے کہا ایک شخص اپنی پھوپھی کو کھانے کے لئے کچھ بھیجتا ہے تو کیوں روکتا ہے۔

سیرت ابن ہشام (۱۹۲/۱)

حضرت خدیجہ نکاح کے بعد ۲۵ برس تک زندہ رہیں اور ۱۱ رمضان ۱۰ھ نبوی (ہجرت سے تین سال قبل) انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ کی تھی، چونکہ نماز جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے ان کی لاش اسی طرح دفن کردی گئی۔

آنحضرت ﷺ خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی سب سے بڑی غمگسار کو داعی اجل کے سپرد کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر حجون میں ہے، اور زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تاریخ اسلام میں ایک جدید دور شروع ہوا، یہی زمانہ ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے، اور خود آنحضرت ﷺ اس سال کو عام الحزن (سال غم) فرمایا کرتے تھے کیونکہ ان کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کسی شخص کا پاس نہیں رہ گیا تھا، اور اب وہ نہایت بے رحمی اور بیباکی سے آنحضرت ﷺ کو ستاتے تھے، اسی زمانہ میں آپ اہل مکہ سے ناامید ہو کر طائف تشریف لے گئے تھے۔ سیر الصحابۃ (۱۲۷/۸)

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام

خباب کی بیٹی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔

یاسر ابو حذیفہ کے حلیف تھے، نکاح ہوا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اسد الغابۃ (۱۱۴/۸)

ایام پیری میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا یاسر رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ تینوں نے اس دعوت کو لبیک کہا، تاریخ میں ہے کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا اسلام قبول کرنے والوں میں ساتواں نمبر تھا۔ کچھ دن اطمینان سے گذرے تھے کہ قریش کا ظلم وستم شروع ہوگیا۔ اور بہ تدریج بڑھتا گیا۔ چنانچہ جو شخص جس مسلمان پر قابو پاتا طرح طرح کی دردناک تکلیفیں دیتا تھا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بھی خاندان مغیرہ نے شرک پر مجبور کر دیا لیکن وہ اپنے عقیدہ پر نہایت شدت سے قائم رہیں جس کا صلہ یہ ملا کہ مشرکین ان کو مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کرتے تھے، لیکن ان کے عزم واستقلال کے چھینٹوں کے سامنے یہ آتشں کدہ سرد پڑ جاتا تھا آنحضرت ﷺ ادھر سے گذرتے تو یہ حالت دیکھ کر فرماتے۔ آل یاسر! صبر کرو اس کے عوض تمہارے لئے جنت ہے۔

دن بھر اس مصیبت میں رہ کر شام کو نجات ملتی تھی ایک مرتبہ شب کو گھر آئیں تو ابو جہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اٹھ کر ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جان بحق تسلیم ہوگئیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ کی اس بے کسی پر سخت افسوس تھا آنحضرت ﷺ سے آ کر کہا کہ اب حد ہوگئی، آنحضرت ﷺ نے صبر کی تاکید فرمائی، اور کہا ''خداوند! آل یاسر رضی اللہ عنہ کو جہنم سے بچا'' یہ واقعہ ہجرت نبوی سے قبل کا ہے۔ اس بنا پر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا

اسلام میں سب سے پہلے شہید ہوئیں۔غزوہ بدر میں جب ابوجہل مارا گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''دیکھو تمہاری ماں کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کر دیا''

الاصابہ(۱۱۴/۸)

راہِ وفا میں اہل دل سوچ سمجھ کے آئے ہیں
داغ گنیں تو کیوں گنیں زخم کریں شمار کیا

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبول اسلام

آبائی سلسلہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سلمی بنت زید کی پوتی تھیں۔ سلمی عبدالمطلب جد رسول اللہ ﷺ کی والدہ تھیں اسی بناء پر ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی خالہ مشہور تھیں۔

مالک بن زفر سے نکاح ہوا۔

مدینہ میں اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں، مالک چونکہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتے تھے اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تبدیل مذہب پر اصرار کرتی تھیں اس لئے دونوں میں کشیدگی پیدا ہوئی اور مالک ناراض ہو کر شام چلے گئے۔ اور وہیں انتقال کیا۔ ابوطلحہ نے جو اسی قبیلہ سے تھے نکاح کا پیغام دیا۔ لیکن ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اب بھی وہی عذر تھا۔ یعنی ابو طلحہ مشرک تھے۔ اس لئے وہ ان سے نکاح نہیں کر سکتی تھیں۔

غرض ابوطلحہ نے کچھ دن غور کر کے اسلام کا اعلان کیا اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے آ کر کلمہ پڑھا، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح کر دو ساتھ ہی مہر معاف کر دیا اور کہا "میرا مہر اسلام ہے"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب و غریب مہر تھا۔

نکاح کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت عقبہ میں شرکت کی اور چند ماہ کے بعد جناب رسالت مآب ﷺ مدینہ تشریف لائے، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے صاحبزادے (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لے کر خدمت میں آئیں اور کہا "انس کو آپ کی خدمت کے لیے پیش کرتی ہوں یہ میرا بیٹا ہے آپ اس کے لئے دعا فرمائیں" آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی۔

مسلم (۲/۲۵۲)

اسی زمانہ میں آپ نے مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کی اور یہ مجمع ان ہی کے مکان میں ہوا۔ بخاری (۲/۹۴۴)

﴿حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام﴾

فاطمہ نام، ام جمیل کنیت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیر ہیں۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔

انہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ اوائل اسلام کا واقعہ ہے۔ ان کے کچھ دنوں کے بعد ان کے بھائی، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور ان ہی کے سبب سے ہوئے۔ اس کا قصہ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا ہے یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس جارہے تھے راستہ میں ایک مخزومی صحابی سے ملاقات ہوئی، پوچھا کہ تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر محمد کا مذہب اختیار کرلیا ہے؟ بولے ہاں، لیکن پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہارے بہن اور بہنوئی نے بھی محمد کا مذہب قبول کرلیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدھے بہن کے گھر پہنچے۔ دروازہ بند تھا اور وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ ان کی آہٹ پاکر چپ ہوگئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا دیئے، لیکن آواز ان کے کان میں پڑ چکی تھی پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں بولے میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہوگئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریباں ہوگئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی، بال پکڑ کر گھسیٹے اور اس قدر مارا کہ ان کا بدن لہولہان ہوگیا، اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا، عمر! جو ہوسکے کرو لیکن اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ ان الفاظ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر ایک خاص اثر کیا، بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے بدن سے خون جاری تھا، یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی، فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے، مجھ کو بھی سناؤ، فاطمہ نے قرآن کے اجزاء لاکر سامنے رکھ دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو پڑھتے جاتے تھے اور ان پر رعب چھاتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک آیت پر پہنچ کر پکار اٹھے:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله۔

اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی۔

وفات کا سنہ اور مہینہ معلوم نہیں۔

ایک لڑکا چھوڑا، عبدالرحمٰن نام تھا۔ اسد الغابۃ (۵۴/۴)

حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام

ہند نام، قبیلہ قریش سے تھیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ابن عبد مناف، ہند کا باپ قریش کا سب سے معزز رئیس تھا۔

خالد بن مغیرہ مخزومی سے نکاح ہوا۔ لیکن پھر کسی وجہ سے جھگڑا ہو گیا تو ابوسفیان ابن حرب کے عقد میں آئیں جو قبیلہ امیہ کے مشہور سردار تھے۔

عتبہ، ابوسفیان اور ہند تینوں کو اسلام سے سخت عداوت تھی اور وہ اسلام کی غیر معمولی ترقی کو نہایت رشک سے دیکھتے تھے اور حتی الامکان اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے تھے۔ ابوجہل ان کا سردار تھا لیکن جب بدر کے معرکہ میں جو اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ابوجہل اور عتبہ وغیرہ بھی قتل ہو گئے تو ابوسفیان بن حرب نے جو عتبہ کے داماد تھے اس کی جگہ لی اور ابوجہل کی طرح مکہ میں ان کی سیادت مسلم ہو گئی، چنانچہ بدر کے بعد سے جس قدر معرکے پیش آئے، ابوسفیان سب میں پیش پیش تھے، غزوہ احد ان ہی کے جوش انتقام کا نتیجہ تھا۔ اس موقعہ پر ان کے ساتھ ان کی بیوی ہند بھی آئی تھیں جنہوں نے اپنے باپ کے انتقام میں سنگ دلی اور خونخواری کا ایسا خوفناک منظر پیش کیا۔ جس کے تخیل سے بھی جسم لرز اٹھتا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے چچا تھے۔ انہوں نے عتبہ کو قتل کیا تھا، ہند ان کی فکر میں تھیں، چنانچہ انہوں نے وحشی جو جبیر بن مطعم کے غلام اور حربہ اندازی میں کمال رکھتے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا (یہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے قبل از اسلام کا واقعہ ہے) اور یہ اقرار ہوا کہ اس کارگذاری کے صلہ میں وہ آزاد کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب ان کے برابر آئے تو وحشی نے نیزہ پھینک کر مارا جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔ خاتونان قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا تھا۔ ان کے ناک کان کاٹ لئے۔ ہند نے ان پھولوں کا ہار بنایا اور اپنے گلے میں ڈالا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر گئیں اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئیں۔ لیکن گلے سے اتر نہ سکا، اس لئے

اگل دینا پڑا (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ہند کے یہ سب واقعات اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہیں) آنحضرت ﷺ کو اس فعل سے جس قدر صدمہ ہوا تھا اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ لیکن ایک اور چیز تھی جو ایسے نازک موقعوں پر بھی جبین رحمت کو شکن آلود نہیں ہونے دیتی تھی۔

چنانچہ جب مکہ فتح ہوا اور آنحضرت ﷺ لوگوں سے بیعت لینے کے لئے بیٹھے تو مستورات میں ہند بھی آئیں، شریف عورتیں عموماً نقاب پہنتی تھیں، ہند بھی نقاب پہن کر آئیں جس سے اس وقت یہ غرض بھی تھی کہ کوئی ان کو پہچاننے نہ پائے، بیعت کے وقت انہوں نے نہایت دلیری سے باتیں کیں جو حسب ذیل ہیں:

ہند: یارسول اللہ! آپ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہند: یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا، لیکن بہرحال ہم کو منظور ہے۔

رسول اللہ ﷺ: چوری نہ کرنا۔

ہند: میں اپنے شوہر کے مال میں سے کبھی کچھ لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

رسول اللہ ﷺ: اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند: ہم نے اپنے بچوں کو پالا تھا بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو مار ڈالا اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔

(اس دیدہ دلیری کے باوجود) آنحضرت ﷺ نے ہند رضی اللہ عنہا سے درگذر فرمایا (ہند کے قلب پر اس کا بہت اثر ہوا) اور ان کے دل نے اندر سے گواہی دی کہ آپ سچے پیغمبر ہیں انہوں نے کہا یارسول اللہ! اس سے پہلے آپ کے خیمہ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض خیمہ نہ تھا، لیکن اب آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی محبوب خیمہ میرے نزدیک نہیں ہے۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہا مسلمان ہو کر گھر گئیں تو اب وہ ہند رضی اللہ عنہا نہ تھیں، ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے گھر جا کر بت توڑ ڈالا اور کہا کہ ہم تیری طرف سے دھوکے میں تھے۔

سیر الصحابۃ (۱۸۰۸-۱۸۲)

حضرت خالدہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام

خالدہ یا خلدہ نام، باپ کا نام حارث آپ حضرت عبداللہ بن سلام کی چچی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آمد کے منتظر تھے کہ ایک شخص نے آپ کی آمد کا مژدہ سنایا۔ میں بے تابی سے اٹھا میری چچی خالدہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ میری بے تابی دیکھ کر انہوں نے کہا کہ موسیٰ بن عمران کا اگر ظہور ہوتا تو کیا تمہیں اس سے زیادہ مسرت نہ ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا خدا کی قسم یہ تو نبوت میں موسیٰ کے ساتھی ہیں دونوں کی بعثت کا مقصد ایک ہے اس پر ان کی چچی نے تعجب سے کہا کہ کیا یہ وہی نبی تو نہیں ہیں جن کی بعثت کے ہم سب منتظر تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے انہیں اثبات میں جواب دیا اور وہاں سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور اسلام کی دولت سے بہرہ اندوز ہوئے اور پھر گھر آ کر گھر کے سارے افراد کو جن میں حضرت خالدہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، اس سے بہرہ اندوز کیا۔

زندگی کے دوسرے کارنامے اور وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی۔

سیر الصحابیۃ (۲۸۱/۶)

حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبول اسلام

ریحانہ نام باپ کا نام شمعون یا زید تھا۔

باختلاف روایت سلسلہ نسب یہ ہے ریحانہ بنت شمعون، بعض روایتوں میں ریحانہ بنت زید بن عمر بن جنافہ بن شمعون ابن زید ہے۔ قبیلہ بنو قریظہ سے تھیں۔ پہلے بنو قریظہ کے ایک شخص حکم سے نکاح ہوا تھا غزوہ بنو قریظہ کے دن دوسرے یہودیوں کے ساتھ حکم بھی قتل کر دیا گیا۔ اس روز جو عورتیں اور بچے اسیر ہو کر آتے تھے ان ہی میں حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔

آنحضرت ﷺ نے انہیں بڑی احتیاط کے ساتھ ام المنذر بنت قیس کے گھر میں ٹھہرایا۔

ان سے فرمایا تمہیں اختیار ہے چاہے اسلام قبول کر لو یا اپنے مذہب (یہودیت) پر قائم رہو۔ انہوں نے اپنے قدیم دین پر رہنا پسند کیا، لیکن آنحضرت ﷺ کو ان کے اسلام نہ لانے کا بڑا رنج ہوا اور دوبارہ فرمایا، اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں اپنے پاس رکھوں گا، لیکن انہوں نے پھر انکار کیا، یہ مزاج اقدس پر اور زیادہ گراں گزرا اور خاموشی اختیار فرمالی گئی۔

ایک دن آپ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ یکا یک ایک شخص کے پیر کی چاپ سنائی دی آپ نے فرط مسرت سے تمام حاضرین سے فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن سعید ہیں جو ریحانہ کے اسلام لانے کی خوشخبری لے کر آ رہے ہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا اگر تم اللہ اور رسول (اسلام) کو اختیار کرتی ہو تو میں تمہیں اپنے لیے خاص کر لوں گا۔ اس پر حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہاں میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں انہوں نے اسلام قبول کرنا اپنی قدیم دینی اور قومی حمیت کے خلاف سمجھا ہو، اور بعد میں جب اس کی خوبیوں سے واقف ہو گئیں تو قبول کر لیا ہو۔ قبول اسلام کے بعد آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنی ملک میں رکھا اور بعض روایتوں کے مطابق آپ نے انہیں آزاد کر کے اپنے حبالہ عقد میں لے لیا

اور وہ ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔ ابن سعد اور حافظ ابن حجر نے انہیں ازواج مطہرات میں اور اکثر اہل سیر اور اہل رجال نے انہیں سراری یعنی قیدی خواتین میں شمار کیا ہے۔ لیکن ابن اسحاق کی ایک روایت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ان سے نکاح نہیں کیا تھا، بلکہ انہیں یہ اختیار بخشا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو آپ ان سے نکاح فرمالیں اور انہیں ازواج مطہرات میں شامل کرلیں لیکن انہوں نے فرمایا کہ یارسول اللہ اگر آپ اپنی ملک ہی میں رکھیں تو میرے اور آپ دونوں کے لیے آسانی ہو چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی ملک ہی میں رکھا۔

آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے سے چند مہینے پہلے ہی اس دار فانی کو چھوڑ کر دار بقاء میں پہنچ گئی جنۃ البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔

خدائے تعالیٰ نے حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے نوازا تھا۔ مدینہ میں قیام گاہ رہا اور وہیں وفات پائی۔

آنحضرت ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھی جب وہ کوئی فرمائش کرتی تھیں تو آپ ضرور پوری کرتے تھے ابن سعد میں ہے کہ ازواج مطہرات کی طرح ان کو بھی باری کا دن مقرر تھا، اور باپردہ رہتی تھیں۔ سیر الصحابۃ (۲۸۲/۶_۲۸۴)

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبول اسلام

ماریہ نام، ام ابراہیم کنیت، قبطیہ ان کی قومی نسبت تھی مصر کے ایک ضلع انصایا انص کا ایک گاؤں حضن ان کا آبائی وطن تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کے لیے شاہان وقت کو جو خطوط لکھے تھے۔ ان میں ایک خط مقوقس عزیز مصر کے نام بھی تھا۔ جس کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ابن بلتعہ لے کر مصر گئے تھے مقوقس نے اسلام قبول نہیں کیا، لیکن حضور ﷺ کے پیام اور پیامبر کی بڑی پذیرائی کی اور قیمتی ساز و سامان کے علاوہ دو لڑکیاں جن کے ساتھ ان کے بھائی مابور بھی تھے، خدمت نبوی میں تحفہ بھیجیں۔ ان لڑکیوں میں ایک تو سیرین تھی دوسری یہی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مصر سے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئی تھیں اس لئے وہ ان سے بہت زیادہ مانوس ہوگئی تھی۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس انس سے فائدہ اٹھا کر ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی بہن حضرت سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کر لیا، لیکن ان کے بھائی مابور اپنے قدیم دین عیسائیت پر قائم رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ماریہ کو پہلے ہمارے پڑوس میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرایا گیا اور ہم لوگ برابر ماریہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے لیکن جب آنحضرت ﷺ کی آمد و رفت ان کے پاس زیادہ ہونے لگی تو ہم لوگوں نے ان کے پاس آنا جانا کم کر دیا (کہ آنحضرت ﷺ کے سکون میں فرق نہ آئے) وہ تنہائی کی وجہ سے گھبرانے لگیں تو آنحضرت ﷺ نے انہیں مقام العالیہ میں جو اس وقت مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے منتقل کر دیا۔ فتح الباری (۸/۵۱۳)

﴿حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا قبول اسلام﴾

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی کہتے ہیں کہ جب حضرت طلیب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور اپنی والدہ اروی بنت عبدالمطلب کے پاس گئے تو ان سے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد ﷺ کی اتباع کر چکا ہوں۔ انہوں نے اپنے قبول اسلام کا پورا قصہ بیان کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ کو اسلام لانے سے اور حضور ﷺ کی اتباع کرنے سے کون سی چیز آپ کو روکتی ہے؟ آپ کے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس انتظار میں ہوں کہ میری بہنیں کیا کرتی ہیں؟ میں بھی انہی کا ساتھ دوں گی۔ حضرت طلیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ضرور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جائیں اور ان کو سلام کریں اور ان کی تصدیق کریں اور اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (ان پر ایسا اثر پڑا کہ اسی وقت) انہوں نے کلمہ شہادت ''اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ'' پڑھ لیا۔ اس کے بعد وہ اپنی زبان سے حضور ﷺ کی بہت مدد کیا کرتی تھیں۔ اپنے بیٹے کو حضور ﷺ کی مدد کرنے اور آپ کے کام کو لے کر کھڑے ہو جانے کی ترغیب دیتی رہتی تھیں۔ الاستیعاب (۲۲۵/۴)، الاصابۃ (۲۲۷/۴)

ام ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبول اسلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ میں ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے مجھے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں سنائیں۔ میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یارسول اللہ! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا وہ انکار کر دیا کرتی تھیں۔ آج میں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے مجھے آپ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں کہیں۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے" آپ نے فرمایا:

"اے اللہ! ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ کو ہدایت دے دے"

میں حضور ﷺ کی دعا لے کر خوشی خوشی گھر کو چلا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کہا "ابو ہریرہ! ذرا ٹھہرو" میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی (یعنی میری والدہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے نہا رہی تھیں) میری والدہ نے کرتہ پہن لیا اور جلدی میں دوپٹہ نہ اوڑھ سکیں اور دروازہ کھول کر کہا "اے ابو ہریرہ! اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد ارسول اللہ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے جا کر آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔ الاصابۃ (۲۴۱/۴)

﴿حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی والدہ ام جمیل کا قبولِ اسلام﴾

حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لئے گھر تنگ پڑ گیا، ان کی تعداد اڑتیس کے قریب تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اس کلمہ حق اور نئے دین ''دینِ اسلام'' کا برملا اعلان و اظہار ہو، چنانچہ آپؓ آنحضور ﷺ کے قریب ہوئے اور آپ سے اعلانِ حق اور بیت اللہ جانے کا اصرار کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا ''اے ابو بکر! ہماری تعداد کم ہے'' لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے، آپ کے ساتھ تمام حق پرست مسجد کی طرف چلنے لگے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ و خاندان کے ساتھ مسجد میں داخل ہو گیا۔

مسجد میں پہنچ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دین کی دعوت کے لئے کھڑے ہی ہوئے تھے کہ مشرکین جو غصہ کی وجہ سے آگ بگولا ہو رہے تھے نہتے اور کمزور مسلمانوں پر پل پڑے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر شدید حملہ ہوا، انہیں خوب مارا پیٹا گیا، کسی نے طمانچے مارے، کوئی مکے مار رہا تھا اور کوئی لاتیں...... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حالت غیر ہو گئی اور وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ پھر بنو تیم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک کپڑا ڈالا اور انہیں ان کے گھر پہنچا دیا۔ ان کو یقین تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انتقال کر چکے ہیں۔ پھر بنو تیم کے لوگ ننگے سر مسجد میں آئے اور اعلان کیا:

> ''خدا کی قسم! اگر ابو بکرؓ اس صدمہ سے فوت ہو گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو ضرور قتل کریں گے''

اس کے بعد واپس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان کے والد ابو قحافہ اور بنو تیم کے دوسرے لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کرنا چاہ رہے تھے مگر انہیں کوئی ہوش نہ تھی اور وہ کوئی جواب نہ دے رہے تھے۔ شام تک انہوں نے اپنے ہونٹ بھی نہ ہلائے۔ جب ہوش آیا تو ان کی زبان سے پہلی بات یہ نکلی:

''رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟''

یہ سن کر بنو تیم کو غصہ آ گیا کہ انہی کی وجہ سے یہ حالت پیش آئی اور انہی کی فکر کر رہے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ سے کہا ''انہیں کچھ کھلا پلا دیجئے'' اس کے بعد وہ ان کے فعل پر تعجب کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلسل ایک ہی بات پوچھ رہے تھے کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ والدہ نے جواب دیا ''وہ خیریت سے ہیں اور صحیح سالم ہیں'' یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی اور چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ پھر یہ کہتے ہوئے بستر سے اٹھے کہ ''آنحضرت ﷺ اس وقت کہاں ہیں؟'' آپ کی والدہ ام جمیل نے کہا ''وہ اس وقت دار ارقم میں ہیں'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے ''اللہ کی قسم! جب تک میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ نہ دیکھ لوں نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا''

اس کے بعد اٹھ کر تیزی سے حضور ﷺ کے پاس جانے کی کوشش کی لیکن جب تکلیف کی شدت کی وجہ سے طاقت نہ ہوئی تو اپنی والدہ ام جمیل کا سہارا لے کر دار ارقم میں رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ جب حضور ﷺ نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کا بوسہ لیا۔ دوسرے مسلمان بھی آگے بڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملنے لگے۔ اس موقع پر حضور ﷺ پر شدید رقت طاری ہو گئی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اب مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے اس کے جو اس خبیث (عتبہ) نے میرے منہ پر مارا تھا، یہ میری والدہ ہیں، یہ اپنے بیٹے پر بڑی مہربان ہیں اور آپؐ کی ذات بڑی بابرکت ہے۔ آپؐ انہیں اللہ کی طرف دعوت دیجئے اور ان کے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ امید ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو نار جہنم سے بچا لے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے اللہ سے دعا فرمائی تو وہ اسلام لے آئیں۔ حیاۃ الصحابۃ (۲۷۳/۱)

﴿حضور ﷺ کو زہر دینے والی یہودیہ عورت کا قبول اسلام﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور ﷺ کے پاس لائی۔ حضور ﷺ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا (تو آپ کو پتہ چل گیا) اس عورت کو آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضور ﷺ نے اس سے اس زہر ملانے کے بارے میں پوچھا تو اس عورت نے صاف کہا میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے خلاف تمہارے اس منصوبہ کو ہرگز کامیاب کرنے والے نہیں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا آپ اس عورت کو قتل نہیں کریں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں زندگی بھر حضور ﷺ کے گلے کے کوے پر اس زہر کا اثر دیکھتا رہا۔

اس قصہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور ﷺ کی خدمت میں بطور دعوت بھیجا (اس میں سے کچھ کھانے کے بعد) حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا رک جاؤ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے اس یہودی عورت سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس عورت نے کہا میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ آپ کو بتا دیں گے (کہ اس میں زہر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ زہر سے ہلاک ہو جائیں گے اور لوگوں کی جان آپ سے چھوٹ جائے گی (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ) یہ سن کر حضور ﷺ نے اسے کچھ نہ کہا۔

امام احمد حضرت ابو ہریرہ والی اس حدیث جیسی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے نقل کرتے ہیں اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جب بھی حضور ﷺ کو اس زہر کی وجہ سے جسم میں تکلیف محسوس ہوا کرتی تو آپؐ سینگی لگواتے چنانچہ ایک مرتبہ سفر میں آپؐ تشریف لے گئے اور آپؐ نے احرام باندھا اور آپؐ کو اس زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپؐ نے سینگی لگوائی۔

حیاۃ الصحابۃ (۶۹۱/۳)

باب ۳

﴿قبائل اور جماعتوں کا قبول اسلام﴾

(عہد نبوی ﷺ میں جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے والے قبائل اور جماعتوں کا تذکرہ، نیز کچھ ایسے انقلابی واقعات جو بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے)

طائف کے بنوثقیف کا قبول اسلام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے جب حضور ﷺ بنوثقیف کے پاس سے واپس ہوئے تو (بنوثقیف میں سے) حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے چل دیئے اور مدینہ سے پہلے ہی حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور مسلمان ہو گئے اور حضور ﷺ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ اسلام کو لے کر اپنی قوم کے پاس واپس جائیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ آپ کو بنوثقیف کے سابقہ رویہ سے یہ معلوم تھا کہ ان میں کبر اور ہٹ دھرمی ہے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں انہیں ان کی دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں اور وہ واقعی بنوثقیف میں بہت محبوب تھے اور ان کی بات مانی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے ارادے سے واپس ہو گئے اور انہیں امید تھی کہ چونکہ ان کا بنوثقیف میں بڑا درجہ ہے اس لئے بنوثقیف ان کی مخالفت نہیں کریں گے۔

ان کے پاس پہنچ کر انہوں نے اپنے ایک بالاخانہ پر چڑھ کر ساری قوم کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بنوثقیف نے ہر طرف سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ انہیں ایک تیر ایسا لگا، جس سے وہ شہید ہو گئے۔

جب وہ زخمی ہو گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے خون کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ ایک اعزاز ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا اور مجھے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور میرا بھی وہی درجہ ہے جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا جو یہاں سے جانے سے پہلے حضور ﷺ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ للہذا مجھے بھی ان کے ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو انہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ دفن کیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عروہ بن مسعود کے بارے میں فرمایا تھا کہ سورۃ یٰسین میں (حبیب نجار) کے ساتھ ان کی قوم کا جو معاملہ ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت

عروہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی قوم نے ویسا ہی معاملہ کیا ہے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چند مہینوں کے بعد بنو ثقیف نے آپس میں بیٹھ کر یہ سوچا کہ اردگرد کے تمام عرب حضور ﷺ سے بیعت ہو کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ اب ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رہی اور یہ فیصلہ کیا کہ اپنا ایک آدمی حضور کے پاس بھیجیں گے چنانچہ عبد یالیل بن عمرو کے ساتھ بنی احلاف کے دو آدمی اور بنی مالک کے تین آدمی بھیجے۔ یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک چشمہ کے پاس ٹھہرے وہاں ان کی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی جو اپنی باری میں حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سواریوں کو چرا رہے تھے۔ انہوں نے جب بنو ثقیف کے اس وفد کو دیکھا تو حضور ﷺ کو ان کے آنے کی خوشخبری سنانے کے لئے تیزی سے چلے۔ راستہ میں انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ بنو ثقیف کا وفد آیا ہے وہ حضور ﷺ سے بیعت ہو کر مسلمان ہونا چاہتے ہیں بشرطیکہ حضور ﷺ ان کی شرط مان لیں اور ان کی قوم کے نام خط لکھ کر دے دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھ سے پہلے حضور ﷺ کے پاس مت جاؤ۔ میں جا کر خود حضور ﷺ کو بتاتا ہوں۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ راضی ہوگئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور ﷺ کو اس وفد کے آنے کی اطلاع دی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اس وفد کے پاس واپس گئے اور ان کو ساتھ لے کر ان کے جانور واپس لے آئے اور راستہ میں اس وفد کو سکھایا کہ وہ حضور ﷺ کو سلام کیسے کریں لیکن انہوں نے حضور ﷺ کو جاہلیت کے طریقہ پر ہی سلام کیا۔

جب یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگایا گیا۔ حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے اور اس وفد کے درمیان واسطہ تھے۔ جب وہ اس وفد کے لئے حضور ﷺ کے ہاں سے کھانا لے کر آتے تو جب تک ان سے پہلے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کھانے میں سے کھانہ لیتے وہ اس کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہی حضور ﷺ کی طرف سے ان کے لئے خط لکھا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے اپنی یہ شرط بھی رکھی تھی کہ حضور ﷺ تین سال تک طاغیہ بت

(یعنی لات) کو رہنے دیں، پھر وہ ایک ایک سال کم کرتے رہے لیکن حضور ﷺ مسلسل انکار کرتے رہے۔ یہاں تک انہوں نے حضور ﷺ سے ایک ماہ کی مہلت مانگی کہ جس دن وہ لوگ مدینہ آئے ہیں اس دن سے ایک مہینہ تک اس بت کو باقی رکھنے کی اجازت دے دی جائے اور انہوں نے اس مہلت کا مقصد یہ بتایا کہ وہ اس طرح اپنی قوم کے نادان لوگوں کو ذرا مانوس کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ نے کسی قسم کی مہلت دینے سے انکار کر دیا بلکہ حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ بھیجا کہ یہ دونوں وہاں جا کر اس بت کو گرا کر آئیں اور انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ وہ نماز نہیں پڑھا کریں گے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے بتوں کو نہیں گرائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس بات کو تو ہم مان لیتے ہیں کہ تم اپنے ہاتھ سے اپنے بتوں کو نہ توڑو (ہم اپنے آدمی بھیج کر تڑوا دیں گے) لیکن تم نماز نہ پڑھو یہ بات نہیں مان سکتے۔ کیونکہ اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔ انہوں نے کہا اچھا ہم نماز پڑھ لیں گے، ہے تو ویسے یہ گھٹیا عمل۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثقیف کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تا کہ ان کے دل پر زیادہ اثر پڑے۔ انہوں نے اسلام لانے کے لئے حضور ﷺ کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں کہ جہاد میں جانے کے لئے ان کو کہیں جمع نہیں کیا جائے گا اور ان کی پیداوار کا عشر نہیں لیا جائے گا اور وہ نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور ان کا امیر کسی اور قبیلہ سے نہیں بنایا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا (تین شرطیں تو منظور ہیں کہ) تمہیں جہاد میں جانے کے لئے نہیں کہا جائے گا اور تم سے پیداوار کا عشر نہیں لیا جائے گا۔ دوسرے قبیلہ کا آدمی تم پر امیر نہیں بنایا جائے گا (البتہ نماز پڑھنی پڑے گی کیونکہ) اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں رکوع نہ ہو۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے قرآن سکھا دیں اور مجھے میری قوم کا امام بنا دیں۔

حضرت وہب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بنو ثقیف کی بیعت کے قصے کو پوچھا انہوں نے کہا کہ بنو ثقیف نے حضور ﷺ کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں کہ نہ وہ

صدقہ (زکوٰۃ) دیں گے اور نہ وہ جہاد کریں گے (حضور ﷺ نے ان شرطوں کو مان لیا) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو بعد میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو خود ہی یہ صدقہ (زکوٰۃ) دینے لگ جائیں گے اور جہاد کرنے لگ جائیں گے۔ البدایۃ والنہایۃ (۲۹/۵)

حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ثقیف کے وفد میں شریک ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ بنی احلاف کے لوگ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے اور بنی مالک کو حضور ﷺ نے اپنے خیمہ میں ٹھہرایا۔ آپ روزانہ عشاء کے بعد ہمارے پاس تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے ہم سے باتیں کرتے اور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپ تھک جاتے اور باری باری سے دونوں پاؤں پر آرام لیتے۔ زیادہ تر آپ ان تکلیفوں کا تذکرہ کرتے جو آپ کو اپنی قوم قریش کی طرف سے پیش آئی تھیں، اور اس کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان تکلیفوں کا کوئی غم نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت ہمیں مکہ میں کمزور اور بے سروسامان سمجھا جاتا تھا۔ جب ہم مدینہ آ گئے تو ہماری ان کی لڑائیاں شروع ہو گئیں کبھی اللہ ان کو غلبہ دیتے اور کبھی ہم کو۔ ایک رات مقررہ وقت سے آپ کو آنے میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ ہم لوگوں نے کہا آج رات تو آپ نے دیر کر دی۔ آپ نے فرمایا روزانہ جتنا قرآن میں پڑھتا ہوں۔ اس میں سے کچھ رہ گیا تھا اسے پورا کئے بغیر آنا مجھے اچھا نہ لگا۔

البدایۃ والنہایۃ (۳۲/۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی قوم کا مسلمان ہونا

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے میری قوم کے پاس بھیجا تا کہ میں ان کو اللہ عزوجل کی دعوت دوں اور ان پر اسلام کے احکام کو پیش کروں۔ چنانچہ جب میں اپنی قوم کے پاس پہنچا تو وہ اپنے اونٹوں کو پانی پلا چکے تھے اور ان کا دودھ نکال کر پی چکے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو (خوش ہوکر) کہا صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ کو خوش آمدید ہو۔ (صدی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا نام ہے) اور انہوں نے یہ کہا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اس آدمی کی طرف مائل ہو گئے ہو۔ میں نے کہا نہیں میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا ہوں۔ اور مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تم پر اسلام اور اس کے احکام پیش کروں۔ فرماتے ہیں کہ ہماری یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وہ کھانے کا ایک پیالہ لے آئے اور اسے بیچ میں رکھ کر سب اس کے اردگرد جمع ہو گئے اور اس میں سے کھانے لگے اور مجھ سے کہا اے صدی! تم بھی آؤ۔ میں نے کہا تمہارا بھلا ہو۔ میں تمہارے پاس ایسی ذات گرامی کے پاس سے آرہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ حکم یہ بتاتے ہیں کہ جو جانور ذبح نہ کیا جائے وہ تم پر حرام ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس بات کے بارے میں انہوں نے کیا بتایا ہے؟ میں نے کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ سے لے کر ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾ (المائدۃ:۳)

''حرام ہوا تم پر مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا۔'' سے لے کر ''یہ گناہ کا کام ہے۔'' تک۔

چنانچہ میں ان کو اسلام کی دعوت دینے لگا۔ لیکن وہ انکار کرتے رہے۔ میں نے کہا تمہارا بھلا ہو ذرا مجھے پانی تو لا دو میں بہت پیاسا ہوں۔ انہوں نے کہا ہم تمہیں پانی نہیں دیں گے تا کہ تم ایسے ہی پیاسے مر جاؤ۔ میرے پاس ایک پگڑی تھی میں نے اس میں اپنا سر

لپیٹ لیا۔ اور میں سخت گرمی میں ریت پر لیٹ گیا۔ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی میرے پاس شیشے کا گلاس لے کر آیا اس گلاس سے زیادہ خوبصورت گلاس کسی نے نہ دیکھا ہوگا اور اس میں ایک ایسی پینے کی چیز ہے جس سے زیادہ لذیذ اور پرکشش کسی نے نہ دیکھی ہوگی اس نے وہ گلاس مجھے دے دیا جسے میں نے پی لیا۔ جب میں پی چکا تو میری آنکھ کھل گئی اور اللہ کی قسم! اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی اور اب مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ پیاس کیا چیز ہوتی ہے؟ کنز العمال (۹۴/۷)

ابویعلی نے یہ حدیث مختصر بیان کی ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ میری قوم کے ایک آدمی نے ان سے کہا کہ تمہاری قوم کے سرداروں میں سے ایک آدمی آیا ہے اور تم نے اس کی کوئی خاطر تواضع نہیں کی۔ چنانچہ وہ میرے پاس دودھ لے کر آئے۔ میں نے ان سے کہا مجھے اس دودھ کی ضرورت نہیں (اور میں نے ان کو خواب کا واقعہ بتایا) اور پھر اپنا (بھرا ہوا) پیٹ ان کو دکھایا جس پر وہ سب مسلمان ہو گئے۔

الاصابۃ (۱۸۲/۲)، المستدرک للحاکم (۶۴۱/۳)

قبیلہ ہمدان کا قبول اسلام

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے یمن بھیجا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے والی جماعت میں، میں بھی تھا۔ ہم چھ مہینے وہاں ٹھہرے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کو دعوت دیتے رہے لیکن انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا اور ان سے فرمایا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو تو واپس بھیج دیں اور ان کے ساتھیوں میں سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں رہنا چاہیں وہ رہ جائیں۔ چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ جب ہم اہل یمن کے بالکل نزدیک پہنچے تو وہ بھی نکل کر ہمارے سامنے آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ہمیں نماز پڑھائی پھر انہوں نے ہماری ایک صف بنائی اور ہم سے آگے کھڑے ہو کر ان کو حضور ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا۔ چنانچہ قبیلہ ہمدان سارا ہی مسلمان ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں قبیلہ ہمدان کے مسلمان ہونے کی خوشخبری کا خط بھیجا۔ جب حضور ﷺ نے وہ خط پڑھا تو (خوشی کی وجہ سے) فوراً سجدہ میں گر گئے۔ پھر آپ نے (سجدے سے) سر اٹھا کر قبیلہ ہمدان کو دعا دی کہ ہمدان پر سلامتی ہو، ہمدان پر سلامتی ہو"

البدایہ والنہایہ (۵/۱۰۵)

قبیلہ بنو حارث کا قبول اسلام

حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو حارث بن کعب کے پاس نجران بھیجا اوران سے فرمایا کہ قبیلہ بنو حارث سے لڑنے سے پہلے ان کو تین دن احلام کی دعوت دینا۔ پھراگروہ اسلام کی دعوت کو قبول کرلیں تو تم بھی ان کے اسلام لانے کوتسلیم کرلینا اور اگروہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھرتم ان سے لڑائی کرنا۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوئے اور قبیلہ بنو حارث کے پاس پہنچ گئے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہرطرف سواروں کوگشت کرنے کے لئے بھیج دیا۔ جو یہ کہتے ہوئے اسلام کی دعوت دے رہے تھے "اے لوگو! اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے" چنانچہ وہ سب مسلمان ہو گئے اور جس اسلام کی انہیں دعوت دی گئی تھی اس میں وہ داخل ہو گئے حضور ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اگر قبیلہ بنو حارث مسلمان ہو جائیں اور جنگ نہ کریں تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان میں ٹھہر کر اسلام اور قرآن وحدیث سکھائیں۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان میں ٹھہر کر اسلام اور قرآن وحدیث سکھانے لگے۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"بخدمت جناب حضرت نبی رسول اللہ من جانب خالد بن الولید۔ السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: میں آپ کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں امابعد! یارسول اللہ ﷺ۔ آپ نے بنو حارث بن کعب کی طرف مجھے بھیجا تھا اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب میں ان کے پاس پہنچ جاؤں تو ان سے تین دن جنگ نہ کروں بلکہ ان کو اسلام کی دعوت دوں اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان کے اسلام کوتسلیم کرلوں اور ان کو اسلام کے احکام، قرآن اور حدیث سکھاؤں اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان سے

جنگ کروں۔ چنانچہ جیسے اللہ کے رسول ﷺ کا حکم تھا میں نے ان کے پاس پہنچ کران کو تین دن اسلام کی دعوت دی اور ان میں گشت کرنے کے لئے سواروں کی جماعتوں کو بھیج دیا۔ جو یوں دعوت دیتے تھے۔اے بنو حارث! مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے جنگ نہیں کی اب میں ان میں ٹھہرا ہوا ہوں اور جن کاموں کے کرنے کا اللہ نے ان کو حکم کیا ہے ان کو ان کاموں کا حکم دے رہا ہوں اور جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے ان کو ان کاموں سے روک رہا ہوں اور ان کو اسلام کے احکام اور حضور ﷺ کی سنت سکھا رہا ہوں۔ اب آئندہ کیا کرنا ہے میں اس کے بارے میں اللہ کے رسول کے خط کا منتظر ہوں۔ والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

حضور ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ جواب ارسال فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"محمد نبی رسول اللہ کی طرف سے خالد بن ولید کے نام سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد تمہارا خط تمہارے قاصد کے ساتھ میرے پاس پہنچا جس سے یہ معلوم ہوا کہ بنو حارث بن کعب تمہارے جنگ کرنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے اور انہوں نے تمہاری دعوت اسلام کو قبول کر لیا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ہدایت سے نواز دیا۔ لہٰذا اب تم ان کو خوش خبری سناؤ اور اللہ کے عذاب سے ڈراؤ اور پھر تم واپس آ جاؤ اور تمہارے ساتھ ان کا ایک وفد بھی یہاں آئے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آ گئے اور ان کے ساتھ بنو حارث بن کعب کا وفد بھی آیا۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ نے ان

کو دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے آدمی معلوم ہوتے ہیں؟ صحابہ ﷡ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ بنو حارث بن کعب ہیں۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم وہی لوگ ہو جن کو جب دھکا دیا جائے تو پھر وہ کام کے لئے آگے بڑھتے ہیں سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا، پھر بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے چوتھی مرتبہ پوچھا تو حضرت یزید بن عبدالمدان ﷛ نے کہا ”جی ہاں یا رسول اللہؐ! ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو جب دھکا دیا جائے تو پھر وہ کام کے لئے آگے بڑھتے ہیں اور یہ بات انہوں نے چار دفعہ کہی“ (کیونکہ حضور ﷺ نے چار دفعہ پوچھا تھا) پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر حضرت خالد مجھے یہ نہ لکھتے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور تم نے جنگ نہیں کی ہے تو آج میں تمہارے (سر کٹوا کر) تمہارے پیروں تلے ڈالوا دیتا۔ حضرت یزید بن عبدالمدان ﷛ نے عرض کیا کہ حضرت (اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں) ہم نے نہ آپ کی تعریف کی ہے نہ حضرت خالد ﷛ کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر تم نے کس کی تعریف کی ہے؟ ان سب نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم نے اس اللہ کی تعریف کی ہے جس نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت سے نوازا، آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم اپنے مقابل دشمن پر کس وجہ سے غالب آتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم تو کسی پر غالب نہیں آتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ تم لوگ تو اپنے مقابل دشمن پر غالب آجایا کرتے تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم اپنے مقابل دشمن پر اس بات کی وجہ سے غالب آتے تھے کہ ہم متحد رہتے تھے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے اور کسی پر ظلم کرنے میں پہل نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر آپ نے حضرت قیس بن حصین ﷛ کو ان کا امیر مقرر فرما دیا۔

الاصابۃ (۳/۶۶۰)، حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۶۳)

قبیلہ بنو سعد کا قبول اسلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو سعد بن بکر نے حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر مسجد کے دروازے پر اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کی ٹانگوں میں رسی باندھی پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے حضرت ضمام رضی اللہ عنہ بڑے مضبوط اور زیادہ بالوں والے آدمی تھے۔ ان کے بالوں کی دو زلفیں تھیں۔ حضرت ضمام آ کر حضور اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پوچھا "آپ لوگوں میں سے کون ابن عبدالمطلب ہے؟"

آپؐ نے فرمایا "میں ابن عبدالمطلب ہوں"

انہوں نے کہا "کیا آپ محمد ہیں؟"

آپؐ نے فرمایا "جی ہاں"

انہوں نے کہا "اے ابن عبدالمطلب! میں آپ سے کچھ پوچھوں گا اور پوچھنے میں ذرا سختی کروں گا، آپ ناراض نہ ہونا"

آپ نے فرمایا "نہیں میں ناراض نہیں ہوں گا تم جو چاہو پوچھو"

انہوں نے کہا "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

آپ نے فرمایا "بخدا یہی بات ہے"

انہوں نے کہا "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم صرف اس کی عبادت کریں اور اس

کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے"

آپ نے فرمایا "بخدا یہی بات ہے"

انہوں نے کہا "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں کا اور آپ کے بعد آنے والوں کا معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا کہ ہم پانچ نمازیں پڑھیں؟"

آپ نے فرمایا "جی ہاں"

پھر وہ زکوۃ، روزے، حج اور اسلام کے دیگر فرائض کے بارے میں پوچھتے گئے اور ہر دفعہ اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتے۔ جب ان سوالات سے فارغ ہو گئے تو کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد ارسول اللہ، اور میں تمام فرائض کو ادا کروں گا اور جن باتوں سے آپ نے روکا ہے ان سے بچوں گا اور میں اس میں (اپنی طرف سے) کمی یا زیادتی نہیں کروں گا پھر اپنے اونٹ کی طرف واپس چل پڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اگر دو زلفوں والے اس آدمی نے سچ کہا ہے تو یہ ضرور جنت میں داخل ہوگا"

چنانچہ انہوں نے اپنے اونٹ کے پاس آکر اس کی رسی کو کھولا اور واپس چل دیئے۔ جب اپنی قوم میں پہنچے تو سب ان کے پاس جمع ہو گئے، سب سے پہلے انہوں نے کہا "لات اور عزی کا برا ہو"

لوگوں نے کہا "اے ضمام! خاموش رہو، ایسا نہ ہو کہ تم اس طرح کہنے سے برص یا کوڑھ یا پاگل پن میں مبتلا ہو جاؤ"

انہوں نے کہا "تمہارا ناس ہو یہ لات اور عزی۔ اللہ کی قسم نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ اللہ نے اپنا رسول بھیجا ہے اور ان پر ایک کتاب اتاری ہے اور اللہ تعالی نے تم کو اس کے ذریعہ اس شرک سے نکال دیا ہے جس میں ہم مبتلا تھے"

پھر کلمہ شہادت پڑھ کر سنایا "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اور انہوں نے تمہیں جن کاموں کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے روکا ہے ان تمام احکام کو لے کر

تمہارے پاس آیا ہوں"

راوی کہتے ہیں کہ شام ہونے سے پہلے ہی اس آبادی کا ہر مرد و عورت مسلمان ہو چکا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے "حضرت ضمام بن ثعلبہ سے زیادہ بہتر ہم نے کسی قوم کا نمائندہ نہیں سنا"

اور واقدی میں یہ ہے کہ شام ہونے سے پہلے ہی اس آبادی کا ہر مرد و عورت مسلمان ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے مسجدیں بنائیں اور نماز کے لئے اذان بھی دیا کرتے تھے۔

البدایۃ النھایۃ (۶۰/۵)، المستدرک للحاکم (۵۴/۳) ذکرہ الکاندھلوی فی حیاۃ الصحابۃ (۲۶۶/۱) وقال اخرجہ ابن اسحاق وھکذا رواہ الامام احمد من طریق ابن اسحاق

قبیلہ دوس کا قبول اسلام

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قوم کی طرف سے سخت رویہ دیکھنے کے باوجود ان کے لئے خیر خواہی کی پوری کوشش کرتے رہتے اور دنیا اور آخرت کی جس مصیبت میں وہ گرفتار ہوتے تھے اس سے نجات پانے کی ان کو دعوت دیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے قریش سے حضور ﷺ کی پوری طرح حفاظت فرمادی تو انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا کہ لوگوں کو اور باہر سے آنے والے عربوں کو ڈرا کر حضور ﷺ سے ملنے سے روکتے تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مکہ میں گئے اور حضور ﷺ وہاں ہی تھے۔ حضرت طفیل بہت معزز اور بڑے سمجھدار تھے۔ قریش کے چند آدمی ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے طفیل! آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں یہ آدمی جو ہمارے درمیان رہتا ہے اس نے ہمیں بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ اس کی بات تو جادو کی طرح اثر رکھتی ہے۔ یہ باپ بیٹے میں بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی پیدا کر دیتا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جو پریشانیاں ہم پر آ گئی ہیں کہیں وہ آپ پر اور آپ کی قوم پر نہ آجائیں، لہٰذا آپ نہ تو اس سے بات کریں اور نہ اس کی کوئی بات سنیں۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ پر اتنا اصرار کیا اور اتنا پیچھے پڑے کہ میں نے بھی طے کر لیا کہ میں نہ تو حضور اکرم ﷺ سے کوئی بات سنوں گا اور نہ ہی ان سے کوئی بات کروں گا یہاں تک کہ صبح کو جب میں مسجد جانے لگا تو کانوں میں روئی اس ڈر سے بھر دی کہ کہیں بلا ارادہ آپ کی کوئی بات میرے کانوں میں نہ پڑ جائے چنانچہ میں مسجد میں گیا تو حضور ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس ساری احتیاط کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور ﷺ کے بعض الفاظ سنا ہی دیئے۔ حضور ﷺ کا کلام مجھے بہت اچھا محسوس ہوا میں نے اپنے دل میں کہا میری ماں مجھے روئے میں ایک سمجھدار اور شاعر آدمی ہوں۔ اچھے اور برے کلام میں تمیز کر لیتا ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میں ان کی بات سنوں اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لوں گا اور اگر

بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔ پھر میں وہاں انتظار میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔ میں نے آپ کی خدمت حاضر ہو کر کہا اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے مجھے ایسے ایسے کہا اور اللہ کی قسم! مجھے آپ سے اتنا ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی اچھی طرح بھر لی تاکہ آپ کی بات نہ سن سکوں لیکن اللہ نے مجھے آپ کی بات سنا ہی دی۔ آپ کا کلام مجھے بہت اچھا محسوس ہوا۔ آپ اپنی بات میرے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے میرے سامنے اسلام پیش کیا اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے اس سے عمدہ بات اور زیادہ انصاف والی بات نہیں سنی تھی۔ چنانچہ میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے۔ میں ان کے پاس واپس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ اللہ سے میرے لئے دعا کریں کہ اللہ مجھے ایسی کوئی نشانی دے جس سے مجھے انہیں دعوت دینے میں مدد ملے۔ آپ نے دعا فرمائی

''اے اللہ! اس کو کوئی نشانی عطا فرما''

چنانچہ میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا۔ جب میں اس گھاٹی میں پہنچا جہاں سے میں اپنی آبادی والوں کو نظر آنے لگا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح ایک چمکتا ہوا نور ظاہر ہوا، میں نے دعا مانگی

''اے اللہ! اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر کر دے''

کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میری قوم والے (آنکھوں کے درمیان نور دیکھ کر) یہ سمجھیں گے کہ ان کے دین چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ چنانچہ وہ نور میرے کوڑے کے سر پر آ گیا۔ جب میں گھاٹی سے آبادی کی طرف اتر رہا تھا تو آبادی والوں کو میرے کوڑے کا یہ نور لٹکتے ہوئے قندیل کی طرح نظر آ رہا تھا جسے وہ ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں سواری سے اترا تو میرے والد آئے جو بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا ''اے ابا جان! مجھ سے دور رہیں۔ آپ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ میرا آپ سے''

انہوں نے کہا ''اے میرے بیٹے کیوں؟''

میں نے کہا ''میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد ﷺ کا دین اختیار کر چکا ہوں''

میرے والد نے کہا ''میرا دین بھی وہی ہے جو تیرا دین ہے''

پھر انہوں نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کئے، پھر میرے پاس آئے۔ میں نے ان پر اسلام پیش کیا۔ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی، میں نے اس سے کہا ''مجھ سے دور رہو، میرا تم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ تمہارا مجھ سے''

اس نے کہا ''کیوں؟ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں''

میں نے کہا ''اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جدائی ہو گئی ہے''

چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ پھر میں اپنے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دیتا رہا (لیکن وہ انکار کرتے رہے) اور انہوں بہت دیر کر دی۔ آخر میں حضور ﷺ کی خدمت میں مکہ حاضر ہو کر عرض کیا ''یا نبی ﷺ قبیلہ دوس نے مجھے ہرا دیا (میں نے بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہ لائے) آپ ان کے لئے بددعا کریں'' آپ نے (بجائے بددعا کرنے کے) ان کے لئے دعا فرمائی ''اے اللہ! دوس کو ہدایت دے دے'' (اور مجھ سے فرمایا) اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان کو دعوت دیتے رہو۔ لیکن ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ چنانچہ میں واپس آیا اور قبیلہ دوس میں ٹھہر کر ان کو دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور بدر اور احد اور خندق کے غزوات بھی ہو گئے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس وقت حضور ﷺ خیبر گئے ہوئے تھے۔ میں دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کو لے کر مدینہ پہنچا۔ ان سب سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

الاصابۃ (۲/۲۲۵)، طبقات ابن سعد (۴/۲۳۷)، البدایۃ والنہایۃ (۳/۱۰۰)، حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۷۴)

قبیلہ بنو الاشہل کا قبول اسلام

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بنو عبدالاشہل اور بنو ظفر کے محلوں میں گئے۔ حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت اسعد حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو بنو ظفر کے باغ میں مرق نامی کنویں پر لے گئے۔ یہ دونوں حضرات باغ میں جا کر بیٹھ گئے۔ سارے مسلمان مردان کے پاس جمع ہو گئے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر دونوں اس وقت اپنی قوم بنو عبدالاشہل کے سردار تھے اور دونوں مشرک تھے اور اپنی قوم کے مذہب پر قائم تھے۔ ان دونوں نے جب حضرت مصعب اور حضرت اسعد رضی اللہ عنہما کے باغ میں مجلس لگانے کی خبر سنی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے کہا تیرا باپ نہ رہے۔ تم ان دونوں آدمیوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہمارے محلوں میں آکر ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانا شروع کر دیا ہے۔ انہیں ڈانٹو اور انہیں ہمارے محلوں میں آنے سے روک دو۔ اگر اسعد بن زرارہ کا مجھ سے قریبی رشتہ نہ ہوتا جیسے کہ تمہیں معلوم ہے تو یہ کام میں خود ہی کر لیتا تمہیں نہ بھیجتا وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے۔ ان کے پاس جانے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت اسید بن حضیر اپنا نیزہ لے کر ان دونوں کے پاس گئے۔ جب حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اسید بن حضیر کو آتے دیکھا تو انہوں نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اور تمہارے پاس آرہا ہے۔ تم ان کے ساتھ اخلاص سے بات کرو اور جتنا زور لگا سکتے ہو لگا دو۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ بیٹھ گئے تو میں ان سے بات کروں گا۔ چنانچہ حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہو کر ان دونوں کو گالیاں دینے لگ گئے۔ اور یوں کہا تم ہمارے پاس کس لئے آتے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہو۔ اگر تم دونوں کو جان پیاری ہے تو ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔ ان سے حضرت

مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا بیٹھ جاؤ کچھ ہماری بھی سن لو۔ اگر ہماری بات تمہیں پسند آ جائے تو تم مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات سے رک جائیں گے۔ حضرت اسید نے کہا تم نے انصاف کی بات کہی ہے۔ چنانچہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ان بولنے سے پہلے ہی قرآن سنتے ہی ان کے چہرے کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ دین اسلام کتنا اچھا اور کتنا خوبصورت ہے۔ جب تم اس دین میں شامل ہونا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ ان دونوں نے ان سے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کرو پھر کلمہ شہادت پڑھو اور پھر نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑے پاک کئے اور کلمہ شہادت پڑھا اور پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر ان دونوں سے کہا کہ میرے پیچھے ایک اور آدمی ہے اگر اس نے تم دونوں کی بات مان لی تو ان کی قوم کا کوئی آدمی پیچھے نہیں رہے گا اور میں اسے ابھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور وہ سعد بن معاذ ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنا نیزہ لے کر حضرت سعد اور ان کی قوم پاس واپس گئے وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے تھے۔ جب حضرت سعد بن معاذ نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت اسید کے چہرے کو پہلے کی نسبت بدلا ہوا پاتا ہوں۔ (کیونکہ اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے) جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ مجلس میں جا کھڑے ہوئے تو ان سے حضرت سعد نے پوچھا کیا کر کے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے ان دونوں سے بات کی ہے خدا کی قسم! مجھے ان دونوں سے کوئی خطرہ نہیں آیا اور میں نے ان دونوں کو روک دیا ہے۔ انہوں نے کہا جیسا آپ کہیں گے ہم ویسا ہی کریں گے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے گئے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔ اس طرح وہ تمہاری توہین کرنا چاہتے

ہیں۔ یہ سن کر سعد بن معاذ آگ بگولہ ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی سے چلے انہیں ڈر تھا کہ بنو حارث کہیں کچھ کر نہ گزریں اور نیزہ ہاتھ میں لے کر چل پڑے اور یوں کہا ارے تم نے کچھ بھی نہ کیا۔

حضرت اسعد نے جب وہاں جا کر دیکھا کہ دونوں حضرات اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں تو سمجھ گئے کہ حضرت اسید نے یہ بات اس لئے کہی کہ میں بھی ان دونوں کی باتیں سن لوں۔ انہوں نے بھی ان دونوں کو کھڑے ہو کر گالیاں دینا شروع کر دیں اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو کہا "اللہ کی قسم! اے ابوامامہ! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اس طرح کرنے کا سوچ بھی نہ سکتے۔ تم ہمارے محلہ میں وہ چیز لانا چاہتے ہو جسے ہم برا سمجھتے ہیں" ان کو آتا دیکھ کر حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تھا کہ آپ کے پاس ایک ایسا بڑا آدمی آ رہا ہے جس کے پیچھے ایسی ماننے والی قوم ہے کہ اگر انہوں نے آپ کا کہا مان لیا تو ان کی قوم میں سے دو آدمی بھی آپ کا کہا ماننے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا ذرا بیٹھ جاؤ کچھ ہماری بھی تو سن لو۔ اگر ہماری بات پسند آ جائے اور دل چاہے تو مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات کو چھوڑ دیں گے۔ حضرت سعد نے کہا آپ نے انصاف کی بات کہی ہے۔ پھر نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان پر اسلام پیش کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ انہوں نے سورۃ زخرف کی شروع کی آیتیں سنائی تھیں۔ یہ دونوں حضرات بیان فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے ہی قرآن سنتے ہی ان کے چہرہ کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں حضرات سے پوچھا کہ جب تم مسلمان ہو کر اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے دونوں کپڑے پاک کر لو اور کلمہ شہادت پڑھو پھر دو رکعت نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا نیزہ لے

کر اپنی قوم کی مجلس کی طرف واپس گئے۔ اور ان کے ساتھ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ان کو ان کی قوم نے آتے دیکھا تو انہوں نے کہا ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ واپسی میں حضرت سعد کا چہرہ بدلہ ہوا ہے (اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے) انہوں نے اپنی قوم کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے بنو عبدالاشہل! تم مجھے اپنے میں کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سے سب سے اچھی طبیعت کے مالک ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ شام تک بنو عبدالاشہل کے تمام مرد و عورت مسلمان ہو چکے تھے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر آ گئے اور ان کے ہاں ٹھہر کر اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انصار کے ہر محلہ میں کچھ نہ کچھ مرد اور عورت ضرور مسلمان ہو گئے لیکن بنو امیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف کے محلوں میں کوئی مسلمان نہ ہوا۔ یہ اوس قبیلہ کے مختلف خاندان ہیں۔

البدایۃ والنھایۃ (۱۵۲/۳)

اوس اور خزرج کے چھ آدمیوں کا قبول اسلام

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت زہری فرماتے ہیں، جب مشرکین نے حضور ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ سختی کا معاملہ شروع کیا تو آپ نے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے میرے چچا! اللہ عزوجل اپنے دین کی مدد ایسی قوم کے ذریعہ سے کریں گے جن کو قریش کی جابرانہ مخالفت معمولی بات معلوم ہوگی اور جو اللہ کے ہاں عزت کے طلب گار ہوں گے۔ آپ مجھے بازار عکاظ لے چلیں اور مجھے عرب کے قبائل کی قیام گاہیں دکھائیں تاکہ میں ان کو اللہ عزوجل کی دعوت دوں اور اس بات کی دعوت دوں کہ وہ میری حفاظت کریں اور مجھے اپنے ہاں لے جاکر رکھیں تاکہ میں اللہ عزوجل کی طرف سے اللہ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچا سکوں'' راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے میرے بھتیجے! آپ عکاظ چلیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ کو قبائل کی قیام گاہیں دکھاؤں گا'' چنانچہ حضور ﷺ نے قبیلہ ثقیف سے ابتداء فرمائی اور پھر اس سال حج میں قبائل کو تلاش کر کے دعوت دیتے رہے پھر جب اگلا سال ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلم کھلا دعوت دینے کا حکم دیا تو اوس اور خزرج کے چھ آدمیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی جن کے نام یہ ہیں۔ اسعد بن زرارہ، ابوالہیثم بن التیہان، عبداللہ بن رواحہ، سعد بن ربیع، نعمان بن حارثہ اور عبادہ بن صامت۔ حضور ﷺ کی ان سے ملاقات منیٰ کے دنوں میں جمرہ عقبہ کے پاس رات کے وقت ہوئی۔ آپ ان کے پاس بیٹھے اور ان کو اللہ عزوجل کی اور اس کی عبادت کرنے کی اور اس کے اس دین کی مدد کرنے کی دعوت دی جو دین دے کر اللہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے۔ انہوں نے درخواست کی کہ حضور ﷺ (آسمان سے آنے والی) وحی کو ان پر پیش فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے سورہ ابراہیم کی مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

﴿رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ

بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ الصَّلاَةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ
النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ
يَشْكُرُونَ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى
عَلَى اللّهِ مِن شَيْءٍ فَي الأَرْضِ وَلاَ فِي السَّمَاء الْحَمْدُ لِلّهِ
الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي
لَسَمِيعُ الدُّعَاء رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلاَةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاء رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ
يَقُومُ الْحِسَابُ وَلاَ تَحْسَبَنَّ اللّهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ
الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الأَبْصَارُ
مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لاَ يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ
وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاء وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ
فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُواْ رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ
دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُونُواْ أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا
لَكُم مِّن زَوَالٍ وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُواْ
أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ
الأَمْثَالَ وَقَدْ مَكَرُواْ مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللّهِ مَكْرُهُمْ وَإِن كَانَ
مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ فَلاَ تَحْسَبَنَّ اللّهَ مُخْلِفَ
وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ يَوْمَ تُبَدَّلُ الأَرْضُ غَيْرَ
الأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُواْ للّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وَتَرَى
الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الأَصْفَادِ سَرَابِيلُهُم مِّن
قَطِرَانٍ وَتَغْشَى وُجُوهَهُمْ النَّارُ لِيَجْزِي اللّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا
كَسَبَتْ إِنَّ اللّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ هَذَا بَلاَغٌ لِّلنَّاسِ
وَلِيُنذَرُواْ بِهِ وَلِيَعْلَمُواْ أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُوْلُواْ

الْأَلْبَابِ﴾

(ابراھیم:۳۷تا۵۲)

''اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے میرے رب اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق دیئے بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لئے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی بے تحاشا دوڑے نکلیں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے کہ ان کی پلک ان کی طرف نہیں لوٹتی اور ان کے دلوں میں کچھ سکت نہ ہوگی، اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں اور تم ان کے گھروں میں بسے جنہوں نے اپنا برا کیا تھا اور تم پر خوب کھل گیا جو ہم نے ان کے ساتھ کیا اور ہم نے تمہیں مثالیں دے کر بتا دیا اور بے شک وہ اپنا سا فریب چلے اور ان کا فریب اللہ کے قابو میں

ہے اور ان کا فریب کچھ ایسا نہ تھا جس سے پہاڑ ٹل جائیں تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا بے شک اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے، ان کے کرتے رال کے ہوں گے اور ان کے چہرے آگ ڈھانپ لے گی اس لئے کہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے بے شک اللہ کو حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی یہ لوگوں کو حکم پہنچانا ہے اور اس لئے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لئے کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لئے کہ عقل والے نصیحت مانیں''

جب انہوں نے قرآن سنا تو ان کے دل نرم پڑ گئے اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے لگے اور (حضور ﷺ کی دعوت کو) قبول کرلیا۔ جب حضور ﷺ کی اور ان کی گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب پاس سے گزرے تو انہوں نے حضور ﷺ کی آواز کو پہچان لیا اور فرمایا ''اے میرے بھتیجے! یہ تمہارے پاس کون لوگ ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''اے میرے چچا! یہ یثرب کے رہنے والے اوس و خزرج کے لوگ ہیں، ان کو بھی میں نے اسی بات کی دعوت دی جس کی دعوت ان سے پہلے دوسرے قبیلوں کو دے چکا ہوں۔ انہوں نے میری دعوت کو قبول کر کے میری تصدیق کی اور یہ کہا کہ وہ مجھے اپنے علاقہ میں لے جائیں گے'' چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب اپنی سواری سے نیچے اترے اور اپنی سواری کی ٹانگیں باندھ دیں۔ پھر ان سے کہا ''اے جماعت اوس و خزرج! یہ میرا بھتیجا ہے اور یہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اگر تم نے ان کی تصدیق کی ہے اور تم ان پر ایمان لے آئے ہو اور ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو میں تم سے اپنے دلی اطمینان کے لئے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم ان کو لے جا کر وہاں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دو گے اور ان کو دھوکا

نہیں دو گے کیونکہ تمہارے پڑوسی یہودی ہیں اور یہودی ان کے دشمن ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ وہ ان کے خلاف تدبیریں کریں گے" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار کیا تو یہ بات حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ پر بڑی گراں گزری، اس لئے انہوں نے کہا یارسول اللہؐ! آپ ہمیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایسا جواب دینے کی اجازت دیں جس میں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی جس سے آپ کو غصہ آئے یا آپ کو ناگوار گزرے بلکہ ایسا جواب دیں گے جس میں آپ کی دعوت کو قبول کرنے کی تصدیق ہوگی اور آپ پر ایمان کا اظہار ہوگا۔ آپ نے فرمایا اچھا! تم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ضرور جواب دو مجھے تم پر پورا اطمینان ہے۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی طرف چہرہ کر کے کہا:

"یارسول اللہؐ! ہر دعوت کا ایک راستہ ہوتا ہے کسی کا راستہ نرم ہوتا ہے اور کسی کا سخت۔ آج آپ نے ایسی دعوت دی ہے جو نئی بھی اور لوگوں کے لئے سخت اور کٹھن بھی ہے۔ آپ نے ہمیں اس بات کی دعوت دی ہے کہ ہم اپنا دین چھوڑ کر آپ کے دین کی اتباع کر لیں اور یہ بڑا مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے آپ کی اس بات کو قبول کر لیا اور آپ نے ہمیں اس بات کی دعوت دی ہے کہ لوگوں سے ہمارے دور اور قریب کے جتنے رشتے ہیں اور ان سے جس طرح کے تعلقات ہیں ان سب کو ہم ختم کر دیں (یعنی دین کے معاملہ میں صرف آپ کی مانیں اور کسی کی نہ مانیں) یہ بھی بڑا مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے اسے بھی قبول کر لیا۔ ہمارا مضبوط جتھا ہے جہاں ہم رہتے ہیں وہاں ہماری بڑی عزت ہے اور وہاں ہماری بہت چیزیں محفوظ ہیں۔ کوئی اس بات کو سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہمارا سردار باہر کا ایسا آدمی بن جائے جس کو اس کی قوم نے تنہا اور اس کے چچوں نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہو اور آپ نے ہم کو دعوت دی

(کہ آپ کو ہم اپنا سردار بنالیں) یہ بھی بڑا مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے آپ کی اس بات کو بھی قبول کرلیا۔لوگوں کو یہ تمام کام ناپسند ہیں۔ان کاموں کو صرف وہی پسند کرے گا جس کی ہدایت کا اللہ نے فیصلہ کرلیا ہو اور جو ان کاموں کے انجام میں خیر چاہتا ہو۔ہم نے آپ کے ان تمام کاموں کو دل و جان سے قبول کرلیا ہے اور انہیں قبول کرنے کا زبان سے اقرار کررہے ہیں اور ان کے پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت خرچ کریں گے اور آپ جو کچھ لائے ہیں اس پر ہم ایمان لا رہے ہیں اور اس معرفت خداوندی کی ہم تصدیق کر رہے ہیں جو ہمارے دلوں میں پیوست ہوگئی ہے۔ان تمام باتوں پر ہم آپ سے بیعت ہوتے ہیں اور ہم اپنے رب اور آپ کے رب سے بیعت ہوتے ہیں۔اللہ (کی مدد) کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے اوپر ہے اور آپ کے خون کی حفاظت کے لئے ہم اپنے خون بہادیں گیا اور آپ کی جان کو بچانے کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں گے اور ان تمام چیزوں سے ہم آپ کی حفاظت کریں گے جن پر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔اگر ہم اپنے اس عہد کو پورا کریں گے تو اللہ کے لئے پورا کریں گے اور اگر ہم اس عہد کی خلاف ورزی کریں گے تو یہ اللہ سے غداری ہوگی جو ہماری انتہائی بد نصیبی ہوگی۔یارسول اللہ ﷺ یہ ہماری تمام گزارشات سچی ہیں اور ان گزارشات کو پورا کرنے کے لئے ہم اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں''

اس کے بعد حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرف چہرہ کرکے کہا:

اے وہ شخص جو اپنی بات کہہ کر ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان آگیا ہے۔اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ کا ان باتوں سے کیا مقصد ہے؟

آپ نے یہ کہا ہے کہ یہ آپ کے بھتیجے ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ کے محبوب ہیں تو ہم نے بھی ان کی وجہ سے اپنے قریب اور دور کے تمام رشتہ داروں سے تعلقات توڑ لئے ہیں اور ہم اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے ان کو اپنے پاس سے بھیجا ہے، یہ جھوٹے نہیں ہیں اور جو کلام یہ لائے ہیں وہ انسانوں کے کلام سے ملتا جلتا نہیں ہے۔ باقی آپ نے جو یہ کہا ہے کہ آپ ان کے بارے میں ہم سے مطمئن ہوں گے جب آپ ہم سے پختہ عہد لے لیں گے تو حضور ﷺ کے لئے ہم سے جو بھی کوئی پختہ عہد لینا چاہے ہمیں اس سے انکار نہیں ہے۔ لہٰذا آپ جو عہد لینا چاہتے ہیں لے لیں"

پھر حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہؐ! اپنی ذات کے لئے آپ جو عہد ہم سے لینا چاہیں لے لیں اور اپنے رب کے لئے جو شرطیں ہم پر لگانا چاہیں لگا لیں"۔ آگے ان حضرات کے بیعت ہونے کا قصہ ہے۔

(حیاۃ الصحابۃ (۱/۱۴۱))

﴿قبیلہ خشعم کے کچھ آدمیوں کا قبول اسلام﴾

حضرت عبداللہ بن محمود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ قبیلہ خشعم کے چند آدمی کہتے تھے کہ جن باتوں کی وجہ سے ہمیں اسلام کی دعوت ملی ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ ہم بت پرست قوم تھے ایک دن ہم لوگ اپنے ایک بت کے پاس تھے کہ کچھ لوگ اس بت کے پاس اپنا ایک فیصلہ لے کر آئے انہیں امید تھی کہ جس بات میں ہمارا اختلاف ہو رہا ہے اس کا حل ہمیں اس بت سے مل جائے گا کہ اتنے میں ایک غیبی آواز دینے والے نے انہیں آواز دے کر کہا:

''اے جسم والے انسانو! اے بوڑھے بچے چھوٹے بڑے تمام انسانو!
تم بالکل بے عقل ہو اور اپنے فیصلے تم نے بتوں کے سپرد کر رکھے ہیں
کیا تم سب حیرت میں سوئے ہوئے ہو، کیا تمہیں وہ چیز نظر نہیں
آ رہی جو میرے سامنے ہے؟ وہ ایک روشن نور ہے جو اندھیرے کی
اندھیری کو بھی دور کر رہا ہے۔ وہ نور دیکھنے والوں کے لئے تہامہ کے
پہاڑوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ وہ نبی ﷺ ہیں جو تمام مخلوق کے
سردار ہیں اور کفر کے بعد اسلام لے کر آئے ہیں رحمان نے ان کا
خاص اکرام فرمایا ہے۔ یہ امام، رسول، سچی گفتگو والے اور سب سے
زیادہ انصاف والا فیصلہ کرنے والے ہیں، وہ نماز، روزے، نیکی اور
صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو گناہوں سے، پلیدی سے، بتوں
سے اور حرام کاموں سے روکتے ہیں اور وہ قبیلہ بنو ہاشم میں سے ہیں
اور سب سے اعلیٰ نسب والے ہیں اور اللہ کے قابل احترام شہر مکہ میں
وہ یہ سارے کام علی الاعلان کر رہے ہیں''

جب ہم نے یہ سنا تو ہم اس بت کے پاس اٹھ کر آ گئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ البدایۃ والنھایۃ (۲۴۳/۲)

﴿صلح حدیبیہ﴾

(اسلام کی سب سے بڑی فتح)

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک جگہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں کی ایک جماعت لے کر مقام غمیم پر حالات معلوم کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا تم دائیں طرف کو ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! حضرت خالد کو حضور ﷺ کے قافلہ کی خبر اس وقت ہوئی جب کہ یہ لوگ عین ان کے سر پر پہنچ گئے اور انہیں اس قافلہ کا غبار نظر آیا۔

حدیبیہ میں لشکر اسلام کا پڑاؤ:

جب حضرت خالد کو پتہ چلا تو انہوں نے گھوڑا دوڑا کر قریش کو آپ کی آمد کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ جب آپ اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ کی طرف راستہ جاتا تھا تو آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ اس اونٹنی کا نام قصواء تھا لوگوں نے (اسے اٹھانے کے لئے عرب کے رواج کے مطابق) حل حل کہا لیکن وہ بیٹھی رہی تو لوگوں نے کہا قصواء اڑ گئی ہے قصواء اڑ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قصواء اڑی نہیں ہے اور نہ اس طرح اڑ جانا اس کی عادت ہے بلکہ اس کو اسی ذات نے روکا ہے جس نے ہاتھیوں کو روکا تھا۔ یعنی اللہ نے پھر آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کفار مکہ مجھ سے جونسی بھی ایسی تجویز کا مطالبہ کریں گے جس سے وہ اللہ کی قابل احترام چیزوں کی تعظیم کر رہے ہوں گے۔ میں ان کی ایسی تجویز کو ضرور مان لوں گا۔ پھر آپ اس اونٹنی کو جھڑکا تو وہ فوراً کھڑی ہوگئی پھر آپ نے مکہ کا راستہ چھوڑ دیا اور وادی حدیبیہ کے آخری کنارے پر پڑاؤ ڈالا جہاں ایک چشمہ میں سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل رہا تھا۔

معجزۂ نبویؐ کا ظہور:

صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا اور فرمایا کہ اسے اس چشمہ میں گاڑ دو (صحابہ رضی اللہ عنہم نے وہ تیر اس چشمہ میں گاڑ دیا) تو جب تک صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں رہے اس چشمہ میں سے پانی جوش مار کر پھوٹتا رہا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے خوب سیراب ہوتے رہے۔

بدیل بن ورقاء کی آمد:

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وادی حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اتنے میں بدیل بن ورقاء اپنی قوم خزاعہ کی ایک جماعت کو لے کر آئے اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے آپ کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے انہوں نے کہا میں کعب بن لوی اور عامر بن لوی کے پاس سے آ رہا ہوں۔ انہوں نے حدیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ ڈالا ہوا ہے (اور وہ لڑنے کے لیے پوری طرح تیار ہو کر سارا سامان لے کر آئے ہیں حتیٰ کہ) ان کے ساتھ بیاہی اور بچے والی اونٹنیاں بھی ہیں وہ آپ سے لڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو بیت اللہ سے روکیں گے۔ آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں (ہم بہت حیران ہیں کہ وہ لڑائی کے لئے تیار ہو کر آ گئے ہیں حالانکہ) لڑائیوں نے تو قریش کو بہت تھکا دیا ہے اور ان کو بہت نقصان پہنچایا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان سے ایک عرصہ تک کے لئے صلح کرنے کو تیار ہوں۔ اس عرصہ میں وہ میرے اور لوگوں کے درمیان کوئی مداخلت نہیں کریں گے (اور میں اس عرصہ میں دوسرے لوگوں کو دعوت دیتا رہوں گا) اگر دعوت دے کر میں لوگوں پر غالب آ گیا (اور لوگ میرے دین میں داخل ہو گئے) تو پھر قریش کی مرضی ہے اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں دوسرے لوگ داخل ہوئے ہوں گے اور اگر میں غالب نہ آیا (اور دوسرے لوگوں نے غالب آ کر مجھے ختم کر دیا) تو پھر یہ لوگ آرام سے رہیں اور اگر وہ صلح کرنے سے انکار کر دیں تو اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے ان سے اس دین کے لئے ضرور لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن

میرے جسم سے الگ ہو جائے (یعنی مجھے مار دیا جائے) اور اللہ کا دین ضرور چل کر رہے گا۔ حضرت بدیل نے کہا آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں میں وہ سب اہل مکہ کو پہنچا دوں گا۔

عروہ بن مسعود کی خدمت رسولؐ میں حاضری:

چنانچہ حضرت بدیل وہاں سے چل کر قریش کے پاس پہنچے اور ان سے کہا ہم اس آدمی کے پاس سے آپ کے پاس آ رہے ہیں اور ہم نے اس کو ایک بات کہتے ہوئے سنا ہے اگر آپ چاہیں تو ہم اس کی بات آپ کو پیش کر دیں۔ اہل مکہ کے نادان قسم کے لوگوں نے کہا ہمیں ان کی کوئی بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ان میں سے سمجھدار لوگوں نے کہا تم نے ان سے جو سنا ہے وہ ہمیں ضرور بتاؤ۔ حضرت بدیل نے کہا میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور ان کو حضور ﷺ کی ساری بات بتائی تو حضرت عروہ بن مسعود نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا میں تمہارے لئے والد کا درجہ نہیں رکھتا ہوں؟ انہوں نے کہا رکھتے ہیں۔ عروہ نے کہا کیا تم میرے لئے اولاد کی طرح نہیں ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! اولاد کی طرح ہیں، عروہ نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اہل عکاظ کو تمہاری مدد کے لئے آمادہ کیا تھا لیکن جب وہ تیار نہ ہوئے تو میں اپنے گھر والوں اور اپنے بچوں اور اپنے مطیع و فرمانبردار انسانوں کو لے کر تمہاری مدد کے لئے آ گیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں معلوم ہے۔ عروہ نے کہا کہ اس آدمی نے (یعنی حضور ﷺ نے) تمہارے سامنے ایک بھلی اور اچھی تجویز پیش کی ہے تم اس کو قبول کر لو اور مجھے اس سلسلے میں بات کرنے کے لیے ان کے پاس جانے دو۔ مکہ والوں نے کہا ضرور جاؤ چنانچہ عروہ حضور ﷺ کے پاس گئے اور حضور ﷺ سے بات کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے جو کچھ بدیل کو فرمایا تھا وہی آپ نے ان سے بھی کہا تو اس پر عروہ نے کہا اے محمد! آپ ہی بتایئے کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تو کیا آپ نے سنا ہے کہ آپ سے پہلے عرب کے کسی آدمی نے اپنے خاندان والوں کو جڑ سے اکھیڑ دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی یعنی قریش تم پر غالب آ گئے تو میں تمہارے ساتھ قابل اعتماد اور وفادار لوگوں کا مجمع نہیں دیکھ رہا ہوں بلکہ ادھر ادھر کے متفرق لوگوں کی بھیڑ ہے، جو (جنگ شروع ہوتے ہی) تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تو اپنے معبود (لات بت) کی پیشاب گاہ چوس، کیا ہم حضور ﷺ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں اب تک بدلہ نہیں دے سکا تو میں تمہاری اس بات کا جواب ضرور دیتا۔ عروہ حضور ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے حضور ﷺ کی داڑھی کو ہاتھ لگانے لگتے اور (عروہ کے بھتیجے) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تلوار لئے اور سر پر خود پہنے ہوئے حضور ﷺ کے سرہانے کھڑے تھے۔ جب بھی عروہ حضور ﷺ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو حضرت مغیرہ اس کے ہاتھ کو تلوار کا دستہ مارتے اور کہتے کہ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک سے اپنے ہاتھ دور رکھو۔ چنانچہ عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا یہ آدمی کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہیں عروہ نے کہا او غدار! کیا میں تیری غداری کو ابھی تک نہیں بھگت رہا ہوں؟ (یعنی تم نے جو قتل کیا تھا اس کا خون بہا میں ابھی تک دے رہا ہوں اور جو تم نے مال لوٹا تھا اس کا تاوان اب تک بھر رہا ہوں)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ سفر میں گئے تھے۔ ان کو قتل کر کے اور ان کا مال لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آ گئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے صاف فرمایا تھا کہ تمہارا اسلام تو قبول ہے لیکن تم جو مال لائے ہو اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے (عروہ کا اشارہ اسی قصہ کی طرف تھا)

پھر عروہ حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑے غور سے دیکھنے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضور ﷺ جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔ حضور ﷺ جب انہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اسے فوراً کرتے اور جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے وضو کے پانی کو لینے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور جب آپ گفتگو فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں آپ کی اتنی عظمت تھی کہ وہ آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس

واپس گئے اور ان سے یہ کہا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری اتنی کرتے ہوں جتنی محمد (ﷺ) کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) محمد کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! حضور ﷺ جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ پر لے کر اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا اور انہیں جس کام کے کرنے کا حکم دیتے اس کام کو وہ فوراً کرتے اور وہ جب وضو کرتے تو ان کے وضو کا پانی لینے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور وہ جب گفتگو فرماتے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے یعنی خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکتے اور انہوں نے تمہارے سامنے ایک اچھی تجویز پیش کی ہے تم اسے قبول کر لو۔

بنو کنانہ کے ایک آدمی کی آمد:

اس کے بعد بنو کنانہ کے ایک آدمی نے کہا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ مکہ والوں نے کہا ضرور جاؤ۔ جب یہ آدمی حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب پہنچا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ فلاں آدمی ہے اور یہ اس قوم کا آدمی ہے جو قربانی کے اونٹوں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں لہٰذا تم جو قربانی کے اونٹ لے کر آئے ہو وہ اس کے سامنے کھڑے کر دو چنانچہ وہ اونٹ اس کے سامنے کھڑے کر دیئے گئے اور لوگوں نے لبیک پڑھتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ اس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے کہا سبحان اللہ! ان لوگوں کو تو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکنا چاہئے۔

اس آدمی نے اپنے ساتھیوں کو واپس جا کر یہ کہا کہ میں یہ منظر دیکھ کر آیا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قربانی کے اونٹوں کے گلے میں قلاوہ (یعنی ہار) ڈالا ہوا ہے اور ان کے کوہان کو زخمی کیا ہوا ہے (اس زمانے میں قربانی کے اونٹ کے ساتھ یہ دو کام کئے جاتے تھے تا کہ ان نشانیوں سے ہر ایک کو پتہ چل جائے کہ یہ قربانی کا اونٹ ہے یعنی وہ لوگ عمرہ کے لئے تیار ہو کر آئے ہیں اس لئے) میری رائے نہیں ہے کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ ان میں سے مکرز بن حفص نامی ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا ذرا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ لوگوں نے کہا ضرور جاؤ۔ جب وہ حضور ﷺ کے قریب آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

یہ تو مکرز ہے۔ وہ آ کر حضور ﷺ سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں سہیل بن عمرو آ گئے۔

سہیل بن عمرو کی آمد:

معمر راوی کہتے ہیں کہ مجھے ایوب نے عکرمہ سے یہ نقل کیا ہے جب سہیل بن عمرو آئے تو حضور ﷺ نے ان کے نام سے نیک فال لیتے ہوئے کہا اب تمہارا کام آسان ہو گیا (کیونکہ سہیل سہل سے ہے اور سہل کا معنیٰ ہے آسانی) معمر کہتے ہیں کہ زہری اپنی حدیث میں یوں بیان کرتے ہیں کہ سہیل نے کہا آیئے صلح نامہ لکھ لیتے ہیں حضور ﷺ نے لکھنے والے کو بلایا اور اس سے فرمایا لکھو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سہیل نے کہا مجھے تو پتہ نہیں کہ رحمان کون ہوتا ہے؟ اس لئے آپ بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھیں جیسے پہلے لکھا کرتے تھے۔ صحابہ ﷺ نے کہا نہیں نہیں ہم تو صرف بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی بات نہیں بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھ دو۔ پھر آپ نے فرمایا یہ لکھو ھٰذَا مَاقَاضیٰ عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جس کا محمد رسول اللہ نے فیصلہ کیا ہے تو سہیل نے کہا کہ اگر ہم یہ مان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ ہم آپ سے جنگ کرتے (صلح نامہ میں وہ بات لکھی جاتی ہے جو فریقین کو تسلیم ہو) اس لئے محمد بن عبداللہ لکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! چاہے تم نہ مانو، ہوں تو میں اللہ کا رسول لیکن محمد بن عبداللہ لکھ دو۔

صلح کی شرائط:

حضرت زہری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کافروں کی ہر بات اس لئے مان رہے تھے کیونکہ قصواء اونٹنی کے بیٹھ جانے پر آپ نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ کفار مکہ مجھ سے جونسی بھی ایسی تجویز کا مطالبہ کریں گے جس سے وہ اللہ کی قابل احترام چیزوں کی تعظیم کر رہے ہوں گے تو میں ان کی ایسی ہر تجویز کو ضرور مان لوں گا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ صلح کی شرط یہ ہو گی کہ تم ہمیں بیت اللہ کا طواف کرنے دو گے سہیل نے کہا کہ اگر آپ اسی سال بیت اللہ کا طواف کریں گے تو سارے عرب میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ ہم مکہ والے آپ سے دب گئے۔ اس لئے آپ اس سال نہ کریں اگلے سال کر لینا۔ چنانچہ یہ بات صلح نامہ

میں لکھی گئی (کہ اگلے سال طواف اور عمرہ کریں گے) سہیل نے کہا صلح نامہ کی ایک شرط یہ ہوگی کہ ہم میں سے جو آدمی بھی آپ کے پاس چلا جائے گا چاہے وہ آپ کے دین پر ہو آپ اسے ہمارے پاس واپس کر دیں گے۔ مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے اور اسے مشرکوں کے پاس واپس کر دیا جائے؟

ابوجندل کا مشرکین کی قید سے فرار:

ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں چلتے ہوئے آگئے۔ یہ مکہ کے نیچے والے حصہ میں قید تھے۔ وہاں سے کسی طرح نکل کر آگئے اور گرتے پڑتے مسلمانوں کے مجمع میں پہنچ گئے۔ سہیل نے کہا اے محمد! میرا مطالبہ یہ ہے کہ صلح کی اس شرط کے مطابق آپ سب سے پہلے مجھے یہ آدمی واپس کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ کی تحریر پوری نہیں ہوئی (لہٰذا ابھی تو معاہدہ نہیں ہوا) سہیل نے کہا اللہ کی قسم! پھر تو میں آپ سے ہرگز صلح نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اسے میری وجہ سے ہی چھوڑ دو۔ سہیل نے کہا نہیں میں اسے آپ کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو، چھوڑ دو۔ سہیل نے کہا نہیں، میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر مکرز نے کہا اچھا ہم اسے آپ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا اے مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا تھا اور اب مجھے مشرکوں کی طرف واپس کیا جا رہا ہے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں کتنی مصیبتیں اٹھا رہا ہوں؟ اور واقعی انہیں اللہ کی خاطر سخت مصیبتیں پہنچائی گئی تھی۔

حضرت عمرؓ کا جوش وجذبہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں، میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے کہا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا

لیکن کیا میں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ جائیں گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔آپ نے فرمایا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟انہوں نے کہا بے شک، یہ اللہ کے سچے نبی ہیں، میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔میں نے کہا پھر کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے آدمی! وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے ہیں اور اللہ ان کا مددگار ہے۔ تم ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو۔اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔میں نے کہا کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے انہوں نے کہا ہاں انہوں نے کہا تھا لیکن کیا انہوں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں اور انہوں نے کہا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے۔اس کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس گستاخی کی معافی کے لئے بہت اعمال خیر کئے۔

حضرت ام سلمہؓ کا قیمتی مشورہ:

راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب صلح نامہ کی لکھائی سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اٹھو، اپنی قربانی ذبح کرو پھر اپنے سر مونڈ لو۔راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! کوئی آدمی بھی کھڑا نہ ہوا حتیٰ کہ آپ نے یہ حکم تین مرتبہ فرمایا۔جب ان میں سے کوئی بھی نہ کھڑا ہوا تو حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف سے آپ کو جو پریشانی پیش آ رہی تھی وہ ان کو بتائی، انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ کروانا چاہتے ہیں؟ آپ باہر تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کریں بلکہ اپنی قربانی ذبح کریں اور اپنے نائی کو بلا کر سر منڈا لیں۔چنانچہ آپ باہر تشریف لائے اور ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کی اور اپنی قربانی کو ذبح کیا اور آپ نے نائی کو بلا کر اپنے بال منڈوائے۔

جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی کھڑے ہو کر اپنی قربانیاں ذبح کیں اور ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے اور رنج اور غم کے مارے یہ حال تھا کہ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے پھر آپ کے پاس چند مومن عورتیں آئیں جن کے متعلق اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ۔ سے لے کر بِعِصَمِ الْکَوَافِرِ۔ تک۔

"اے ایمان والو جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر تو ان کو جانچ لو۔ اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔ پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو مت پھیرو ان کو کافروں کی طرف۔ نہ یہ عورتیں حلال ہیں ان کافروں کو اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو۔ اور دے دو ان کافروں کو جو ان کا خرچ ہوا ہو۔ اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کر لو ان عورتوں سے، جب ان کو دو ان کے مہر، اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے"

چنانچہ اس حکم کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو عورتوں کو طلاق دے دی جو مشرکہ تھیں ان میں سے ایک سے معاویہ بن ابی سفیان اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کی (یہ دونوں حضرات بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے)

حضرت ابو بصیرؓ کی جرأت کا قصہ:

پھر حضور ﷺ مدینہ واپس آ گئے۔ اتنے میں قریش کے ابو بصیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس آ گئے۔ مکہ والوں نے ان کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی بھیجے کہ آپ سے ہم نے جو معاہدہ کیا ہے اسے پورا کریں۔ آپ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں ان کو لے کر وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ ذوالحلیفہ پہنچ کر ٹھہر گئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا اے فلانے! مجھے تمہاری تلوار بڑی عمدہ نظر آ رہی ہے اس نے نیام سے تلوار نکال کر کہا

ہاں اللہ کی قسم! یہ تو بہت عمدہ تلوار ہے اور میں نے اسے بہت لوگوں پر آزمایا ہے۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے دکھاؤ میں اسے دیکھوں اس نے تلوار ان کے حوالے کر دی۔ انہوں نے اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا وہاں سے مدینہ کی طرف بھاگ پڑا اور دوڑتا ہوا وہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا۔ حضور ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا اس نے کوئی گھبراہٹ کی چیز دیکھی ہے جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے کہا میرا ساتھی تو مارا جا چکا اب میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد ابوبصیر رضی اللہ عنہ پہنچے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا کروا دیا کہ آپ نے تو مجھے واپس کر دیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں سے چھٹکارا دلا دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کا ستیاناس ہو یہ لڑائی بھڑکانے والا ہے۔ کاش کوئی اسے سنبھالنے والا ہوتا۔ جب حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو وہ سمجھ گئے (کہ اب بھی اگر مکہ سے ان کو کوئی لینے آیا) تو حضور ﷺ ان کو واپس کر دیں گے چنانچہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آ پڑے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مکہ والوں سے چھوٹ کر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے۔ اسی طرح قریش کا جو شخص بھی مسلمان ہوتا وہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہو گئی۔ اللہ کی قسم ان لوگوں کو جب خبر لگتی کہ قریش کا کوئی تجارتی قافلہ ملک شام جا رہا ہے تو اس پر ٹوٹ پڑتے ان کو قتل کر دیتے اور ان کا مال لے لیتے۔ حتیٰ کہ کفار قریش نے (پریشان ہو کر) حضور ﷺ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلا لیں (تاکہ یہ معاہدہ میں داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے) اور اس کے بعد جو بھی آپ کے پاس آئے گا اسے امن ہے ہم اسے واپس نہ لیں گے) چنانچہ حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر ان کو مدینہ بلوا لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَکَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ۔ سے لے کر اَلْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ۔ تک۔

''اور وہی ہے جس نے روک رکھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور
تمہارے ہاتھوں کو ان سے بیچ شہر مکہ کے، بعد اس کے کہ تمہارے
ہاتھ لگا دیا ان کو'' سے لے کر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک'' جب رکھی
منکروں نے اپنے دلوں میں ''کد'' (نادانی کی ضد)

ان کافروں کی ضد یہ تھی کہ انہوں نے نہ تو حضور ﷺ کے نبی ہونے کا اقرار کیا اور نہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھے جانے کو مانا اور مسلمانوں کے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ بن گئے۔

حضرت عثمانؓ کی بحیثیت سفیر مکہ روانگی:

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے حدیبیہ میں قیام فرمانے کی وجہ سے قریش گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے مناسب سمجھا کہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو قریش کے پاس بھیجیں چنانچہ آپ نے قریش کے پاس بھیجنے کے لئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے مجھے انکار نہیں ہے لیکن) میں اہل مکہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہوں اگر انہوں نے مجھے کوئی تکلیف پہنچائی تو مکہ میں (میرے خاندان) بنو کعب میں سے ایسا کوئی نہیں ہے جو (میرا دفاع کرے اور) میری وجہ سے ناراض ہو۔ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں کیونکہ ان کا خاندان مکہ میں ہے تو جو پیغام آپ بھیجنا چاہتے ہیں وہ اہل مکہ کو پہنچا دیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا کر قریش کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا کہ انہیں یہ بتا دو کہ ہم (کسی سے) لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ اور ان کو اسلام کی طرف دعوت دینا اور آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بھی حکم دیا کہ مکہ میں جو مومن مرد اور عورتیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس جا کر ان کو فتح کی خوشخبری سنا دیں اور ان کو بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب مکہ میں اپنے دین کو ایسا غالب کر دیں گے کہ پھر کسی کو اپنا ایمان چھپانے کی ضرورت نہیں رہے گی یہ خوشخبری دے کر آپ مکہ کے کمزور مسلمانوں کو (ایمان پر) جمانا چاہتے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے (مکہ کے راستے) مقام بلدح میں ان کا قریش کی ایک جماعت پر گزر ہوا۔ قریش نے پوچھا کہاں؟ (جا رہے ہو) انہوں نے کہا حضور ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دوں اور تمہیں بتا دوں کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا تھا انہوں نے ویسے ان کو دعوت دی۔ انہوں نے کہا ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ ابان بن سعید بن عاص نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی پناہ میں لیا اور اپنے گھوڑے کی زین کسی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے گھوڑے پر آگے بٹھا کر مکہ تشریف لے گئے پھر قریش نے بدیل بن ورقاء خزاعی اور قبیلہ بنو کنانہ کے ایک شخص کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی آئے آگے حدیث اور بھی ہے۔

کنز العمال (۲۸۸/۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اہل مکہ سے (دب کر) صلح کی اور ان کی ساری باتیں مان لیں۔ اگر حضور ﷺ کسی اور کو امیر بنا کر بھیجتے اور وہ اس طرح کرتا جیسے حضور ﷺ نے کیا تو میں اس کی نہ کوئی بات سنتا اور نہ مانتا۔ آپ نے ان کی یہ شرط بھی مان لی تھی کہ جو کافر (مسلمان ہو کر) مسلمانوں کے پاس جائے گا مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ اور جو مسلمان (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ) کافر ہو کر کافروں کے پاس جائے گا۔ کافر اسے واپس نہیں کریں گے۔

کنز العمال (۲۸۶/۵)

اسلام میں فتح حدیبیہ سے بڑی کوئی فتح نہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں فتح حدیبیہ سے بڑی کوئی فتح نہیں ہے محمد ﷺ اور ان کے رب کے درمیان جو معاملہ تھا لوگ اسے سمجھ نہ سکے۔ بندے جلد بازی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرح جلد بازی نہیں کرتے بلکہ (اپنی ترتیب اور ارادے کے مطابق) ہر کام کو اپنے مقرر کردہ وقت پر کرتے ہیں۔ یہ منظر بھی میرے سامنے

ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ قربان گاہ میں کھڑے ہو کر قربانی کی اونٹنیاں حضور ﷺ کے قریب کر رہے تھے اور حضور ﷺ ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے تھے پھر آپ نے نائی کو بلا کر اپنے بال منڈوائے تو میں نے دیکھا کہ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بالوں کو چن چن کر اپنی آنکھوں پر رکھ رہے تھے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہی سہیل رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کے (معاہدہ نامہ میں) لکھے جانے سے انکار کر دیا تھا (یہ دیکھ کر) میں نے اس اللہ کی تعریف کی جس نے ان کو اسلام کی ہدایت دی۔

کنز العمال (۲۸۶/۵)

﴿فتح مکہ﴾

(اسلامی تاریخ کا ناقابل فراموش واقعہ)

لشکر اسلام کی روانگی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ (مدینہ سے) روانہ ہوئے اور اپنے پیچھے حضرت ابورہم کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا امیر بنایا۔ آپ دس رمضان کو روانہ ہوئے۔ آپ نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ روزہ رکھا۔ عسفان اور امج کے درمیان کدید نامی چشمے پر پہنچ کر روزے رکھنے چھوڑ دیئے پھر وہاں سے چل کر دس ہزار مسلمانوں کی ہمراہی میں مرالظہران مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ مزینہ اور سلیم کے ایک ہزار آدمی بھی تھے ہر قبیلہ سامان اور ہتھیار سے لیس تھا۔ اس سفر میں تمام مہاجرین اور انصار حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا تھا۔ قریش کو پتہ بھی نہ چلا اور آپ مرالظہران پہنچ گئے۔ حضور ﷺ کی کوئی خبر ان تک نہ پہنچ سکی اور وہ یہ جان نہ سکے کہ حضور ﷺ کیا کرنے والے ہیں۔ ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اس رات معلومات حاصل کرنے اور دیکھ بھال کرنے کی غرض سے نکلے کہ کہیں سے کچھ پتہ چلے یا کسی سے کوئی خبر سنیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ راستہ میں حضور ﷺ کے ساتھ مل گئے تھے۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (حضور ﷺ کے چچازاد بھائی) اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ (حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) مدینہ اور مکہ کے درمیان حضور ﷺ کے پاس پہنچ گئے ان دونوں نے آپ کی خدمت میں حاضری کی درخواست کی۔ حضرت ام سلمہ نے حضور ﷺ سے ان دونوں کی سفارش کی اور عرض کیا یارسول اللہ! ان میں سے ایک تو آپ کا چچازاد بھائی ہے اور دوسرا آپ کا پھوپھی زاد بھائی اور سسرالی رشتہ دار (سالہ) ہے۔ آپ نے

فرمایا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔اس چچازاد بھائی نے تو مجھے مکہ میں بہت ہی بے عزت کیا تھا اور اس پھوپھی زاد بھائی اور سالے نے مکہ میں بہت سخت باتیں کہی تھیں۔ جب ان دونوں کو حضور ﷺ کے اس جواب کا پتہ چلا تو ابوسفیان کی گود میں اس کا ایک چھوٹا بیٹا تھا اس نے کہا یا تو حضور ﷺ مجھے (اپنی خدمت میں حاضری کی) اجازت دے دیں نہیں تو میں اپنے اس بیٹے کی انگلی پکڑ کر جنگل نکل جاؤں گا اور وہیں کہیں بھوکے پیاسے ہم دونوں مرجائیں گے۔ جب یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ کو ان دونوں پر ترس آ گیا۔آپ نے ان دونوں کو آنے کی اجازت دے دی۔وہ دونوں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔

حضرت عباسؓ کی قریش کے لئے ہمدردی:

جب حضور ﷺ مرالظہر ان میں ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت عباس نے کہا ہائے قریش کی ہلاکت۔اگر حضور ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور مکہ والوں نے حضور ﷺ سے امن طلب نہ کیا تو قریش ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے سفید خچر پر سوار ہو کر چلا یہاں تک کہ میں اراک مقام پر پہنچ گیا۔میں نے سوچا شاید مجھے کوئی لکڑیاں چننے والا یا دودھ والا یعنی چرواہا یا کوئی ضرورت سے آیا ہوا آدمی مل جائے جو مکہ جا کر حضور ﷺ کی آمد کی ان کو خبر دے تا کہ وہ حضور ﷺ کے فاتحانہ داخل ہونے سے پہلے ہی حضور ﷺ سے امن لے لیں۔

ابوسفیان، حضرت عباسؓ کی پناہ میں:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خچر پر چلا جا رہا تھا اور کسی آدمی کی تلاش میں تھا کہ اتنے میں مجھے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی آواز سنائی دی۔وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ابوسفیان کہہ رہا تھا کہ میں نے آج تک نہ اتنی بڑی تعداد میں جلتی ہوئی آگ دیکھی اور نہ کبھی اتنا بڑا لشکر دیکھا۔بدیل کہہ رہا تھا اللہ کی قسم یہ آگ قبیلہ خزاعہ کی ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ لڑائی کے ارادے سے نکلے ہیں ابوسفیان نے جواب دیا کہ خزاعہ کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ وہ اتنی جگہ آگ جلائیں اور ان کا اتنا بڑا لشکر ہو۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا۔میں نے ان کو آواز دی اے

ابو حنظلہ !انہوں نے میری آواز پہچان لی اور کہا تم ابوالفضل ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ اس وقت تم یہاں کیسے؟ میں نے کہا اے ابوسفیان! تیرا ناس ہو یہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لے کر آئے ہوئے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہائے قریش کی ہلاکت! اس نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ اب بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا اگر تم ان کے ہاتھ لگ گئے تو تمہاری گردن ضرور اڑا دی جائے گی۔ تم میرے ساتھ اس خچر پر سوار ہو جاؤ تا کہ میں تمہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لے جا کر تمہیں ان سے امن دلوا دوں۔

چنانچہ اس کے دونوں ساتھی تو واپس چلے گئے اور وہ میرے پیچھے سوار ہو گئے۔ میں ابو سفیان کو تیزی سے لے کر چلا۔ جب بھی مسلمانوں کی کسی آگ کے پاس سے گزرتا وہ پوچھتے یہ کون ہے؟ لیکن حضور ﷺ کے خچر کو دیکھ کر کہتے یہ تو حضور ﷺ کے چچا حضور ﷺ کے خچر پر جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی آگ کے پاس سے گزرنے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اور کھڑے ہو کر میرے پاس آگئے جب انہوں نے میرے پیچھے خچر پر سوار ابوسفیان کو دیکھا تو کہنے لگے یہ تو اللہ کا دشمن ابوسفیان ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے تم پر قابو دے دیا ہے اور اس وقت ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے اور وہ حضور ﷺ کی طرف دوڑ پڑے اور میں نے بھی خچر کو ایڑ لگائی اور میں ان سے آگے نکل گیا اور ظاہر ہے کہ سوار پیدل آدمی سے آگے نکل ہی جاتا ہے۔ آگے جا کر میں خچر سے کود پڑا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان ہے جس پر اللہ نے قابو دے دیا ہے اور اس کا ہمارا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں ان کو پناہ دے چکا ہوں۔ پھر میں نے حضور ﷺ کے پاس بیٹھ کر عرض کیا اللہ کی قسم! آج رات تو بس میں اکیلے ہی ان سے بات چیت کروں گا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں زیادہ زور لگایا تو میں نے

کہا اے عمر بس کرو۔ اگر یہ بنوعدی بن کعب خاندان میں سے ہوتے تو تم اتنی باتیں نہ کرتے لیکن تمہیں پتہ ہے یہ بنوعبد مناف میں سے ہے (اس لئے اتنا زور لگا رہے ہو) انہوں نے کہا اے عباس رضی اللہ عنہ ٹھہرو تمہارے اسلام لانے سے مجھے جتنی خوشی ہوئی اگر میرا باپ اسلام لاتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارا اسلام لانا حضور ﷺ کے لئے میرے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ باعث خوشی تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عباس رضی اللہ عنہ اس وقت تو تم ان کو اپنی قیام گاہ میں لے جاؤ۔ صبح میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ ان کو میں اپنی قیام گاہ پر لے آیا۔ انہوں نے میرے پاس رات گزاری۔ صبح میں ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ ان کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو۔ کیا تمہارے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ بہت بزرگ اور بہت حلم والے اور بہت زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔ اب تو مجھے یقین ہو گیا کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا تو میرے کسی کام تو آتا۔

ابوسفیانؓ کا اسلام:

آپ نے فرمایا اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو کیا تمہارے لئے ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم ٥ اس بات کا یقین کر لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ تو بہت بزرگ اور بہت حلم والے اور بہت زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔ اس کے بارے میں ابھی تک دل میں کچھ کھٹک ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو سفیان! تیرا ناس ہو مسلمان ہو جاؤ قبل اس کے کہ تمہاری گردن اڑا دی جائے تم کلمہ شہادت:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

پڑھ لو۔ چنانچہ ابوسفیان نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے لئے اعزاز و افتخار پسند کرتے ہیں ان کو آپ کوئی خاص رعایت دے دیں۔ آپ نے فرمایا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے

امن ہے جو اپنے دروازے کو بند کر لے گا اسے امن ہے اور جو مسجد (حرام) میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے۔

اسلامی دستوں کی مکہ میں فاتحانہ آمد:

جب حضرت ابوسفیان واپس ہونے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے عباس رضی اللہ عنہ ان کو لے جا کر وادی میں اس جگہ کھڑا کر دو جہاں پہاڑ کا کچھ حصہ ناک کی طرح سے آگے نکلا ہوا ہے (وہ جگہ پہاڑوں کے درمیان تنگ تھی) تا کہ یہ وہاں سے تمام لشکروں کو گزرتے ہوئے دیکھیں۔ چنانچہ میں ان کو لے کر گیا اور وادی کی اس تنگ گھاٹی میں لے جا کر کھڑا کر دیا جہاں کا حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ وہاں سے قبائل اپنے جھنڈے لے کر گزرنے لگے جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان پوچھتے کہ یہ کون لوگ ہیں اے عباس؟ میں کہتا یہ بنوسلیم ہیں وہ کہتے مجھے بنوسلیم سے کیا واسطہ۔ پھر کوئی قبیلہ گزرتا وہ کہتے یہ کون لوگ ہیں؟ میں کہتا یہ مزینہ ہیں۔ وہ کہتے مجھے مزینہ سے کیا واسطہ۔ یہاں تک کہ تمام قبیلے گزر گئے۔ جو بھی قبیلہ گزرتا وہ پوچھتے یہ کون لوگ ہیں؟ میں کہتا یہ بنوفلاں ہیں۔ وہ کہتے ان سے مجھے کیا واسطہ۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ لوہے سے لیس سیاہ دستہ میں گزرے۔ ان میں مہاجرین اور انصار تھے۔ ان کی آنکھوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آتا تھا (یعنی سب نے خود اور زر ہیں پہن رکھی تھیں اور ہر طرح کے ہتھیار لگا رکھے تھے) انہوں نے (حیران ہو کر) کہا سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں۔ اے عباس؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ! مہاجرین اور انصار میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا اے ابوالفضل اللہ کی قسم! ان سے مقابلہ کی تو کسی میں ہمت اور طاقت نہیں ہے۔ آج تو تمہارے بھتیجے کی بادشاہت بہت بڑی ہو گئی ہے۔ میں نے کہا (یہ بادشاہت نہیں ہے) یہ نبوت ہے۔ انہوں نے کہا ہاں یہی (نبوت ہی) سہی۔ میں نے کہا اب تو اپنی قوم کی جا کر فکر کرو۔ چنانچہ وہ گئے اور مکہ میں پہنچ کر اونچی آواز سے یہ اعلان کیا اے قریش! یہ محمد تمہارے ہاں اتنا بڑا لشکر لے کر آ رہے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے ہو لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اسے امن مل جائے گا (اس اعلان پر غصہ ہو کر)

ان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے کھڑے ہو کر ان کی مونچھیں پکڑ لیں اور کہنے لگی اس کالے کلوٹے کمینے کو قتل کر دو (ان کو دشمن کی جاسوسی کے لئے بھیجا تھا) یہ تو بڑی بری خبر لانے والا ہے۔ انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو۔ اس عورت کی باتوں سے دھوکے میں نہ آ جانا کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ محمد (ﷺ) ایسا لشکر لے کر آئے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے ہو۔ جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اسے امن مل جائے گا۔ لوگوں نے کہا تیرا ناس ہو کیا تمہارا گھر ہم سب کو کافی ہو جائے گا؟ انہوں نے کہا اور جو اپنا دروازہ بند کر لے گا اسے بھی امن ہے اور جو مسجد (حرام) میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امن ہے (یہ سن کر) تمام لوگ اپنے گھروں کو دوڑ پڑے۔ البدایۃ والنہایۃ (۲۹۱/۴)

ابن عساکر نے بھی واقدی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی کی پچھلی حدیث جیسی حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ کے پاس سے) چلے گئے تو حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا انہیں لے جا کر وادی کی اس تنگ جگہ میں کھڑا کر دو جہاں پہاڑ کا کچھ حصہ ناک کی طرح آگے نکلا ہوا ہے تا کہ یہ وہاں سے اللہ کے لشکروں کو گزرتا ہوا دیکھ لیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عام راستہ کو چھوڑ کر میں نے ان کو وادی کی اس جگہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا۔ جب میں نے وہاں جا کر ان کو روک لیا تو انہوں نے کہا اے بنی ہاشم! کیا مجھے دھوکہ دینا چاہتے ہو؟ (وہ سمجھے کہ شاید مجھے یہاں روک کر مارنا چاہتے ہیں) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل نبوت دھوکہ نہیں دیا کرتے۔ میں تو تمہیں کسی ضرورت سے یہاں لایا ہوں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے مجھے شروع میں کیوں نہیں بتا دیا کہ تم مجھے کسی ضرورت سے یہاں لانا چاہتے ہو تا کہ میرا دل مطمئن رہتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال نہیں تھا کہ تم اس طرح سوچو گے۔

حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر کی ترتیب دے چکے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے امیر کے ہمراہ گزرنے لگا اور ہر دستہ اپنا جھنڈا لہراتا ہوا جا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلے جس

دستے کو بھیجا اس کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ دستہ بنی سلیم کا تھا ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان میں ایک چھوٹا جھنڈا حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا چھوٹا جھنڈا حضرت خفاف بن ندبہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور ایک بڑا جھنڈا حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا ارے وہی نوعمر لڑکا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرنے لگے اور وہاں ان کے ساتھ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہوئے تھے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر نے تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور آگے بڑھ گئے۔

پھر ان کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ پانچ سو کے دستے کو لے کر گزرے جن میں کچھ مہاجرین اور کچھ غیر معروف لوگ تھے اور ان کے ساتھ ایک کالا جھنڈا تھا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرنے لگے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارے بھانجے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔

پھر غفار قبیلہ کے تین سو آدمی گزرے جن کا بڑا جھنڈا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت ایما بن رحضہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔ ان لوگوں نے بھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر تین مرتبہ اللہ اکبر بلند آواز سے کہا انہوں نے پوچھا اے ابوالفضل یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بنو غفار ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بنو غفار سے کیا واسطہ؟

پھر بنو اسلم کے چار سو آدمی گزرے ان کے دو چھوٹے جھنڈے تھے۔ ایک حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور دوسرا حضرت ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں

تھا۔انہوں نے بھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچ کر بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا،ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بنو اسلم۔انہوں نے کہا اے ابوالفضل! مجھے بنو اسلم سے کیا واسطہ؟ ہمارے اور ان کے درمیان کبھی کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مسلمان لوگ ہیں اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔

پھر بنوکعب بن عمرو کے پانچ سو آدمی گزرے جن کا جھنڈا حضرت بشر بن شیبان رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بنوکعب بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔انہوں نے کہا اچھا یہ تو محمد (ﷺ) کے حلیف ہیں۔ انہوں نے بھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچ کر بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔

پھر مزینہ قبیلہ کے ایک ہزار آدمی گزرے جن میں سو گھوڑے اور تین چھوٹے جھنڈے تھے۔جنہیں حضرت نعمان بن مقرن اور حضرت بلال بن حارث اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم نے اٹھا رکھا تھا۔انہوں نے بھی ان کے سامنے آ کر بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مزینہ ہیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالفضل! مجھے مزینہ سے کیا واسطہ؟ لیکن یہ بھی پہاڑوں کی چوٹیوں سے ہتھیاروں کو کھٹکھٹاتے ہوئے یہاں میرے سامنے آ گئے ہیں۔

پھر جہینہ کے آٹھ سو آدمی اپنے امیروں کے ساتھ گزرے ان کے چار چھوٹے جھنڈے تھے جنہیں ابوزرع،معبد بن خالد،سوید بن صخر،رافع بن مکیث اور عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہم نے اٹھا رکھا تھا۔انہوں نے بھی ان کے سامنے پہنچ کر تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔

پھر کنانہ بنولیث،ضمیرہ اور سعد بن بکر کے دو سو آدمی گزرے ان کا جھنڈا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔انہوں نے بھی ان کے سامنے پہنچ کر تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بنوبکر ہیں۔انہوں نے کہا یہ تو بڑے منحوس ہیں۔ان کی وجہ سے محمد (ﷺ) نے ہم پر چڑھائی کی ہے (صلح حدیبیہ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے حضور ﷺ سے معاہدہ کر لیا تھا اور قبیلہ بنو

بکر نے قریش سے۔قریش اور بنو بکر نے قبیلہ خزاعہ پر زیادتی کی اور یوں انہوں نے خلاف ورزی کر کے صلح ختم کر دی جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو مکہ پر چڑھائی کا جواز مل گیا۔ابو سفیان رضی اللہ عنہ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں) ذرا سنو تو سہی۔اللہ کی قسم! (قریش نے خزاعہ کے ساتھ جو زیادتی کی تھی) اس کے بارے میں مجھ سے مشورہ نہیں کیا تھا اور نہ مجھے اس کا پتہ چل سکا اور جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا لیکن جو مقدر میں لکھا تھا وہ ہو گیا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کی تم پر چڑھائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خیر مقدر فرما رکھی ہے۔یوں تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ گے۔

واقدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو عمرو بن حماس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بنولیث اکیلے گزرے ان کی تعداد ڈھائی سو تھی۔ان کا جھنڈا حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔گزرتے وقت انہوں نے تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بنولیث ہیں۔

پھر سب سے آخر میں قبیلہ اشجع گزرا۔یہ تین سو تھے۔ان کا ایک جھنڈا حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا نعیم بن مسعود کے ہاتھ میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ عربوں میں سے حضور ﷺ کے لئے سب سے زیادہ سخت تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اب تو اسلام ان کے دلوں میں داخل کر دیا ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر پوچھا کہ ابھی تک محمد (ﷺ) نہیں گزرے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی تک نہیں گزرے۔جس دستہ میں حضور ﷺ ہیں اگر تم اس کو دیکھو گے تو تمہیں لوہا ہی لوہا اور گھوڑے ہی گھوڑے اور بڑے بہادر آدمی نظر آئیں گے اور ایسا لشکر دیکھو گے جس کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! اے ابوالفضل رضی اللہ عنہ اب تو مجھے بھی اس کا یقین ہو گیا

ہےاوران سے مقابلہ کی طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟ جب حضور ﷺ کا دستہ نمودار ہوا تو ہر طرف لوہا ہی لوہا اور گھوڑوں کے سموں سے اڑنے والا غبار نظر آنے لگا اور لوگ لگاتار گزر رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہر مرتبہ پوچھتے کیا ابھی محمد (ﷺ) نہیں گزرے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے نہیں۔ اتنے میں حضور ﷺ اپنی قصواء اونٹنی پر گزرے۔ آپ کے دائیں بائیں حضرت ابوبکر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ ان دونوں سے بات کر رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ رسول اللہ (ﷺ) اپنے سیاہ دستہ میں تشریف لے جا رہے ہیں اس میں مہاجرین اور انصار ہیں۔ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے جھنڈے ہیں۔ ہر انصاری بہادر کے ساتھ میں ایک بڑا جھنڈا ہے اور ایک چھوٹا۔ سب لوہے سے ایسے ڈھکے ہوئے ہیں کہ آنکھ کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لوہا ہی لوہا ہے اور وہ اپنی بلند اور گرجدار آواز سے لشکر کو ترتیب سے چلا رہے ہیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے ابوالفضل رضی اللہ عنہ یہ اونچی آواز سے بولنے والا کون ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہ "عمر بن الخطاب" ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بنو عدی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان) تو بہت کم تھے۔ بڑے ذلیل تھے۔ اب تو ان کی بات بڑی اونچی ہوگئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوسفیان! اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اونچا کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اسلام نے اونچا کیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس دستہ میں دو ہزار زرہیں تھیں۔ حضور ﷺ نے اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دے رکھا تھا، وہ دستہ کے آگے چل رہے تھے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا جھنڈا لے کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان کو آواز دے کر کہا آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن حرم مکہ کی حرمت اٹھالی جائے گی۔ آج اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دیں گے۔ جب حضور ﷺ آگے بڑھے اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچ گئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو پکار کر کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی قوم کے قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہمارے پاس سے گزرتے

ہوئے کہہ گئے ہیں کہ آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن حرم مکہ کی حرمت اٹھالی جائے گی۔ آج اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دیں گے۔ میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپ تو لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما نے کہا یارسول اللہ! ہمیں خطرہ ہے کہیں سعد رضی اللہ عنہ قریش پر حملہ نہ کر دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوسفیان! آج تو رحم کرنے کا دن ہے۔ آج اللہ تعالیٰ قریش کو عزت دیں گے پھر حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر ان کو معزول کر دیا اور فرمایا کہ جھنڈا قیس کو دے دیں۔ آپ نے یہ سوچا کہ جب جھنڈا سعد رضی اللہ عنہ کے بیٹے قیس کو مل جائے گا تو گویا سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جھنڈا نہیں نکلا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک حضور ﷺ کی طرف سے کوئی نشانی نہیں آئے گی وہ جھنڈا نہیں دیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان کے پاس اپنی پگڑی بھیجی جسے پہچان کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اپنے بیٹے قیس کو دے دیا۔

(کذا فی کنز العمال ۵/۲۹۵)

حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (فتح مکہ کے سفر میں) ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابوسفیان اس وقت مقام اراک میں ہیں ہم لوگوں نے وہاں جا کر ان کو پکڑ لیا۔ مسلمان ان کو تلواروں سے گھیرے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے فرمایا اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو میں تمہارے پاس دنیا و آخرت دونوں لے کر آیا ہوں تم مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے دوست تھے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ابوسفیان رضی اللہ عنہ شہرت پسند ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک منادی کو مکہ بھیج دیا جو یہ اعلان کرے کہ جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اسے امن ہے اور جس نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اسے امن ہے اور جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوا اسے امن ہے پھر حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا۔ یہ دونوں جا کر گھاٹی کے کنارے بیٹھ گئے تو وہاں سے بنو سلیم گزرے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے

کہا اے عباس رضی اللہ عنہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بنو سلیم ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بنو سلیم سے کیا واسطہ؟ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مہاجرین کو لے کر گزرے۔ تو انہوں نے پوچھا اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب مہاجرین کو لے کر جا رہے ہیں۔ پھر حضور ﷺ انصار کے ساتھ گزرے۔ انہوں نے پوچھا اے عباس! یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ سرخ موت ہیں (یعنی دشمن کا خون بہا دینے والے ہیں) یہ اللہ کے رسول ﷺ اور انصار ہیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے کسریٰ اور قیصر کی بادشاہت دیکھی ہے لیکن تمہارے بھتیجے جیسی بادشاہت نہیں دیکھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا (یہ بادشاہت نہیں) یہ تو نبوت ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مہاجرین اور انصار اور اسلم اور غفار اور جہینہ اور بنو سلیم کے بارہ ہزار کے لشکر کو لے کر چلے۔ یہ لشکر گھوڑوں پر اس تیزی سے چلا کہ یہ لوگ (مکہ کے قریب) مرالظہر ان پہنچ گئے اور قریش کو پتہ بھی نہ چلا قریش نے تو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو (مدینہ) حضور ﷺ سے بات کرنے کے لئے بھیجا ہوا تھا کہ آپ سے ہماری سلامتی کا عہد و پیمان لے کر آئیں یا اعلان جنگ کر کے آئیں۔ انہیں راستہ میں بدیل بن ورقاء ملے تو انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ ابھی یہ لوگ مکہ سے چل کر رات کو اراک پہنچے ہی تھے تو انہوں نے وہاں بہت سے خیمے اور لشکر دیکھا اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں تو یہ تینوں ڈر گئے اور بہت گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ یہ بنو کعب ہیں جو لڑنے کے لئے تیار ہو کر آئے ہیں۔ بدیل نے کہا کہ ان کی تعداد تو بنو کعب سے زیادہ ہے وہ تو سارے مل کر بھی اتنے نہیں ہو سکتے تو کیا ہوازن ہمارے علاقہ میں گھاس کی تلاش میں آ گئے ہیں؟ مگر اللہ کی قسم! یہ بات بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اتنا مجمع تو حاجیوں کا ہوا کرتا ہے اور حضور ﷺ نے بھی اپنے لشکر سے آگے سوار بھیج رکھے تھے جو جاسوسوں کو گرفتار کر کے لائیں اور (حضور ﷺ کے حلیف) قبیلہ خزاعہ والے بھی اسی راستے پر رہتے تھے جو کسی کو

جانے نہیں دیتے تھے۔ جب ابو سفیان ؓ اور ان کے ساتھی مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہوئے تو انہیں ان سواروں نے رات کی تاریکی میں گرفتار کر لیا اور انہیں لے کر (مسلمانوں میں) آئے۔

ابوسفیان ؓ اور ان کے ساتھیوں کو ڈر تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے کھڑے ہو کر ابوسفیان ؓ کی گردن پر زور سے ہاتھ مارا اور سب لوگ ان کو چمٹ گئے ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلے انہیں ڈر تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ ان کے جاہلیت میں بڑے گہرے دوست تھے۔ اس لئے ابوسفیان ؓ نے بلند آواز سے کہا کہ تم لوگ مجھے عباس کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے؟ حضرت عباس ؓ (آواز سن کر) آ گئے اور انہوں نے ان لوگوں کو ہٹایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ ابوسفیان ؓ کو ان کے حوالہ کر دیں اور سارے لشکر میں ابوسفیان ؓ کے آنے کی خبر پھیل گئی۔ حضرت عباس ؓ نے رات ہی میں ابوسفیان ؓ کو سواری پر سارے لشکر کا گشت کرایا تمام لشکر والوں نے بھی ابو سفیان ؓ کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر ؓ نے ابوسفیان کی گردن پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا کہ تم مر کر ہی حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ سکتے ہو۔

ابوسفیان ؓ نے حضرت عباس ؓ سے مدد مانگی اور کہا میں تو مارا گیا۔ ابوسفیان پر لوگوں کے حملہ کرنے سے پہلے ان کو حضرت عباس ؓ نے اپنی پناہ میں لے لیا جب ابوسفیان ؓ نے دیکھا کہ لوگ اتنے زیادہ ہیں اور سب فرمانبردار ہیں تو کہنے لگے میں نے آج رات جیسا کسی قوم کا مجمع نہیں دیکھا۔ حضرت عباس ؓ نے ان کو لوگوں کے ہاتھ سے چھڑا کر کہا کہ اگر تم مسلمان نہ ہوئے اور حضور ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی نہ دی تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ ابوسفیان ؓ ہر چند کلمہ شہادت پڑھنا چاہتے تھے لیکن ان کی زبان چل کر نہ دیتی تھی۔ انہوں نے وہ رات حضرت عباس ؓ کے

ساتھ گزاری۔ ان کے دونوں ساتھی حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضور ﷺ ان دونوں سے اہل مکہ کے حالات پوچھتے رہے۔ جب فجر کی اذان ہوئی تو سب لوگ جمع ہو کر نماز کا انتظار کرنے لگے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے گھبرا کر پوچھا اے عباس! آپ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو لے کر باہر نکلے۔ ابوسفیان نے مسلمانوں کو دیکھ کر کہا اے عباس! حضور ﷺ ان کو جس بات کا حکم دیتے ہیں یہ اسی کو کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اگر حضور ﷺ ان کو کھانے پینے سے روک دیں تو بھی یہ ان کی فرمانبرداری کریں گے۔

ابوسفیان نے کہا اے عباس! حضور سے اپنی قوم کے بارے میں بات کرو کہ کیا ان کو معاف کر سکتے ہیں؟ ابوسفیان کو لے کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! یہ ابوسفیان ہیں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے اپنے معبود سے مدد مانگی اور آپ نے اپنے معبود سے مدد مانگی۔ اللہ کی قسم! اب تو یہ صاف نظر آرہا ہے کہ آپ مجھ پر غالب آگئے ہیں۔ اگر میرا معبود سچا اور آپ کا معبود جھوٹا ہوتا تو میں آپ پر غالب آتا اور اس کے بعد حضرت ابوسفیان نے کلمہ شہادت: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ پڑھ لیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں۔ میں آپ کی قوم کے پاس جاؤں اور جو مصیبت ان پر آپڑی ہے اس سے انہیں ڈراؤں اور انہیں اللہ ورسول ﷺ کی طرف دعوت دوں۔ حضور ﷺ نے ان کو اجازت دے دی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ! میں ان کو کیا کہوں؟ آپ مجھے ان کو امن دینے کے بارے میں ایسی واضح بات بتادیں جس سے ان کو اطمینان ہو جائے۔ آپ نے فرمایا ان سے کہہ دینا کہ جس نے کلمہ شہادت:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

پڑھ لیا اسے امن ہے اور جو ہتھیار ڈال کر کعبہ کے پاس بیٹھ گیا اسے بھی امن ہے جس نے اپنا دروازہ بند کرلیا اسے بھی امن ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! ابو سفیان رضی اللہ عنہ ہمارے چچا زاد بھائی ہیں اور وہ میرے ساتھ واپس جانا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں کچھ امتیازی اعزاز دے دیں۔ آپ نے فرمایا اور جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے اسے بھی امن ہے اور جو ہاتھ روک کر حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا اسے بھی امن ہے (آپ نے یہ دو گھر اس لئے متعین فرمائے کہ) ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا گھر مکہ کے اوپر کے حصہ میں تھا اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا گھر مکہ کے نیچے والے حصہ میں تھا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ان تمام اعلانات کو اچھی طرح سمجھنے لگے۔ حضور ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا اپنا سفید خچر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ وہ اس پر اپنے پیچھے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر چل پڑے۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے پیچھے چند آدمی بھیجے کہ جا کر عباس رضی اللہ عنہ کو میرے پاس واپس لے آؤ۔ آپ کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے جس بات کا خطرہ تھا وہ بات ان جانے والوں کو بتائی قاصد نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو واپسی کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے واپسی کو اچھا نہ جانا اور کہا کیا حضور ﷺ کو اس بات کا خطرہ ہے کہ (مکہ کے) تھوڑے سے (کافر) لوگوں کو دیکھ کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ لوٹ جائیں گے اور مسلمان ہو کر پھر کافر ہو جائیں گے۔ قاصد نے کہا ان کو یہاں ہی روکے رکھو۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو یہاں روک لیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا اے بنو ہاشم! کیا مجھ سے عہد شکنی کرنے لگے ہو؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم کسی سے عہد شکنی نہیں کرتے لیکن مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہے؟ میں تمہارا کام کروں گا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آئیں گے تو تمہیں اس کام کا پتہ چل جائے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مرالظہران اور اراک سے پہلے تنگ گھاٹی کے کنارے

ٹھہر گئے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات کو ذہن میں رکھا پھر حضور ﷺ یکے بعد دیگرے گھوڑے سواروں کے دستے بھیجنے لگے۔ حضور ﷺ نے گھوڑے سواروں کے دو حصے کر دیئے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آپ نے آگے بھیجا اور ان کے پیچھے اسلم اور غفار اور قضاعہ کے گھوڑے سوار تھے (حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے) ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا اے عباس! کیا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ یہ تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنے سے آگے انصار کے ایک دستے کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن (حرم مکہ کی) حرمت اٹھالی جائے گی۔

پھر حضور ﷺ ایمان کے دستہ میں یعنی مہاجرین وانصار کے دستہ میں تشریف لائے۔ جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اتنے بڑے مجمع کو دیکھا جس کو وہ پہچانتے نہیں تھے تو انہوں نے کہا یارسول اللہ! آپ نے اپنی قوم پر اس جماعت کو ترجیح دے دی۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے اور تمہاری قوم کے برتاؤ کا نتیجہ ہے۔ جب تم نے مجھے جھٹلایا اس وقت ان لوگوں نے میری تصدیق کی اور جب تم نے مجھے (مکہ سے) نکال دیا اس وقت انہوں نے میری مدد کی اس وقت حضور ﷺ کے ساتھ اقرع بن حابس اور عباس بن مرداس اور عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہما بن بدر فزاری تھے۔ جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو حضور ﷺ کے اردگرد دیکھا تو پوچھا اے عباس! میں نے تو آج کے دن جیسا بڑا لشکر اور اتنی بڑی جماعت کبھی نہیں دیکھی۔

عام معافی کا اعلان:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر حجون مقام پر آ کر ٹھہر گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر مکہ کے نچلے حصے کی طرف سے داخل ہوئے۔ ان سے بنو بکر کے کچھ آوارہ گرد لوگوں نے مقابلہ کیا۔ حضرت خالد نے ان سے لڑائی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست

دے دی ان میں سے کچھ حزورہ مقام پر مارے گئے اور کچھ اپنے گھروں میں گھس گئے اور جو گھوڑے سوار تھے وہ خندمہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ حضور ﷺ سب سے آخر میں مکہ میں داخل ہوئے اور ایک منادی نے اعلان کیا کہ جس نے اپنا ہاتھ روک کر اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اسے امن ہے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں بلند آواز سے یہ دعوت دی اے لوگو! اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اہل مکہ کی حفاظت فرمائی (یہ سن کر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی) ہندہ بنت عتبہ نے ان کی داڑھی کو آگے بڑھ کر پکڑ لیا اور زور سے کہا اے آل غالب! اس بے وقوف بڈھے کو قتل کردو۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری داڑھی چھوڑ دے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تو اسلام نہ لائی تو تیری گردن اڑا دی جائے گی۔ تیرا ناس ہو۔ حضور ﷺ حق بات لے کر آئے ہیں اپنی مسہری میں چلی جا اور چپ ہو جا۔

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور (اہل مکہ پر) غالب آگئے تو میں اپنے گھر میں گھس گیا اور میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اور میں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جا کر محمد (ﷺ) سے میرے لئے امن لے آؤ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ مجھے قتل کردیا جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ میرے باپ کو امن دے دیں گے؟ حضور ﷺ نے کہا ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے امن میں ہیں وہ باہر نکل آئیں۔ پھر حضور ﷺ نے پاس بیٹھے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا تم میں سے جو بھی سہیل سے ملے وہ ان کو گھور کر بھی نہ دیکھے تاکہ وہ (بے خوف وخطر) باہر آجاسکیں میری عمر کی قسم (اس وقت تک اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں آئی تھی) سہیل تو بڑی عقل وشرافت والا ہے اور سہیل جیسا آدمی بھی کبھی اسلام سے ناواقف رہ سکتا ہے؟ اور اب تو وہ دیکھ چکا ہے کہ جس راستہ پر وہ محنت کر رہا تھا اس سے کچھ نفع نہ ملا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جا کر اپنے والد کو حضور ﷺ کی ساری بات بتا دی۔ سہیل نے کہا حضور تو بچپن میں بھی نیک تھے وہ اب بڑے ہو کر بھی نیک ہیں۔ چنانچہ حضرت سہیل حضور ﷺ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ حالت شرک میں ہی وہ غزوہ حنین میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے۔ یہاں تک کہ وہ جعرانہ میں مسلمان ہو گئے۔ اور اس دن حضور ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے سو اونٹ دیئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر صفوان بن امیہ اور ابوسفیان بن حرب اور حارث بن ہشام کو بلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر قابو دیا ہے۔ انہوں نے آج تک جو کچھ ہمارے ساتھ کیا ہے وہ سب میں ان کو یاد دلاؤں گا کہ اتنے میں حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال تو ایسی ہے جیسے کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝ (یوسف:۹۲)

"کچھ الزام نہیں تم پر آج۔ بخشے اللہ تم کو اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (حضور ﷺ کی طرف سے یوں اعلان معافی سن کر) کہ میں شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا۔ اگر بے سوچے سمجھے میری زبان سے کوئی بات نکل جاتی تو کتنا برا ہوتا۔ جب کہ حضور ﷺ ان سے یہ فرما رہے ہیں۔

حضرت ابن ابی حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے مکہ فتح فرما لیا تو آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ پھر آپ نے باہر آ کر دروازے کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر (کفار سے) فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ سہیل بن عمرو نے کہا ہم آپ کے بارے میں بھلائی کا گمان رکھتے ہیں۔ آپ کرم فرما بھائی ہیں اور کرم فرما بھائی کے بیٹے ہیں اور اب آپ ہم پر قابو پا چکے ہیں۔ (اور یہ بات مشہور ہے کہ کریم آدمی قابو پا کر معاف کر دیا کرتا

ہے) آپ نے فرمایا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف نے (اپنے بھائیوں سے) کہا تھا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ○

''کچھ الزام نہیں تم پر آج''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث بیان فرماتے ہیں جس میں یہ ہے کہ پھر آپ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے دروازے کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر آپ نے فرمایا تم (میرے بارے میں) کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بھتیجے اور چچازاد بھائی ہیں اور بڑے بردبار اور مہربان رحم کرنے والے ہیں اور انہوں نے یہ بات تین مرتبہ کہی۔ آپ نے فرمایا میں بھی تم کو وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے (اپنے بھائیوں کو) کہا تھا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ○

''کچھ الزام نہیں تم پر آج۔ بخشے اللہ تم کو۔ اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (آپ کی یہ بات سن کر) وہ کفار مکہ مسجد سے نکلے اور وہ اتنے خوش تھے کہ جیسے ان کو قبروں سے نکالا گیا ہو اور پھر وہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قصہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب کفار مسجد میں جمع ہوگئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ انہوں نے کہا (آپ ہمارے ساتھ) بھلا کریں گے۔ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو۔ حیاۃ الصحابۃ (۲۱۸/۱۔۲۳۶)

جب مکہ فتح ہوا تو عام اہل عرب نے اپنی رضامندی کے ساتھ اسلام قبول کرلیا تھا، صحیح بخاری میں ہے:

((وکانت العرب تلوم باسلامهم الفتح فتقولون اتركوه وقومه فانه ان ظهر عليهم فهو نبي صادق فلما كانت وقعة اهل الفتح بادر كل قوم باسلامهم))

''تمام عرب اپنے اسلام کے لئے فتح مکہ کا منتظر تھا، وہ کہتے تھے محمد (ﷺ) کو اپنی قوم سے نمٹ لینے دو، اگر وہ ان پر غالب آ گئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں، چنانچہ فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر قبیلہ کے لوگ نہایت سرعت کے ساتھ اسلام کی طرف دوڑے''

(رواہ البخاری فی کتاب المغازی، ذکر فتح مکۃ)

فہرس المراجع

(۱) صحیح البخاری۔ للامام محمد بن اسمعیل البخاری(م:٢٥٦ الهجریة)۔ دارالسلام۔ریاض۔

(۲) صحیح مسلم ۔للامام أبی الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری (م:٢٦١ الهجریة) ۔ دارالسلام۔ریاض۔

(۳) سنن أبی داؤد۔ للامام سلیمان بن اشعث السجستانی (م:٢٧٥ الهجریة)۔ دارالسلام۔ ریاض۔

(۴) جامع الترمذی۔ للامام محمد بن عیسی الترمذی (م:٢٧٩)۔ دارالسلام۔ ریاض۔

(۵) سنن النسائی۔للامام الحافظ أبی عبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علی ابن بحر النسائی(م:٣٠٣ الهجریة) ۔ دارالسلام ، ریاض۔

(۶) سنن ابن ماجه۔ للامام ابی عبد الله محمد بن یزید الربعی القزوینی(م:٢٧٣)۔ دارالسلام۔ ریاض۔

(۷) مؤطا الامام مالك۔ للامام انس ابن مالك الأصبحی المدنی (م:١٧٩ الهجریة)۔ دار احیاء التراث العربی۔بیروت۔

(۸) مؤطا الامام محمد ۔ للامام محمد بن الحسن الشیبانی (م:١٨٧ الهجریة) ۔

(۹) شرح معانی الآثار۔ لأبی جعفر أحمد بن سلمة الأزدی الحجری الطحاوی (م:٣٢١ الهجریة)۔

(۱۰) مسند الامام أحمد ۔لأبی عبد الله أحمد بن حنبل الشیبانی (م:٢٤١ الهجریة)۔ المکتب الاسلامی۔ بیروت۔

(۱۱) سنن الدارمی۔ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمی

(م: ۲۵۵ الهجرية)۔ دارالکتاب العربی۔ بیروت۔

۱۲ كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال۔ للامام علاء الدين المتقی ابن حسام الدين الهندی البرهان فوری (م: ۹۷۵ الهجرية)۔ مؤسسة الرسالة۔ بيروت۔

۱۳ حياة الصحابة رضی اللہ عنہم ۔ للعلامة الداعية محمد يوسف الكاندهلوی ۔ کتب خانہ فیضی۔ لاہور۔

۱۴ حلية الاولياء وطبقات الأصفياء۔ للامام الحافظ أبی نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهانی (م: ۴۳۰ الهجرية) ۔ مطبعة السعادة ۔ مصر۔

۱۵ البداية و النهاية ۔ الحافظ عماد الدين ابن كثير الدمشقی (م: ۷۷۴ الهجرية)۔ مكتبة المعارف۔ بيروت۔

۱۶ الاصابة فی تمييز الصحابة۔ للامام احمد بن علی بن حجر العسقلانی (م: ۸۵۲ الهجرية)۔ مطبعة السعادة۔ مصر۔

۱۷ جامع بيان العلم وفضله۔ لأبی عمر يوسف بن عبد البر ت (م: ۴۶۳ الهجرية)۔ دار ابن الجوزی۔ الرياض۔

۱۸ الطبقات الكبرى۔ للامام محمد بن سعد بن منيع الزهری (م: ۲۳۰ الهجرية)۔ دار صادر۔ بيروت۔

۱۹ تاريخ الطبری۔ للعلامة ابی جعفر محمد بن جرير بن يزيد الطبری (م: ۳۱۰ الهجرية)۔ دارالكتب العلمية۔ بيروت۔

۲۰ الترغيب والترهيب۔ للامام الحافظ ابی القاسم اسماعيل بن محمد الأصبهانی المعروف بابن قوام (م: ۵۳۵ الهجرية)۔ طبعة دار الحديث۔ القاهرة۔

۲۱ تفسير ابن كثير۔ للحافظ عماد الدين ابن كثير الدمشقی

(م:۷۷٤ الهجرية)۔ قديمی كتب خانه۔ كراتشی۔

(۲۲) اسد الغابة فی معرفة الصحابة۔ للامام عز الدين ابن الأثير علی بن محمد الجزری (م:٦٣٠ الهجرية)۔ طبعة دار الفكر۔ بيروت۔

(۲۳) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ للامام الحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمی (م:٨٠٧ الهجرية)۔ دار الكتب۔ بيروت۔

(۲٤) الاستيعاب فی معرفة الأصحاب۔ للامام أبی عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر (م:٤٦٣ الهجرية)۔ مطبعة نهضة۔ القاهرة۔

(۲٥) المستدرك علی الصحيحين فی الحديث۔ للامام أبی عبد الله محمد بن عبد الله بن المعروف بالحاكم (م:٤٠٥ الهجرية) مطابع النصر الحديثية۔ الرياض۔

(۲٦) تهذيب التهذيب۔ للامام احمد بن علی بن حجر العسقلانی (م:٨٥٢ الهجرية)۔ مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية۔ الهند مصورة بدار صادر۔ بيروت۔

(۲۷) صور من حياة الصحابة رضی الله عنهم۔ للدكتور عبد الرحمن الباشا۔ قديمی كتب خانه۔ كراتشی۔

(۲۸) رسول اللہ ﷺ کے جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم، مولانا نور محمد انیس، ترجمة "فرسان حول الرسول" لأحمد خليل جمعة۔ دار الاشاعت۔ كراتشی۔

(۲۹) سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم، مولانا عبد السلام ندوی معہ جماعة من العلماء، ادارۂ اسلامیات، لاہور۔

اطاعتِ والدین

والدین کی عظمت، اُن کی فرمانبرداری اور اُن کے
حقوق کا مفید اور معلوماتی جامع تذکرہ

جناب حکیم محمود احمد ظفر

بیتُ العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]

دُنیا سے بے رغبتی

زہد و تقویٰ جیسے اہم موضوع پر امام بخاری کے استاذ، مبلغ عظیم محدث کبیر اور مجاہد فی سبیل اللہ امام عبداللہ بن مبارک کی مستند و معروف عربی کتاب "الزھد والرقائق" کا پہلی بار مفید اردو ترجمہ جس کا مطالعہ ہر خاص و عام کے لیے یکساں پُر اثر بھی ہے اور چشم کشا بھی۔

اردو ترجمہ

کتاب الزھد

مؤلف

حضرت عبدُاللہ ابن مُبارکؒ

مترجم

لجنۃ المصنفین

بیتُ العُلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور۔ فون ۷۳۵۲۴۸۳



بیت العلوم
Bait-ul-Uloom

ہیڈ آفس: ۲۰ - نابھہ روڈ چوک پرانی انار کلی - لاہور فون: 7352483
برانچ: دکان نمبر ۱۴ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور فون: 7235996
www.baitululoom.com